۵۸۹ ہوالکل یا معین

غدرِ دہلی کے افسانوں کا

دسواں حصّہ

غدر کی صبح شام

غدرِ دہلی ۱۸۵۷ء کی نسبت ایک ہندو اور ایک مسلمان کے لکھے ہوئے

دو خفیہ روزنامچے

حضرت خواجہ حسن نظامی نے انگریزی سے ترجمہ کرا کر شائع کیے

مترجمہ مولوی ضیاء الدین احمد برنی بی۔ اے دہلوی

۹۵۴۰۳۵

ح غ

حلقہ مشائخ بُک ڈپو دہلی سے منگائیے

مارچ ۱۹۲۶ عیسوی

مطبع ... دہلی

پہلی بار

قیمت عہ

یامعین　　　　هوالکل　　　　۱۵/۸/۷۸۶

اسلامی تاریخ کی پہلی کتاب

میلاد نامہ

اس کتاب کے اندر دو حصے ہیں۔ پہلا حصّہ ۵۸ صفحے کا ہے جس میں حسب ذیل بیانات ہیں:۔

(۱) میلاد شریف کی فضیلت اور احتیاط یعنی محفل میلاد کی تعظیم کی خوبیاں اور بے ادبی کی بُرائیاں اور اس کے متعلق نہایت مؤثر حکایات۔ (۲) صاحب میلاد کے بزرگوں اور والد و دادا کا حال (۳) ولادت آنحضرت صلعم یہ ایسا مؤثر ہے کہ تمام محفل میلاد میں ذوق وشوق پیدا ہو جاتا ہے نثر بھی اور نظم بھی۔ اس بیان میں ولادت سے لیکر جوانی تک کے حالات ہیں بچپن کی پوری کیفیت بھی ہے اور جوانی کی بھی، یہاں تک کہ پہلی شادی تک کا ذکر ہے۔ اس کے بعد یہ حصّہ ختم ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا حصّہ **رسول بیتی** شروع ہوتا ہے جس میں کتب قدیم کی بشارتیں اور پیشین گوئیاں ہیں اور ذکر معراج ہے اور بنی ہاشم اور حضرت ابو طالب کی امداد کا حال ہے اور غریب مسلمانوں پر ستم حضرت حمزہ کا اسلام حضرت عمر کا مسلمان ہونا مسلمانوں کا بائیکاٹ مدینہ کی ہجرت۔ جہاد کا پہلا سفید جھنڈا۔ بدر کی لڑائی۔ یہودیوں سے لڑائی۔ احد کی لڑائی حضرت عائشہ پر تہمت۔ خندق کی لڑائی۔ بنی قریظہ کا حملہ۔ فتح مکہ۔ رسول اللہ کی سیرت لباس کھانا، روزمرہ کی عادت وغیرہ کا بیان ہے ضخامت ۲۳۶ صفحے لکھائی چھپائی عمدہ کاغذ سفید اور چکنا۔ سات مرتبہ چھپ چکی ہے۔ **قیمت ایک روپیہ۔ مجلد عہ**

کتاب ملنے کا پتہ:۔ کارکن حلقہ مشائخ بک ڈپو دہلی

غدر کی صبح شام

پر

حسن نظامی کا دیباچہ

یہ دو۔ روزنامچے غدر ۱۸۵۷ء کے متعلق انگریزی زبان میں مٹکاف صاحب نے شائع کیئے تھے جنکا ترجمہ مولوی ضیاء الدین احمد صاحب برنی دہلوی بی۔ اے سے میں نے کرایا اور اب ان دونوں کو شائع کرتا ہوں، مگر ان کے پڑھنے سے جو اثر میرے دل پر ہوا اُس کو آزادی اور صفائی کے ساتھ اس جگہ لکھدینا مجکو ضروری معلوم ہوتا ہے مگر قبل اس کے کہ میں اپنے خیالات قلمبند کروں بطور تمہید کے یہ لکھنا ضروری ہے کہ مجھے غدر ۱۸۵۷ء کے حالات سے بڑی دلچسپی ہے۔ میں نے غدر کی نسبت مسلسل آٹھ کتابیں شائع کی ہیں جنکے کئی کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں اور نواں حصہ "دہلی کا آخری سانس" اگست ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا ہے۔ یہ احسن الاخبار بمبئی کی فارسی اطلاعات کا ترجمہ ہے جن کا تعلق غدر کے دس سال پہلے زمانہ سے ہے اور ان سے بہادر شاہ اور ان کے دربار اور ان کے خاندان اور ان کے ساتھ انگریزوں کے تعلقات کی بہت سی نامعلوم تاریخی باتیں روشنی میں آتی ہیں، یہ کتاب دو سو صفحے سے زیادہ ضخامت کی ہے اور اس کی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے مقرر کی گئی ہے۔

اب اس نویں حصہ کے بعد یہ دسواں حصہ "غدر کی صبح شام" کے نام سے شائع کیا جاتا ہے جو میرے خیال میں نہایت دلچسپ ہے، اور اس میں بعض ایسی تفصیلات

ہیں جو میری پہلی کتابوں میں مذکور نہیں ہوئی تھیں۔

مگر میں اس کا اقرار کرتا ہوں کہ ان حصوں کی ترتیب بالکل غلط ہے۔ یعنی جن حصوں کے مضامین پہلے حصہ کے قابل تھے وہ آخری حصوں میں ہیں اور آخری حصوں کے مضامین پہلے حصوں میں ہیں۔ مثلاً نواں حصہ "دہلی کا آخری سانس" چونکہ غدر سے دس برس پہلے کے حالات کی نسبت ہے اس واسطے اس کو پہلا حصہ ہونا چاہئے تھا۔ لیکن یہ خرابی اس وجہ سے ہوئی کہ مجھکو وقتاً فوقتاً جو کتابیں ملیں ان کو شائع کرتا رہا۔ اب خدا نے چاہا کسی فرصت کے وقت ان کی ترتیب درست کردی جائیگی۔

میری رائے جیسا کہ اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوگا۔ اس میں دو آدمیوں کے روزنامچے ہیں۔ پہلا مسلمان کا اور دوسرا ہندو کا۔ مٹکاف صاحب نے مسلمان کے روزنامچہ کی نسبت جو تمہید لکھی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس مسلمان نے کچھ ایسی باتیں لکھی ہونگی جن کو وہ اپنی زندگی میں شائع کرنا نہیں چاہتے تھے اور ڈرتے تھے کہ ان سے کوئی مواخذہ نہ ہو جائے، مگر جب ان کا روزنامچہ اول سے آخر تک پڑھا تو اس میں ایک بات بھی ایسی نہیں ملی جو چھپانے کے قابل سمجھی جاتی۔ خاص کر ان کی زندگی کا وہ حصہ جبکہ وہ غدر کے بعد بھاگ کر عرب چلے گئے تھے روزنامچہ میں بالکل مذکور نہیں ہے، حالانکہ وہ سب سے زیادہ دلچسپ چیز تھی، اور انگریزوں کے قبضہ دہلی کے بعد جو کچھ دہلی والوں پر مظالم ہوئے ان کی تفصیل بھی ٹھیک ٹھیک نہیں ہے۔ اس سے بہت زیادہ باتیں تو میں نے "دہلی کی جانکنی" میں لکھدی ہیں۔

میں جب اس بات پر غور کرتا ہوں کہ معین الدین حسن خاں نے پورے حالات کیوں نہیں لکھے اور سچی باتوں کو اور گزرے ہوئے واقعات کو بھی نہایت ڈرتے ڈرتے اشارتاً لکھا، اس کی کیا وجہ ہے؟ اور اس کی کیا وجہ ہے کہ انھوں نے مٹکاف صاحب سے عہد لیا کہ میری زندگی تک یہ روزنامچہ شائع نہ کیا جائے؟ اور اس کی کیا وجہ تھی

کہ انہوں نے اپنے زمانۂ فرار کی کیفیت بالکل نہیں لکھی ؟

میرے ذہن میں ان سب سوالات پر غور کرنے سے یہ جوابات پیدا ہوتے ہیں :-

(۱) وہ غدر کے ہولناک مناظر اور اپنے خاندان اور تمام مسلمانوں کی تباہی سے نہایت خوفزدہ ہو گئے تھے اور اس میں وہ حق بجانب تھے۔

(۲) یہ بھی خوف ہی کی وجہ سے ہوا، کیونکہ ان کو ہر وقت ڈر تھا کہ میری تحریر مجھکو دوبارہ گرفتار نہ کرا دے۔

(۳) یقیناً ان کے زمانۂ فرار میں کچھ ایسے واقعات تھے جن کا لکھنا وہ اپنی ذات اور اپنے خاندان کے لئے خطرناک سمجھتے تھے۔

یا یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود مٹکاف صاحب نے معین الدین حسن خاں کے روزنامچہ سے وہ باتیں نکالدیں جو ان کو برٹش گورنمنٹ اور انگریزی قوم کے خلاف نظر آئیں اور یہ بات خود مٹکاف صاحب کی عبارت سے ظاہر ہوتی ہے جو انہوں نے شروع میں لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ :-

"معین الدین حسن خاں نے ہندوستانی نقطۂ نظر سے یہ روزنامچہ لکھا ہے۔"

مگر جب اس روزنامچہ کو پڑھا جاتا ہے تو اس میں ایک بات بھی ہندوستانی نقطۂ نظر کی نہیں ملتی جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمہید لکھنے کے بعد مٹکاف صاحب نے معین الدین حسن خاں کے روزنامچہ کو دیکھا تو اپنی قوم کے خلاف جس قدر باتیں ان کو نظر آئیں وہ انہوں نے کاٹ دیں، ناظرین جب معین الدین حسن خاں کے روزنامچہ کے آخری حصہ کو غور سے دیکھیں گے تو انہیں خود معلوم ہو جائیگا کہ عبارت بے سر و پا اور کچھ مبہم سی ہو گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے کچھ حصے کاٹ دیئے گئے ہیں۔

اس روزنامچہ سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ معین الدین حسن خاں سپاہی دمی

تھے، منشی نہیں تھے۔ اور ان کو روزنامچہ لکھنا نہیں آتا تھا۔ ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ انہوں نے چشمدید باتیں لکھی ہیں، افواہیں نہیں لکھیں۔ مگر ان کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں زیادہ تر افواہیں درج ہیں۔

آخر میں مٹکاف صاحب کی اس شرافت کا دلی شکرگزاری کے ساتھ اقرار کرتا ہوں کہ اُنہوں نے اپنی جان بچانے والے معین الدین حسن خاں کی جان بچائی، اور جب معین الدین حسن خاں پر ان کی گرفتاری کے بعد مقدمہ قائم ہوا تو اپنے خرچ سے قانونی امداد مہیا کی، یہ بات ہندوستانیوں کی صحبت میں زیادہ عرصہ تک رہنے کی وجہ سے ان میں پیدا ہو گئی ہو گی۔

مٹکاف صاحب نے تمہید میں غدر اور قلعہ کے متعلق جو کچھ رائے لکھی ہے اس کی نسبت میں کچھ نہیں لکھنا چاہتا۔ ناظرین خود اس کا فیصلہ کر لیں گے۔ البتہ ہندوؤں کی نسبت جو اُنہوں نے لکھا ہے کہ وہ سازش کرنے کا سب سے زیادہ مادہ رکھتے ہیں، میرے خیال میں ہندوؤں کی توہین ہے۔ اگر بالفرض ان کو ہندوؤں کی سازشوں کا کوئی خاص تجربہ ہوا تھا تب بھی تمام ہندو قوم پر اتنا سنگین الزام لگانا بہت بڑی بات ہے، اگرچہ انہوں نے اپنے دعوے کے ثبوت میں بہت سی دلیلیں بھی لکھی ہیں لیکن وہ سب دلیلیں جلدی قبول کر لینے کے قابل نہیں ہیں۔

جیون لال کا روزنامچہ

منشی جیون لال کا روزنامچہ بہت مفصل، بہت واضح اور بہت دلچسپ ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ منشی جیون لال کو روزنامچہ لکھنے کی بہت ہی اچھی مہارت تھی اور انہوں نے اس فرض کو ایسی خوبی سے انجام دیا ہے کہ میں نے آج تک کوئی روزنامچہ نہیں دیکھا جس میں جزئیات کی تفصیل اس سلیقہ کے ساتھ بیان کی گئی ہو۔

مگر مجھے اور ہر پڑھنے والے کو یہ شبہ کرنے کا حق ہے کہ منشی جیون لال نے یہ روزنامچہ

بحیثیت انگریزی نوکر کے لکھا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ بعد کی نسلیں جس طرح ہو سکے ہندوستانیوں سے اور ان کی خصلتوں سے مایوس اور بدگمان ہو جائیں اس واسطے اُنہوں نے نہایت قابلیت کے ساتھ شاہی خاندان اور تمام ہندوستانیوں کی اخلاقی کمزوریاں اس عقلمندی سے کھائی ہیں کہ وہ دل و دماغ میں زہر کی طرح سے اُتر جاتی ہیں۔

روزنامچہ کی روش سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُس ڈائری کی نقل ہے جو منشی جیون لال بطور جاسوس کے انگریزوں کو بھیجا کرتے ہونگے۔ کیونکہ اس میں زیادہ تر وہی باتیں ہیں جن کا تعلق جنگی معاملات سے ہے، اور جن کا معلوم کرنا انگریز افسروں کو لڑائی کیلئے مفید ہو سکتا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شاہزادے بدچلن تھے، لڑائی سے ناواقف تھے اور ان میں خودسری تھی۔ لیکن ان میں کچھ خوبیاں بھی تھیں۔ ایسا ہی جو فوجیں انگریزوں کے خلاف دہلی میں جمع ہوئی تھیں ان میں اور ان کے افسروں میں جہاں مذکورہ بُرائیاں تھیں جن کا ذکر روزنامچہ میں ہے، وہاں بہت سی قابل تعریف باتیں بھی تھیں، مگر منشی صاحب نے ہر جگہ ان سب کی بُرائیاں ہی بُرائیاں لکھی ہیں خوبی ایک بھی نہیں لکھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انگریزی نوکری ادا کر رہے تھے، اور صرف وہی اطلاعات لکھتے تھے جن سے انگریز افسر خوش ہوں یا جن سے لڑائی میں ان کو مدد ملے۔

منشی جیون لال نے سب سے زیادہ روپے کے جبریہ وصول کو بہت تکرار کے ساتھ لکھا ہے اور اس کو ایسا بدنما بنا دیا ہے کہ پڑھنے والے کا دل شہزادوں اور دیسی فوجوں سے نفرت کرنے لگے گا۔ مگر شاید ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ لڑائی کے موقع پر اس سے زیادہ واقعات رعایا کو پیش آیا کرتے ہیں۔ یورپ کی بڑی لڑائی جو ابھی حال میں ہوئی تھی اس کے دوران میں بڑی بڑی مہذب حکومتوں نے شہریوں کے مکانات اور ان کی سواریاں اور ان کا روپیہ اور ان کی ہر چیز جبراً چھین لی تھی۔

اور ایسی ایسی سفاکیاں ان سے سرزد ہوئیں تھیں جن کو دہلی کی افواج اور شاہی خاندان کے افعال سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ دہلی والوں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ مہذب بادشاہوں نے تو اس سے دس حصے زیادہ رعایا کو ستایا۔ جرمن قوم کے مظالم کس نے نہیں سُنے اور کس نے نہیں پڑھے؟

سب سے بڑی تردید منشی جیون لال کے بیانات کی خود ان کا وجود ہے کہ باوجود یہ ثابت ہو جانے کے کہ وہ باقاعدہ مخبریاں کرتے ہیں، شاہی خاندان اور فوج نے ان کو قتل نہیں کیا اور وہ ایک مسلمان کی سفارش اور حمایت سے زندہ بچ گئے۔

بہادر شاہ کی شخصیت

گذشتہ تمام کتابوں کے تیار کرتے وقت جو میں نے غدر کے سلسلہ میں شائع کی ہیں اور اس روزنامچہ کے پڑھنے کے بعد میرے دل میں بہادر شاہ کی شخصیت کی عظمت بہت بڑھ گئی ہے۔ غدر کے تمام ایکٹروں میں وہی ایک ایسے چیف ایکٹر تھے جن کے پارٹ میں ہمدردی، رحم دلی، رعایا پروری، اور ہندو مسلمانوں سے یکساں محبت اور جنگی تدابیر کی قابلیت اور مغلیہ حکمت عملیاں ایک ایک بات سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اگر ان کو کارندے بھی لائق مل جاتے تو وہ یقیناً کامیاب ہوتے۔ اسی برس کا بوڑھا آدمی جس کی ساری عمر عیش آرام میں گزری ہو جس مستعدی کے ساتھ رات دن جنگی کام میں مصروف رہتا تھا، اور ہر معاملہ میں صحیح، مختصر اور عاقبت اندیشی کی رائے دیتا تھا، یہ بات معمولی نہیں تھی اور بہادر شاہ کی اعلیٰ شخصیت کا ایک نمونہ تھی۔ اگر وہ کامیاب ہو جاتے تو یہی چیزیں نہایت تعریف کے ساتھ تاریخوں میں ان کے کمالات بنکر شائع ہوتیں۔

جنرل بخت خاں

منشی جیون لال نے محمد بخت خاں کی خوبیاں بالکل نہیں لکھیں جیسا کہ انہوں نے کسی کی تعریف کو بھی

ہاتھ نہیں لگایا حالانکہ بخت خاں ایک ایسا لائق افسر تھا کہ اگر اس کے کاموں میں مزاحمت نہ کی جاتی، تو وہ آخر زمانہ کا سب سے بڑا فاتح ہوتا۔ اور ہندوستان کا بچہ بچہ اس کے نام پر فخر کرتا۔ جنرل بخت خاں نے جس کامیابی سے حملے کیئے اور جو تدبیریں انگریزی نقشۂ جنگ کے برخلاف استعمال کیں ان کا اشارتاً میں نے پچھلے حصوں میں ذکر کر دیا ہے، وہ یقیناً اس قابل ہیں کہ جن سے وہ اعلیٰ شخصیت کے افسر مانے جا سکتے ہیں۔ اگر مرزا مغل ان کے سدراہ نہ ہو جاتے تو ان کی کامیابی یقینی تھی۔

منشی جیون لال نے انگریزوں کے خلاف ہندوستانی حملوں کا بہت کم ذکر کیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستانیوں کو شکست ہوئی۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ ان کے حملے نہایت دلیرانہ اور پوری باقاعدگی اور فوجی اصول کے ساتھ ہوتے تھے۔ جس نے انگریزی افواج کے چھکے چھڑا دئے تھے۔

حکیم احسن اللہ خاں

اس روزنامچہ اور گذشتہ حصوں کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ حکیم احسن اللہ خاں نہایت عاقل اور ہندوستان کے اصلی خیر خواہ تھے۔ ان کی نسبت باغی فوجوں کو جو بدگمانیاں ہوئیں وہ زیادہ تر غلط فہمی پر مبنی تھیں۔ ان کی انگریزوں سے کچھ سازباز نہ تھی لیکن وہ عاقبت اندیشی کے ساتھ کام کرنا چاہتے تھے، اور اصل بات تو یہ ہے کہ وہ بے غرض سچے آدمی تھے اور جیسا کہ بے غرض سچائی اس دنیا میں انسان کو بدنام کر دیتی ہے ایسا ہی حکیم احسن اللہ خاں ہندوستانیوں میں بھی بدنام ہوئے، اور انگریز بھی ان سے خوش نہ رہے۔

منشی جیون لال نے ۱۴ ستمبر کے بعد جبکہ انگریز دہلی میں داخل ہوئے، پھر کچھ نہیں لکھا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ان کی مخبری کا زمانہ ختم ہو گیا تھا، اور انگریزوں کو اطلاعات کی ضرورت نہ رہی تھی۔ اس واسطے انکی ڈائری ۱۴ ستمبر کو ختم ہوگئی۔

اور یہ بھی شبہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے خوف کی وجہ سے ۱۴ ستمبر کے بعد واقعات نہیں لکھے کیونکہ اس دن سے انگریزی افواج کے مظالم کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔

یا ممکن ہے کہ خود مٹکاف صاحب نے یہ حصہ اُڑا دیا اور شائع نہ کیا، کیونکہ اس میں ان کی قوم پر حرف آتا تھا۔

بہرحال میں یہ دونوں روزنامچے شائع کرتا ہوں، اور ان کے پڑھنے سے جو اثر میرے دل پر ہوا، اس کو میں لکھ دیتا ہوں، اس کے بعد ناظرین کو خود فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے کہ ان پر ان کے پڑھنے سے کیا اثر ہوگا؟ لیکن جہاں تک میرا خیال ہے منشی جیون لال نے جو کچھ لکھا ہے، اس نازک زمانہ کی نوکری کی حالت میں ان کو ایسا ہی لکھنا چاہیئے تھا۔ اگر ان کی جگہ میں ہوتا تو شاید ایسا ہی لکھتا، یا اس سے بھی زیادہ خوشامد کے لیئے مجبور ہوتا کہ گھبراہٹ کے زمانہ میں بڑے بڑے جوانمردوں کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں ✦

حسن نظامی

۱۴ اگست سنہ ۱۹۲۵ء

دیباچہ

میرے خاوند نے اس کتاب کی تمہید میں بیان کر دیا ہے کہ کس طرح سے محاصرۂ دہلی کے زمانہ کے دو روزنامچے ان کے ہاتھ لگے۔ اصلی مسودات کے ترجمہ اور ان کی ترتیب کا کام ان کی زندگی کے آخری ایام میں ان کے لیئے انتہائی دلچسپی کا مشغلہ تھا اور یہ کام ۱۸۹۲ء میں ان کی وفات سے چند ہفتے قبل ہی پایۂ تکمیل تک پہنچا تھا غدر کے متعلق انگریزوں نے انگریزی نقطۂ خیال سے ادبی دنیا میں کثرت سے حالات لکھے ہیں لیکن جہاں تک انہیں علم تھا ہندوستانی قلم سے صرف یہی روزنامچے لکھے گئے ہیں جن کی اشاعت ان کی دلی دلچسپی کا باعث تھی، افسوس ہے کہ وفات کی وجہ سے وہ اپنی اس خواہش کی تکمیل نہ کر سکے اور وہ یہ کام میرے لیئے چھوڑ گئے تاکہ میں اسے اپنی قابلیت کے مطابق انجام دوں۔ اگر انگریزی پبلک نے اس کتاب کو پڑھنے میں اتنی ہی دلچسپی کا اظہار کیا جتنی دلچسپی اُنہوں نے ترجمہ کرنے اور اس کو ترتیب دینے میں لی ہے تو یقیناً ان کی محنت رائگاں نہ جائیگی۔

الیستھر۔ جی۔ مٹکاف

(غالباً یہ مٹکاف صاحب کی بیوی ہیں)

حسن نظامی

یکم فروری ۱۸۸۵ء کو مجھے حیدرآباد سے حسبِ ذیل تار موصول ہوا:-

"معین الدین حسن خاں کل صبح انتقال کر گئے۔"

اس واقعہ کی وجہ سے میں اپنے وعدے سے آزاد ہو جاتا ہوں جو میں نے ۱۸۷۸ء میں کیا تھا یعنی یہ کہ میں معین الدین حسن خاں کی حین حیات ان مسودات کی اشاعت نہ کروں گا جو اُنہوں نے مجھے ایسے حالات کے ماتحت دیے تھے جن کا ذکر بعد میں آئیگا، میں اب اُن مسودات کا انگریزی میں ترجمہ پیش کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ ۱۸۵۷ء کی تاریخ غدر میں اس سے نمایاں اضافہ ہوگا۔ اس روزنامچہ کا دلچسپ پہلو اُن واقعات میں مضمر ہے جو دہلی میں وقوع پذیر ہوئے، غدر کے متعلق اِس قدر لکھا جا چکا ہے کہ مجھے پبلک کے روبرو یہ کتاب پیش کرتے ہوئے پس و پیش ہوتا ہے، ہندوستان اور انگلستان کا مفاد اسی میں ہے کہ اس خوفناک بغاوت کے تلخ واقعات بالکل بھلا دیے جائیں۔ دوسری طرف اس عظیم الشان واقعہ کا تاریخی پہلو ہے جس سے ہمیشہ دلچسپی لی جائیگی۔ جس نسل نے غدر کے واقعات کا مشاہدہ کیا تھا وہ اب رفتہ رفتہ معدوم ہو رہی ہے۔ جن لوگوں نے اس میں حصہ لیا تھا ان میں سے بہت سوں کا انتقال ہو چکا ہے۔ موجودہ نسل جس کے ہاتھ میں ہمارے سب سے زبردست مقبوضہ کی عنانِ حکومت ہے، جوش دلانے والے واقعات کی تفصیلات سے بالکل ناآشنا ہے۔ ہندوستان کا ہر کونہ جہاں جہاں سپاہیوں نے بغاوت کی بجائے خود اپنی تاریخ ہے لیکن دہلی اور لکھنؤ غایت درجہ دلچسپی کے مرکز تھے۔ شمالی ہندوستان کے ان مرکزوں میں سے ایک مرکز میں باغی سپاہی بتدریج مجتمع ہوتے گئے، جوں جوں پلٹنیں یکے بعد دیگرے بغاوت کرتی رہیں اور دہلی ہی وہ مقام تھا جہاں بالآخر ہماری فوقیت

کا مسئلہ طے ہوا مجھے ان دلخراش نظاروں کو دوبارہ پیش کرنے میں سخت پس وپیش ہے جن کے خیال نے اس دور کے یورپینوں کے جذبات کو اس درجہ برافروختہ کردیا تھا جسکا آجکل اندازہ کرنا سخت مشکل ہے۔ اس وقت ہندوستانی کیرکٹر کا ایسا پہلو دیکھنے میں آیا تھا جس کی نسبت یورپینوں کا گمان تھا کہ وہ موجود نہیں ہے۔ کمپنی کی فوج کے افسروں سے زیادہ کسی کو سپاہیوں پر بھروسہ نہ تھا اور یہ اعتماد اس وقت تک قائم رہا جب تک کہ مہلک کارروائی عمل میں نہ آگئی۔ اُس دور کی خونریزی اور افراتفری میں ایسے ہندوستانی بھی موجود تھے جو وفادار اور مخلص رہے اور جن کے دلوں پر زمانہ کے جنون نے کچھ اثر نہیں کیا۔ ان روزنامچوں میں سے ایک کا مصنف اس وفاداری اور اخلاص کی بہترین مثال ہے منشی جیون لال تعلیم یافتہ ہندوستانی تھے جن کا تعلق غدر سے پیشتر شاہ دہلی کی درباری زندگی سے برسوں تک اور دوران غدر میں بھی رہا۔ ان کے والد گردھاری لال جو اورنگ زیب کے وزیر اعظم راجہ رگھوناتھ کی براہ راست اولاد میں تھے، ابتدا میں سرڈیوڈ آکٹرلونی کے منشی تھے اور اس کے بعد سرچارلس مٹکاف کے منشی ہوگئے جبکہ وہ مغلیہ دربار میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کی حیثیت رکھتے تھے۔ جیون لال نوعمری کے زمانہ میں بھرتپور اور جے پور کے محاصرہ کے وقت موجود تھے جبکہ جون ۱۸۳۵ء میں مسٹر بلیک اسسٹنٹ ریزیڈنٹ مارے گئے ہیں۔ بعد میں وہ اُن بے شمار پنشنوں کے محاسب مقرر ہوگئے جنہیں انگریزی گورنمنٹ بادشاہ کے خاندان کو دیا کرتی تھی اور اس طرح ان کی حیثیت ایلچی کی سی ہوگئی تھی جو گورنر جنرل کے ایجنٹ کے پاس سے مغلیہ بادشاہ کے دربار میں خفیہ پیغامات پہنچاتے تھے، برسوں تک بادشاہ اور ان کے خاندان سے ان کا براہ راست تعلق رہا اور اس طرح سے وہ بادشاہ کے گردوپیش کے مختلف افراد اور قلعہ کی سازشوں سے واقف تھے۔ دہلی میں غدر اور شہر کے محاصرہ کے دوران میں وہ شہر ہی میں مقیم تھے اور دہلی کی اندرونی بات سے واقف تھے اور خبریں دیتے تھے۔ ان پر لوگوں کو اکثر سرکاری مخبر کا شبہ

ہو جاتا تھا۔ لیکن قلعہ کے رسوخ کی وجہ سے وہ ہمیشہ محفوظ رہے۔ وہ ذات کے کالیستھ تھے اور بلحاظ پیشہ محرر تھے۔ وہ روزمرہ کے واقعات کو قلمبند کرتے رہتے تھے اور اس طرح سے وہ ایام محاصرہ کا ایک قیمتی تفصیلی روزنامچہ چھوڑ گئے ہیں۔ انگریزی سلطنت کے دوبارہ قائم ہو جانے پر منشی جیون لال آنریری مجسٹریٹ اور میونسپل کمشنر بنا دیے گئے اور جب ان کا انتقال ہوا ہے تو ہندوستانی باشندوں یا انگریز عہدہ داروں میں کوئی ایسا نہ تھا جسے افسوس و رنج نہ پہنچا ہو کیونکہ وہ سب ان کی نیکی اور قابلیت کے معترف تھے برطانوی حکومت کو ان سے زیادہ وفادار ملازم نہیں ملا اور ۱۸۵۷ء کے ایام گرما کے جن واقعات کو انہوں نے قلمبند کیا ہے اس سے زیادہ قابلِ اعتماد معلومات میسر نہیں آسکتی۔ دہلی میں شاہی دربار کے موقع پر انہوں نے مجھے اپنی ڈائری عنایت کی اور ساتھ ہی انہوں نے میرے لیے سرکاری بار کی ڈائری بھی حاصل کر لی جسے بادشاہ کے عبادت خانہ کے مولوی لکھا کرتے تھے۔

ہندوستان سے میرے خاندان کا تعلق ۱۷۶۰ء سے ہے اور ۱۸۳۰ء سے منشی جیون لال کے علاوہ میری ملاقات معین الدین حسن خاں سے ہوئی جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ یہ شخص جنہیں اخلاقاً نواب معین الدین حسن خاں کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ شریف گھرانے سے متعلق تھے جو سمرقند سے ہندوستان اپنی قسمت آزمانے کے لیے آیا تھا۔ ابھی وہ لڑکے ہی تھے کہ اس زمانہ کے ریزیڈنٹ سر ٹامس مٹکاف کی توجہ ان کی جانب مبذول کرائی گئی اور وہ بعد میں اپنے چھوٹے بھائی سمیت پولیس کے انسپکٹر مقرر ہو گئے، غدر چھڑنے کے وقت یعنی مئی ۱۸۵۷ء میں وہ اسی عہدہ پر ممتاز تھے۔ بادشاہ، درباریوں اور محل کی سازشوں سے واقف ہونے کی وجہ سے وہ نہایت دوراندیشی کو کام میں لا کر بادشاہ کی جماعت کے ساتھ مل گئے۔ ابتدا میں وہ باغی بادشاہ کی زیر حکومت محکمۂ پولیس کے منتظم افسر رہے اور بعد ازاں وہ باغی فوجوں کے کرنیل ہوئے جنہیں خود انہوں نے مرتب کیا تھا، جب انگریزوں کا شہر پر قبضہ ہوا تو اس وقت وہ بھاگ گئے، ان کی گرفتاری کے لیے انعام مقرر تھا۔ دہلی

سے بھاگ کر وہ بمبئی آئے اور پھر وہاں سے وہ عرب چلے گئے۔ وہاں وہ چند برس تک بعض باغی لیڈروں کے ساتھ رہے جو ان کی طرح ہندوستان چھوڑ دینے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ اس اثنار میں ان کے بھائی محمد حسن نے جو ایام محاصرہ میں سر جان مٹکاف سے متعلق تھے، اور بعد میں ان کی معیت میں کولو اور تبت بھی گئے تھے انہیں عرب سے واپس آجانے پر زور دیا۔ وہ بمبئی تک آئے اور وہاں اتنے عرصہ تک مقیم رہے جب تک کہ گھر کی یاد نے انہیں بیقرار نہ کر دیا۔

ان کے دل میں اپنے خاندان کے باقی ماندہ افراد سے ملنے کی بے حد آرزو تھی مشورہ کے مطابق انہوں نے اپنے تئیں حکام دہلی کے حوالہ کر دیا۔ سر جان مٹکاف نے جو اس زمانہ میں انگلستان میں مقیم تھے، تار دیا کہ ان کے لیئے بہترین وکیل کا انتخاب کیا جائے، ان پر مقدمہ چلایا گیا اور یورپینوں کے قتل کے تمام جرائم سے انہیں رہائی دی گئی اور دہلی کی جنگ میں جو حصہ انہوں نے لیا تھا اس کے لیئے انہیں معافی دی گئی۔ دہلی دربار کے موقع پر ان کے معاملہ کو گورنمنٹ ہند کے گوش گزار کیا گیا جس نے ان خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے جو انہوں نے سر جان مٹکاف (جن کی جان انہوں نے دہلی میں بچائی تھی) کے لیئے انجام دی تھیں، قلیل سی رقم بطور عطیہ کے منظور کی۔ اپنی رہائی کے بعد معین الدین وقتاً فوقتاً مجھ سے ان مختلف اضلاع میں ملاقات کرتے رہے جہاں میں رہا اور بعد میں انہوں نے اپنے مسودات سے وہ روزنامچہ تیار کیا جس کا ترجمہ میں نے کیا ہے اور جسے پہلی مرتبہ کتاب کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ جو جو کام انہوں نے کیا اسے انہوں نے نہایت ایمانداری کے ساتھ قلمبند کر دیا ہے۔ انہوں نے بلاشبہ اسلامی جوش کے ساتھ بغاوت میں حصہ لیا تھا اور وہ سلطنتِ مغلیہ کا دوبارہ قیام دیکھنے کے خواہشمند تھے لیکن مجھے کچھ شبہ نہیں کہ ان کا طرزِ عمل ان مہربانیوں سے متاثر تھا جو یورپینوں نے

ان کے ساتھ کی تھیں اور ساتھ ہی انہیں علم تھا کہ ان کا آقا جن کی جان انہوں نے ابھی ابھی بچائی ہے، دہلی میں بادشاہ سے ان کی کارگزاری کا مشاہدہ کر رہا ہے۔

متذکرہ بالا الفاظ سے معلوم ہوگا کہ جو واقعات ان اوراق میں قلمبند کئے گئے ہیں ان کی قدر و قیمت اس بات میں مضمر ہے کہ وہ خالصتہً ہندوستانی ذرائع سے حاصل کیے گئے ہیں اور جہانتک مجھے علم ہے غدر کی تاریخ میں ہندوستانیوں کی طرف سے اولین قابل قدر اضافہ ہے، انگریزی قارئین کو ان واقعات کے مطالعہ کے لئے تیار کرنے کی غرض سے میں مختصراً (۱) اسباب غدر اور (۲) غدر کے وقت دہلی کے برائے نام بادشاہ کی پوزیشن پر بحث کرونگا اور آخر میں ہندوستان میں انگریزی پوزیشن کی کمزوری دکھاؤں گا جس کی وجہ سے باغیوں کو عارضی کامیابی حاصل ہوسکی اور مقابلۃً جلد کامیابی حاصل ہوئی۔

اسباب غدر

اس امر کے بارے میں بہت سی آراء ظاہر کی گئی ہیں کہ وہ کونسے اسباب تھے جن کی وجہ سے بنگال کی فوج نے بغاوت کی۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ ایک جماعت کی بغاوت تھی جسے عرصہ دراز سے بغاوت پر آمادہ کیا جارہا تھا۔ بعض نے بتایا ہے کہ وہ اس قومی تحریک کا نتیجہ تھا جس کا مقصد غیر ملکی حکومت سے ہندوستان کو آزاد کرنا اور از سر نو اسلامی حکومت قائم کرنا تھا۔ لارڈ ڈلہوزی کی الحاقی پالیسی بعض کے نزدیک غدر کا ابتدائی سبب قرار دی گئی ہے۔ سر جان کئے نے سر جان آؤٹرم کے ایک بیان کو درج کیا ہے کہ بغاوت کی تحریک کی ابتدا مسلمانوں کی طرف سے بہت عرصہ قبل شروع ہوچکی تھی۔ بعض مصنفین نے یہ خیال پیدا کردیا ہے کہ قدیم شاہی گھرانوں کے کارندوں نے جنہیں انگریزوں نے وقتاً فوقتاً سلطنت سے محروم کردیا ہندوستانی

فوج کے دل میں بڑے بڑے خیالات پیدا کر دیے تھے اور یہی وہ کارندے تھے
جو ایک شہر سے دوسرے شہر میں بغاوت کا بیج بوتے پھرتے تھے، ایک اور مصنف
کا بیان ہے کہ بغاوت اس تعصب کا نتیجہ تھا جسے دربار ایران کے ایک اعلان نے
پیدا کر دیا تھا جس کی نقول بلاشبہ تمام ہندوستان میں تقسیم کر دی گئی تھیں۔ بعض
کی رائے میں غدر خالصتہً اسلامی بغاوت تھی اور بعض کا خیال ہے کہ یہ ہندوؤں
اور مسلمانوں کی مشترکہ بغاوت تھی اور یہ کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں انگریزوں
کی مخالفت میں ہمدردانہ جذبات پیدا کرنے کی غرض سے کارتوسوں کا بہانہ تلاش
کیا گیا تھا۔ ممکن ہے کہ بعد میں لارڈ کیننگ کے کاغذات کی اشاعت اس متنازعہ فیہ
مسئلہ پر روشنی ڈال سکیں۔ اس اثناء میں ایک ہندوستانی کی رائے جو بغاوت
میں خود شریک تھا اور بغاوت کے ایک سے زیادہ سرغنہ سے قریبی تعلقات رکھتا
تھا جبکہ وہ عرب میں پناہ گزین کی حیثیت سے موجود تھا، بجائے خود بہت دلچسپ
ہے۔ بغاوت کے وقت سے لیکر اب تک کوئی ایسی یقینی شہادت شائع نہیں ہوئی جس
سے اس مسئلہ پر جدید روشنی پڑے، اگرچہ میں نے بطور خود بہت سے قابل اور مشہور
ہندوستانیوں سے گفتگو کی ہے۔ اس سے زیادہ نئے واقعات ظاہر نہیں ہوئے کہ
بغاوت شروع ہونے سے کئی سال پیشتر سے انگریزی حکومت کے خلاف بددلی پھیل
رہی تھی جنوب سے شمال اور مغرب سے مشرق تک ہم نے اپنی طاقت کو رفتہ رفتہ
وسعت دیدی تھی اور بڑی سختی کے ساتھ اپنی حکومت کو قائم کیا تھا اور ساتھ ہی
آوارہ اور جنگجو قوموں کی پرانی عادات کو قابو میں کر لیا تھا اور زمینداروں اور
مالدار راجاؤں کے خلاف قانون اطوار پہ پابندی قائم کر دی تھی۔ اس طرح سے ہر
جماعت کی شہرویوں میں کمی آ گئی تھی اور وہ زیادہ محدود اختیارات کے ساتھ قانون
کی گرفت میں آ گئی تھی۔ پیشہ ور لٹیرے اور چور اور ڈاکو جن سے گاؤں کے گاؤں

آباد تھے بتدریج اپنے پیشہ کو دن بدن زیادہ خطرناک پانے لگے۔ ٹھگ اور زہر دینے والے ناجائز مسکرات اندرون ملک میں لانے والے اور ناجائز طریقہ سے کشید شراب کرنے والے، بردہ فروش، جعل ساز، جعلی سکے بنانے والے، اور مویشی چرالیجانے والے، الغرض ان سب نے جدید نظام حکومت کی طاقت کو محسوس کرلیا تھا مسلمانوں اور مرہٹوں کے زمانۂ حکومت میں ان جرائم کو ایک حد تک دبا دیا گیا تھا لیکن انگریزی پولیس کے راج کے مقابلہ میں جرائم کی مذکورۂ بالا کمی بالکل بے حقیقت شے تھی، ممکن ہے کہ رشوت اب بھی جرم کرنے والوں کو متعلقہ سزا سے رہائی دلوادے لیکن جوں جوں زمانہ گزرتا گیا روپیہ رہائی کے وزائع بہم پہنچانے سے قاصر ہوتا گیا۔ اس جزیرہ نما کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک انگریزی نظام سلطنت کی خاموش طاقت جلوہ گر تھی جس نے ہندوستانیوں ہی کو اپنا آلۂ کار بنایا۔ نسلاً بعد نسلٍ ایک گاؤں دوسرے گاؤں سے نفرت رکھتا تھا، ایک ریاست دوسری ریاست کے خلاف تھی اور یہ کہ جب آدمیوں کے ادنے جذبات نمایاں ہوجاتے تھے تو اس وقت تلوار ہی فیصلہ کیا کرتی تھی۔ یہ بات لوگوں کی فطرت میں داخل ہوگئی تھی کہ ہر تنازعہ کا فیصلہ لڑکر کیا جائے۔ اس مشق میں رفتہ رفتہ کمی آتی گئی۔

زمینداروں نے جو اپنے بزرگوں کے وقت سے نادہند آسامیوں سے لگان وصول کرنے میں طرح طرح کے مظالم روا رکھتے تھے یہ دیکھا کہ اب ہم بغیر سزا پائے مظالم نہیں کرسکتے۔ سوسائٹی کی ہر جماعت و طبقہ پر اب نگرانی تھی۔ قانونی عدالتیں اور بالخصوص عدالتہائے خفیفہ بجائے خود ایک مصیبت تھیں، اس لئے کہ جج ہندوستانی ہونے کے باوجود بسا اوقات مالداروں کی جانب سے غریبوں پر ظلم کرنے کے لیئے بطور ذریعہ استعمال کیئے جاتے تھے۔ ہندو قوم کے مذہبی پیشوا یعنی برہمنوں نے دیکھا کہ ہمارا رسوخ دن بدن کم ہورہا ہے۔ ہماری عظمت و احترام میں کمی آرہی ہے

جو حقوق ہمیں ہندوستانی حکمرانوں کے عہدِ سلطنت میں میسر تھے ان میں تنزل آگیا ہے۔ ہماری مقدس زبان کو قابلِ نفرت غیرملکی لوگوں نے سیکھنا شروع کر دیا ہے اور ان کے مذہب کے بارے میں عجیب و غریب پادری بحث کرنے لگے ہیں۔ الغرض ہر جگہ بد دلی پھیلی ہوئی تھی۔ ہندو غیر مطمئن تھے، مسلمان اپنی جنگجویانہ روایات کا خیال کرتے ہوئے اپنے گزشتہ بادشاہوں کی عظمت و جلال کا خواب دیکھ رہے تھے اور روزانہ اپنی سلطنت کی بحالی کے لیے دعا مانگا کرتے تھے۔ مرہٹے لیک اور ویلزلی کی فتوحات پر آٹھ آٹھ آنسو بہا رہے تھے۔ اعلیٰ جماعتوں میں انگریزوں کی طرف سے نفرت تھی، ادنےٰ جماعتوں میں جہالت اور تعصب زوروں پر تھا اور سازش کا ہر جگہ دور دورہ تھا۔ جزوی بغاوت اِدھر اُدھر پھیلی ہوئی تھی کبھی کولیوں میں کبھی سنتھالوں میں اور کبھی گونڈوں میں۔ مٹھی بھر انگریز وسیع برِاعظم پر قابض تھے اور اسکی وجہ یہ نہ تھی کہ ان کی فوج تعداد میں زیادہ تھی بلکہ ہندوستانیوں کا یہ خیال تھا کہ وہ ناقابلِ تسخیر ہیں، جوں جوں زمانہ گزرتا گیا، ہمارے نظام اور ذرائع حکومت سے وہ واقف ہوتے گئے اور اس واقفیت نے ان کی آنکھیں کھول دیں اور انہیں معلوم ہو گیا کہ ہماری تعداد نہایت ہی حقیر ہے "بحرِ شمالی کا یہ چھوٹا سا حقیر جزیرہ کس قدر فوج میدانِ جنگ میں بھیج سکتا ہے؟" اور "یہ جان کمپنی کون ہے جو ہندوستان جیسے وسیع برِاعظم پر حکمران ہے۔ کیا وہ ایک شخص ہے؟" اس کے بارے میں کہ وہ کیا ہے اور کون ہے لوگوں کی آرا مختلف تھیں، یہ بات صاف ظاہر تھی کہ خواہ وہ شخص واحد ہو یا کمپنی ہو ہندوستان پر اس کا قبضہ ہندوستانی فوجوں کے ذریعہ قائم تھا۔ اگر وہ اس کا ساتھ چھوڑ دیں تو چند فرنگی جو اِدھر اُدھر پھیلے ہوئے ہیں اور جو ہر قسم کی امداد سے دور پڑے ہیں، کیا کر لیں گے؟ ہندوستانی دماغ میں اس قسم کا خیال پیدا کرنے کے لیے کسی تعلیم کی ضرورت نہ تھی۔ یہ حقیقت ہر اُس

شخص پر واضح تھی جس نے ایک لمحہ بھی صورتِ حالات پر غور کیا ہوگا۔
بہرحال اس بات کا حل کبھی اطمینان کن طریقہ سے نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا
کہ آیا اس خیال نے سب سے پہلے ہندوستانی فوج کو ورغلانے کی ترکیب
سُجھائی یا یہ کہ ہندوستانی فوجوں کو ورغلانے کا کام اس وقت اختیار کیا گیا
جب یہ معلوم ہو گیا کہ ہر جگہ بد دلی پھیل رہی ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ مسلمان محرک
تھے اور انہوں نے ہی ہندوؤں کو شامل ہونے کی ترغیب دی۔ لیکن مسلمان اچھے
سازشی نہیں ہوتے، ان کے طریقے نہایت بھدّے ہوتے ہیں، وہ فوراً بلوہ کرنے
پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ان میں سازش کو کامیاب بنانے کے لیئے کئی اہم ضروریات
کی کمی ہے۔ برخلاف اس کے ہندو طبعًا سازش کے لیئے بنائے گئے ہیں۔ انہیں
صبر کرنے، نتائج کو قبل از وقت معلوم کر لینے اور مواقع کو اچھی طرح جانچ لینے، وقت
اور اسلحہ کا انتخاب کرنے، حالات سے فائدہ اُٹھانے، اصلی مقصد سے دور
نہ ہٹنے، قسمت کے ہر پانسہ سے فائدہ اُٹھانے کا سلیقہ حاصل ہے اور یہی وہ
قیمتی صفات ہیں جو سازش کو کامیاب بنانے میں مفید ہوتی ہیں۔ چپاتیوں کی
تقسیم کا واقعہ بعینہٖ اس واقعہ کا عکس تھا جو مرہٹوں کے شمالی ہند پر حملہ کرنے
سے پیشتر وقوع میں آیا تھا۔ صرف فرق اتنا تھا کہ بکری کے گوشت کی بجائے
روٹی کے ساتھ جواری کی ٹہنی تھی۔ سنتھالوں کی بغاوت سے قبل سال کے درخت
کی ٹہنی گاؤں بگاؤں بھیجی گئی تھی۔ ہندو چونکہ سبزی خور ہوتے ہیں یہ اغلب
معلوم ہوتا ہے کہ کچّے گوشت کا خیال اسلامی تھا یا جیسا کہ ظاہر کیا گیا ہے،
ممکن ہے اس کا مقصد کلی استیصال ہو۔ میری تو یہی رائے ہے کہ اس کا اصلی
مفہوم یہی تھا۔ اسلامی جہاد کا اعلان وعظ کے ذریعہ سے اور علم نبوی بلند کر دینے
سے ہو جاتا ہے۔ اغلب گمان یہ ہے کہ وہ مشترکہ اعلان تھا جو ہندو اور مسلمان

سازش کنندگان کا مشترکہ نتیجہ تھا۔ تاریخی واقعہ کے طور پر یہ بات تسلیم کی جا سکتی ہے کہ الحاق اودھ نے بد دلی میں اضافہ کر دیا تھا اور اس کی وجہ سے بغاوت جلد رونما ہوگئی الحاق کا اثر ہندو مسلمان دونوں پر پڑا اس لیے کہ اودھ میں ہندوؤں کی آبادی مسلمانوں سے بہت زیادہ ہے، اور مثالیں لیجیے۔ سیگولی کے رسالہ کی بغاوت لکھنؤ سے آئے ہوئے اسلامی قاصدوں کی کوشش کا نتیجہ تھا۔ یہ اور کنور سنگھ شاہ آبادی کی بغاوت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انگریزی حکومت کے خلاف ہندو اور مسلمان دونوں کام کر رہے تھے کنور سنگھ پر اُس شیطان نانا صاحب (بٹھور) کا اثر پڑا جس سے اس کی پہلے سے خط وکتابت ہو رہی تھی۔ کنور سنگھ نے اپنی باری سے بہار کے راجاؤں پر اثر ڈالنا شروع کیا۔ لیکن مہاراجہ دمراؤں اور دیو اور مہارانی ٹکری کی صورت میں اس کی کوششیں کارگر نہ ہوئیں۔ یہ تینوں انگریزوں کے وفادار دوست رہے اور انہوں نے دھمکیوں اور مواعید کی ذرہ برابر پروا نہ کی۔ مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ غدر کے مورخوں نے بٹھور کے نانا صاحب کا بہت کم تذکرہ کیا ہے حالانکہ یہ کام سی کا تھا کہ ہندو آبادی میں شورش برپا کرے۔

بغاوت کے وقت دہلی کے برائے نام تاجدار بادشاہ کی حیثیت

سنہ ۱۷۰۳ء میں برِ اعظم ہندوستان میں مرہٹوں کی طاقت سب سے زیادہ تھی مرہٹوں کی مختلف ریاستیں جو ایک صاحب لیاقت و تدبیر وزیر کے ماتحت تھیں اور جس کے جنرل سندھیا اور ہلکر تھے، تمام ملک کو زیر نگین کیے ہوئے تھیں۔ بندیلکھنڈ آگرہ اور دہلی بیک وقت مرہٹوں کے زیر حکمرانی تھے۔ اسلامی طاقت جو اتنے عرصہ

تک قائم رہی، اب بالکل فنا ہو چکی تھی۔ جب لارڈ لیک ۱۵ ستمبر ۱۸۰۳ء کو دریائے جمنا عبور کرکے دہلی میں داخل ہوا تو اس وقت اس نے دیکھا کہ اندھا اور معذور مغلیہ شاہنشاہ محض قیدی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا، وہ بہت کمزور و نحیف تھا، اس کے چہرہ پر بڑھاپے کے آثار نمایاں تھے اور اس کا دل ٹوٹ چکا تھا۔ انگریزوں نے اسے برائے نام بادشاہ پایا۔ اس کا نہ دربار تھا اور نہ خزانہ تھا اور اسی حیثیت سے انہوں نے اسے قائم رکھا۔ مفتوحہ ملک کا ایک کثیر حصہ پنشن یافتہ بادشاہ اور اس کے خاندان کے وظیفوں کے لیئے علیحدہ کر دیا گیا تھا، البتہ بوڑھے بادشاہ کو اتنا اختیار دیا گیا کہ وہ اپنی جائداد کے انتظام کے لیئے اپنے کارندے خود مقرر کرلیں اور ساتھ ہی شہر کی پولیس کا بھی خود ہی انتظام کریں۔ انگریزوں نے بادشاہ کے ساتھ جو سلوک کیا اس میں تعلقات کی نزاکت کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا تھا۔ یہاں تک کہ ریذیڈنٹ کو شہر کی عملی نگرانی میں مداخلت سے روک دیا گیا تھا۔ میونسپل معاملات میں اور مقررہ دیئے ہوئے علاقوں کی مالگزاری کے انتظام میں ریذیڈنٹ کو اختیار حاصل تھا کہ وہ بادشاہ کو مشورہ دیدے۔ لیکن اسے ایگزیکٹو معاملات میں کسی قسم کی نگرانی حاصل نہ تھی بادشاہ محل کے میدانوں اور شہر میں بالکل خودمختار چھوڑ دیا گیا تھا۔ شہنشاہ کی حیثیت سے اس کی شان و شوکت کو بھی برقرار رکھا گیا تھا اور اسے اپنے محدود علاقہ میں ٹیکس وغیرہ لگانے کے بھی اختیار حاصل تھے" اس کی حیثیت صرف ایک مشرقی شہنشاہ کے ہیولیٰ کی سی تھی۔ اسے قائم رکھا گیا تھا، نہ صرف اِس لیے کہ اس کی ضرورت تھی بلکہ اس لیئے کہ اس کی موجودگی سے ہندوستان کے مسلمان رؤسا کو اطمینان حاصل ہو جائے اور نیز اس لیئے کہ اس کی وجہ سے مفتوح قوم کو انگریزی حکومت قابلِ پسند شے نظر آئے" یہ حکمت عملی مہلک تھی، شہنشاہ شاہ عالم بوڑھا اور اندھا ہونے کے باوجود اپنے روپئے کو ضائع کرتا تھا اور اپنے منظور نظر اشخاص کو اس جائداد میں سے جو اس کے لیئے

وقت تھی، بے تحاشا تحفے تحائف دے کر اپنے اخراجات کو بڑھا رہا تھا۔ وہ ہر وقت لالچی آدمیوں سے گھرا رہتا تھا اور چونکہ روپے کی داد و دہش فیاضانہ طریقہ سے جاری تھی اس لیے اس کی وجہ سے محل میں بدکار اور بدمعاش آدمیوں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی تھی۔ محل جمنا کے کنارے واقع تھا جیسا کہ آجکل ہے۔ شہنشاہ شاہجہاں نے اسے ۱۶۳۱-۲ میں تعمیر کیا تھا اور موجودہ صدی کی ابتدا میں اس کا پھیلاؤ ایک میل تھا۔ اصلی محل تقریباً ۳ ہزار فیٹ لمبا اور ۱۸ سو فیٹ چوڑا تھا۔ اس میں دیوانِ عام اور دیوانِ خاص تھے دیوان خاص خالصتہً سفید سنگِ مرمر کا بنا ہوا طرح طرح کے پھول بوٹوں سے مزین تھا اور چھتیں سنگِ مرمر کے ستونوں پر استادہ تھیں۔ دیوان خاص کی چھت پر یہ شعر درج تھا ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

عمارت کی چھت سفید سنگِ مرمر کی چوڑی چوڑی سلوں سے مرکب ہے۔ دیوانِ خاص کے شمال کی طرف محل، حمام خانے وغیرہ واقع تھے۔ محل سے متصل ایک مسجد تھی، محل کے باغات دریا کے سامنے کے حصہ میں تھے اور اس کی دیواریں ریتیوں کی جانب واقع تھیں۔ محل پل کے ذریعہ قلعہ سلیم گڈھ سے ملحق تھا۔ دریا کی جانب کا حصہ سنگِ سرخ کی ٹھوس دیوار سے محفوظ تھا۔ اور اس میں دیکھنے کی غرض سے سوراخ رکھے گئے تھے، اور شہر کی جانب کا حصہ اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔ ان دیواروں کے پیچھے مکانات کا وسیع سلسلہ تھا جن میں سے بعض اینٹوں اور بعض پھوس اور گارے کے بنے ہوئے تھے بڑے مکانات میں تہ خانے ہوتے تھے اور ان میں خفیہ راستے، خفیہ سوراخ اور کونے خفیہ دروازے اور باہر جانے کے راستے ہوتے تھے۔ جن کی وجہ سے ایک مکان سے دوسرے مکان میں آنا جانا ہو سکتا تھا۔ مٹی اور کیچڑ ہر جگہ پایا جاتا تھا، مکانوں کے اندر

اور مکانوں کے باہر اعلیٰ درجہ کے قالین اور میلی کچیلی چٹائیاں ساتھ ساتھ نظر آتی تھیں، ہاتھی دانت اور چاندی کی کرسیاں میلے کچیلے قالینوں سے ڈھکی رہتی تھیں، معقول جماعتوں کا انگریزی دماغ جو انگلستان کے گھر کی زندگی کا خوگر ہو اور ایک حد تک میل کچیل سے دور رہنے کا عادی ہو وہ مشرقی محل کے اندر جیسی کہ اس زمانہ میں دہلی میں تھی، زندگی کا تصوّر نہیں کر سکتا، سینکڑوں نوجوان مرد اور عورتیں بیکار زندگی بسر کرتی تھیں۔ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں جو قبر میں پیر لٹکائے پڑی تھیں، وہاں موجود تھیں، نوجوان عیاشی میں مبتلا تھے اور بوڑھے سازشوں میں مصروف رہتے تھے، ذرا ایک ایسی زندگی کا تصوّر کرو جہاں انسانی جذبات ہر ممکن طریقہ سے اُکسائے جاتے ہوں اور ایسی ایسی ترکیبوں سے جوش میں لائے جاتے ہوں جن کی مثال یورپ کے بدترین کسم خانوں میں نہیں مل سکتی۔ ہر قدرتی قانون کی خلاف ورزی ہوتی تھی۔ جہاں آئین کی پابندی نہ ہو وہاں اخلاق اچھی حالت میں نہیں رہ سکتے، حرام کاری، قتل، زہر خورانی اور تکلیف دے دے کر مارنے کے واقعات روزانہ وقوع میں آتے تھے۔ بادشاہ کے محل کی حدود میں فن جُرم کے اساتذہ کی درسگاہ خوب زوروں پر تھی۔ محل کی چاردیواری میں بہت سے مرد اور عورتیں ایسی تھیں جن کا پیشہ زہر بنانا تھا اور ایسی دوائیں تیار کرنا تھا جن سے بیہوشی پیدا کی جا سکے تاکہ لوٹ مار اور زناکاری میں آسانی ہو۔ پہلوان، مسخرے، ناچنے والی عورتیں جو بڑھاپے میں شہوانی جذبات کو اُکسانے کے لیئے ننگی ناچا کرتی تھیں، قوّال، جعلساز، بدمعاش، چور، مال مسروقہ خریدنے والے، شرابیں کشید کرنے والے، اور مٹھائیاں اور افیون بنانے والے، یہ سب لوگ محل کی آبادی کا جزو لاینفک تھے۔ مجرم سزا سے بچنے کے لیئے وہاں پناہ گزین ہو جایا کرتے تھے۔ شہوانی سازشوں کی طرح پولیٹکل سازشیں بھی زور شور سے جاری تھیں۔ بیویاں بیویوں کے خلاف سازش کرتی تھیں، داشتائیں بیاہی بیویوں

اور بائیں فرزندوں کے خلاف سازش میں حصہ لیتی تھیں، مرد اور عورتیں خوبصورت لڑکیوں کی خاطر دور دور کا ملک چھانتے پھرتے تھے تاکہ محل کے اندر انہیں غلاموں کی طرح فروخت کریں۔ بدمعاشی کے ایسے مرکز میں ہر قسم کی سازش ممکن تھی۔ قتل کے واقعات کی کثرت تھی اور خاموش دریا قریب ہی بہتا تھا تاکہ مقتول کے تمام آثار کو اپنی آغوش میں چھپا لے۔

یہ ہے محل کی زندگی کا خاکہ جبکہ صوبۂ دہلی پر انگریزوں نے اپنا قبضہ جمایا تھا۔ لیکن جہاں محل کے اندر عیاشی اور بدمعاشی غضب ڈھا رہی تھی جو جائدادیں بادشاہ کو اسکے گزارہ کے لیئے دی گئی تھیں ان کی آمدنیاں انگریزی قبضہ کے امن دامان کی وجہ سے اس درجہ ترقی پا گئی تھیں کہ جہاں ۱۸۰۳ء میں ان کی آمدنی ۱۴۰۵۸ پونڈ تھی ۱۸۰۸ء میں ۴۵۵۷۵ اپونڈ ہو گئی۔ شاہی وظائف کے لیئے جو انتظامات کیئے گئے تھے ان کے مختصر سے تجربہ نے ظاہر کر دیا کہ اگرچہ پلیٹ کی بیرونی سطح صاف ہوتی جا رہی ہے تاہم بادشاہ کے ملازمین کی اندرونی سازشوں سے خوفناک خطرات کا اندیشہ ہے۔ اس تمام انتظام کی حماقت کے بارے میں جنرل آکٹرلونی نے یہ رائے تحریر کی تھی کہ "مفید ہونے کے مقابلہ میں مضر زیادہ ہے" ۱۸۱۰ء میں ان کے جانشین سر چارلس مٹکاف نے حسب ذیل رائے تحریر کی تھی " شاہی خاندان کا انتظام کرنے کے متعلق سیٹن نے جو تجویز پیش کی ہے میں اس کی تائید نہیں کر سکتا۔ وہ یہ ہے کہ ظاہری برتاؤ اور طرز عمل اور سلوک میں فروتنی اختیار کی جائے جو میری رائے میں اس احترام و توجہ کی حدود سے متجاوز ہو گئی ہے جس کا تقاضا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک گھرانہ کی تباہی پر جو کسی وقت مشہور اور شاندار رہ چکا ہو، انسانیت آمیز سلوک روا رکھا جائے۔ اس کی وجہ سے اس شخص کا تمام وقار جاتا رہتا ہے جو برطانوی گورنمنٹ کا نمائندہ ہوتا ہے اور جسے درحقیقت دہلی پر حکومت کرنی ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ اس طرزِ عمل سے شہنشاہانہ قوت اور اقتدار کے وہ جذبات پیدا ہوتے ہیں

جنہیں درحقیقت ہمیشہ کے لیئے خوابیدہ رہنا چاہیئے جیسا کہ ظاہر ہے ہم شاہی طاقت دوبارہ
بادشاہ کے ہاتھ میں دینا نہیں چاہتے۔ اس لیئے ہمیں ایسا طرزِ عمل اختیار نہ کرنا چاہیئے
جسے دیکھکر اس کے دل میں اس کے حصول کی خواہش پیدا ہو۔ بلاشبہ ہمیں اس کے ساتھ
وہ سلوک کرنا چاہیئے جو اس کے رتبہ اور صورت حالات کے مطابق ہے، ہمارا فرض ہے
کہ ہم انہیں جتنا زیادہ آرام پہنچا سکیں پہنچائیں اور آسائش کے جس قدر ذرائع ہم پہنچا
سکتے ہیں پہنچائیں۔ لیکن تا وقتیکہ ہم اس کی طاقت کو دوبارہ قائم کرنے کا ارادہ نہ رکھتے
ہوں اس وقت تک ہمیں اس امر کی ترغیب نہ دینی چاہیئے کہ وہ اسکے خواب دیکھا کرے۔ ہمارا فرض ہے کہ جونہی وہ
شہنشاہانہ اقتدار کی پہلی جھلک ظاہر کرنیکی کوشش کرے اسی وقت ہم اسے روکدیں اور ہمارا فرض
ہے کہ ہم اس حد کو اپنی نگاہ میں رکھیں جہانتک ہم بادشاہ کے سایہ کا ادب احترام کرنے کیلیئے آگے بڑھ سکتے ہیں"
مسٹر آرچیبالڈ سیٹن نے جو اسوقت دہلی میں ریزیڈنٹ تھے انکے خیالات کیساتھ ہمدردی کا اظہار نہیں کیا۔ انکی رائے تھی
کہ انگریز ایسے خاندان کے جذبات کے ساتھ جو ان مصائب میں گھر گیا ہو، جتنی زیادہ ہمدردی
کریں اتنا کم ہے۔ ان کا خیال تھا کہ گورنر جنرل کا ایجنٹ خواہ کتنی توقیر و تکریم ملحوظ رکھے
ریزیڈنٹ کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا بلکہ یہ کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں دب جانے
سے وہ اہم مواقع پر زیادہ شان کے ساتھ اپنے اقتدار کا اظہار کر سکتا ہے۔ گورنمنٹ ہند
کی ہمیشہ سے یہ پالیسی رہی ہے کہ وہ میانہ روی اختیار کرتی ہے۔ مثال کے طور پر
ریاست منی پور اور سن بلوغت کا مسودۂ قانون کی مثالیں لو۔ ہر طرزِ عمل جو معاملات
کو کسی خاص نتیجہ کی جانب نہیں لیجاتا قابلِ تعریف سمجھا جاتا ہے مگر اس کا نتیجہ خراب نکلتا ہے
یہ پالیسی بہتر خیال کی گئی کہ شہر میں ڈبل ایگز کٹو حکام رہیں، اور مغلیہ سلطنت کا سایہ بھی
قائم رہے مبادا ہندوستان میں بادشاہ کی معزولی سے مسلمانوں میں گھبراہٹ پیدا
ہو جائے۔ اس کے باوجود بھدی سے بھدی عقل کے شخص پر بھی یہ بات ہویدا تھی کہ اگرچہ
جدید طاقت جو دہلی پر قابض تھی ہندوستانیوں کے خیال میں وقتی طور پر ہندوستان کی

حقیقی مالک تھی تاہم جب تک قدیم خاندان کا سایہ قائم تھا اس وقت تک وہی عزت کا واحد سرچشمہ خیال کیا جاتا تھا، اور وہی اصلی طاقت تھی جس کا ادب و احترام واجب تھا۔ راجہ نواب ابھی تک ان خطابات کا استعمال کرتے تھے جو بادشاہ انہیں عطا فرماتے تھے۔ ہر قسم کے سکہ پر موجودہ شہنشاہ کا نام مضروب ہوتا تھا چھوٹے چھوٹے والیان ریاست کی جانشینی کی درخواستیں ابھی تک ان کے نام بھیجی جاتی تھیں اور جب کبھی ان درخواستوں کو مسترد کردیا جاتا تھا تو اس وقت ریزیڈنٹ سے اپیل کی جاتی تھی کہ وہ اپنا رسوخ استعمال کریں اور مغلیہ شہنشاہ کو غرض کنندگان کی درخواست منظور کرنے پر مائل کریں۔ جب خوفناک بلوے ظہور میں آجاتے جیسا کہ وہ واقع ہوتے رہتے تھے تو اس وقت عوام بادشاہ کی جانب رجوع ہوتے تھے تاکہ انگریزی حکام سے انہیں پناہ مل جائے۔ ایک دفعہ بلوے کے موقع پر اسسٹنٹ ریزیڈنٹ نے لکھا تھا کہ "مجھے یقین ہے کہ یہ بلوہ کبھی وقوع پذیر نہ ہوتا اگر لوگوں کو توقع نہ ہوتی کہ بادشاہ انہیں بچا لیگا جیسا کہ انہوں نے بالآخر بچا لیا۔ اس کی ابتدا محل سے ہوئی تھی اور اگر اس کا اصلی سبب معلوم کیا جاتا تو معلوم ہو جاتا کہ یہ سب کچھ ریزیڈنٹ کے نہایت ماتحتانہ اور بے احتیاط طرز عمل کا نتیجہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ شہنشاہانہ حقوق کے استعمال کے خیالات کا ابتدا ہی میں سدباب ہونا چاہیئے تھا۔ یہ ممکن ہے کہ جب کچھ عرصہ تک ان حقوق کو بڑھنے دیا جائے تو اس کے بعد ان کا انسداد کرنا مشکل ہوگا۔ کم سے کم اس سے زیادہ دقت پیش آئیگی جتنی ان کا کلیۃً انسداد کرتے وقت پیش آتی۔" برطانوی ریزیڈنٹ کی طرف سے بار بار اصرار کرنے کے بعد کورٹ آف ڈائرکٹرز نے نظام میں تبدیلی کردینے پر اظہار رضامندی کردیا اور وہ یہ تھا کہ مالگزاری اور محاصل کا انتظام ریزیڈنٹ کے ہاتھ میں دیا جائے اور برائے نام بادشاہ کا ہر طریقہ سے ادب واحترام برقرار رکھا جائے۔ اس کے ساتھ طاقتور بادشاہ کی طرح سے سلوک کرنے کی ہدایت کی گئی اور ہر میجسٹی کے

جذبات واحساسات کی جانب خاص خیال رکھنے کا حکم دیا گیا۔ اس کا نتیجہ پھر یہ نکلا کہ جہاں انتظام دہلی کی ترمیمات ناکام ثابت ہوئیں وہاں اصلی سیاسی خطرہ کو پھر برداشت کر لیا گیا یعنی ایک ایسے شہر کے وسط میں بادشاہ کا وجود اور اس کے ایسا محل جو خوفناک قلعہ میں تبدیل کیا جا سکتا تھا۔ ۱۸۰۶ء میں بوڑھا اور اندھا شہنشاہ شاہ عالم رحلت کر گیا جو ۴۵ سال تک ہندوستان کا برائے نام بادشاہ رہا۔ اس کے بعد نومبر ۱۸۰۶ء میں شاہ اکبر ثانی تخت پر بیٹھے۔ ۱۸۰۹ء میں شاہ نے مزید الاؤنس طلب کیا اور کورٹ آف ڈائرکٹرز نے اسے منظور کر لیا۔ اس بیشی سے شاہ کو اطمینان نہ ہوا تو اس نے مزید الاؤنس کے لیے درخواست دینے کا ارادہ کیا اور اب کی مرتبہ نواب وزیر والیٔ اودھ کی امداد بھی حاصل کرنے کی تجویز تھی۔ گورنر جنرل جس قدر زیادہ دیتا جاتا تھا اتنی ہی زیادہ مزید رقوم طلب کی جاتی تھیں، سازش کے بعد سازش کی گئی، بہانہ کے بعد بہانہ تراشا گیا یہاں تک کہ ۱۸۱۴ء میں مغلیہ شہنشاہ نے یہ مطالبہ کیا کہ میرا مرتبہ گورنر جنرل سے زیادہ ہونا چاہیئے۔

ستمبر ۱۸۳۷ء میں شاہ اکبر ثانی کا انتقال ہو گیا، ان کے گیارہ بیٹے اور چھ لڑکیاں تھیں۔ ان کے جانشین شاہ محمد ابوظفر سراج الدین محمد بہادر ہوئے۔ جب ۱۸۵۷ء کا غدر ہوا ہے تو اس وقت وہی مغلیہ خاندان کے پنشن خوار نمائندہ تھے۔ قلعہ کی اندرونی حالت میں شاہ عالم کے زمانہ سے کوئی بہتری نہیں ہوئی تھی۔ ہندوستان کے "دلال" پیشہ در جماعت ہے اور یہ لوگ سازش کے نتیجہ سے روزی کماتے ہیں۔ ان کا کام مقدمہ بازی کرانا ہے اور وہ اس طرح سے کہ ہر خاندان کے تنازعات کی ٹوہ لگاتے ہیں اور پھر انہیں قانونی چارہ جوئی کی صورت میں تبدیل کر کے اپنا اُلو سیدھا کر لیتے ہیں۔ وہ ہر قانونی عدالت میں پھرتے رہتے ہیں اور ہر دربار اور امیروں کے گھروں میں ان کا آنا جانا ہوتا ہے وہ قانونی عدالتوں میں جؤا لگاتے ہیں اور نتائج سے بہرہ اندوز ہونے کی امید میں بہت سے

مطالبات کے پیش کرنے کی تجویز کرتے رہتے ہیں۔ بادشاہ کے گرد و پیش اس قسم کے آدمیوں کی کمی نہ تھی ان کے مشورہ کے مطابق کمزور بوڑھا مغل بادشاہ ایسے مطالبات کرتا رہتا تھا جن کے رد کرنے کی سخت ضرورت تھی۔ وہ ہر وقت قرض میں جکڑے رہتے تھے اور اس لیئے ان کے خاندان کی خواہش زر حد سے بڑھ گئی تھی۔ وہ انتظام سلطنت کے لیئے بار تھے مگر اس وقت صحیح طور سے یہ بات نامناسب خیال کی گئی کہ انہیں دہلی سے ہٹا کر تمام ہندوستان کے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس لگائی جائے۔ کسی ترغیب سے وہ محل چھوڑنے پر رضامند نہ ہوتے تھے۔ اس امر کا اندیشہ نہ تھا کہ اسلامی طاقت دوبارہ زندہ ہو جائے گی بلکہ یہ خیال تھا کہ کہیں بادشاہ ہندوستانی ریاستوں کے اتحاد کا مرکز نہ بن جائے۔ وقتاً فوقتاً انگریزی اخبارات بادشاہ کو ہٹا دینے کا مشورہ دیتے تھے۔ ۱۳ جنوری ۱۸۴۹ء کی اشاعت میں **دہلی گزٹ** نے جو صوبجات شمال مغربی کا سب سے مشہور اخبار تھا حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا تھا:۔ جمعرات کی صبح کو ولیعہد سلطنت شاہزادہ دارا بخت کا انتقال ہو گیا اور ان کے بعد شاہزادہ فخرالدین ولیعہد سلطنت قرار پائیں گے۔ ہمارے پاس اس امر کے یقین کرنے کے وجوہ ہیں کہ شاہی گھرانے کا حق جانشینی ان کے بعد ختم ہو جائیگا اس لیئے کہ انفرادی طور پر ان سے اس کی ذمہ داری کر لی گئی ہے اور ایسی ذمہ داری اور کسی فرد خاندان سے نہیں کی گئی۔ ہم صدق دلی سے اعتماد کرتے ہیں کہ صورت حالات درحقیقت ایسی ہی ہے اور یہ کہ ہماری حکومت بادشاہ کے انتقال پر خاندان کو منتشر کرنے کا معقول انتظام کرے گی اور گزارے کے لیے مناسب پنشن کا بندوبست کرے گی۔" "وانڈرنگز آف اے پلگرم" (سیاحت مسافر) کے مصنف کے خیالات ملاحظہ ہوں:۔ "یہ عجیب و غریب بات ہے کہ تقریباً تمام ہندوستانی اخبارات نے بادشاہ کے لیے "بادشاہ" کے لقب کا استعمال عرصہ سے ترک کر رکھا ہے اور وہ ان کا ذکر کرتے وقت صرف لفظ "شاہ" کا استعمال کرتے ہیں" چھ صدی تک دہلی ہندوستان میں

شہنشاہانہ طاقت کا مرکز رہی ہے اور زیادہ تعلیم یافتہ اور باخبر ہندوستانیوں میں عرصہ سے یہ خیال موجود ہے (اور یہ خیال وہ ہے جس کا لارڈ ویلزلی نے اپنے ابتدائی خطوط میں حوالہ بھی دیا ہے) کہ انگریزوں نے مغلیہ خاندان کو معدوم کرنے کا تہیہ کر لیا تھا، یہ کہ ان کا ارادہ تھا کہ وہ سابق بادشاہ شاہ عالم کو مرہٹوں کے چنگل سے رہائی دلوائیں اور پھر انہیں ضمانت کے طور پر اپنے پاس رکھیں اور یہ کہ انہیں اور ان کے جانشینوں کو مرہٹوں سے محفوظ رکھیں۔ اس وقت لارڈ لیک کے دہلی پر قابض ہو جانے سے صوبجات شمال مغربی کے مسلمانوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

دہلی کے باشندے اس بات کے عادی تھے کہ جب کبھی ان کے عظیم الشان شہر پر قبضہ کیا جائے تو اسے لوٹ لیا جائے اور اس کے باشندوں کو تہ تیغ کر دیا جائے ۱۳۹۸ء میں اگرچہ تیمور نے دہلی کو لوٹا اور پانچ دن تک قتل عام جاری رکھا تاہم اپنی روانگی کی یادگار قائم کرنے کے لیے اس نے انسانی کھوپریوں کا ایک مینار بنوایا اور ناصر الدین کو تخت پر بٹھا کر وہاں سے رخصت ہو گیا۔ اسی طرح جب ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ نے شہر پر قبضہ کیا تو اس نے ہندوستانی مورخین کے قول کے مطابق ایک لاکھ باشندوں کا قتل عام کیا اور باوجود اس کے اس نے محمد شاہ کی جان نہیں لی بلکہ اسے تخت پر بٹھا کر اپنے ملک کو چلا گیا۔ ہر ذلت کے بعد شہنشاہ تخت پر قائم و برقرار رہا اور رفتہ رفتہ اس نے اپنی شان کو دوبارہ حاصل کر لیا۔ اس لیئے جہاں ہندوستانی باشندے ذلت خوردہ بادشاہ کو اپنا شہنشاہ قبول کر لیتے تھے وہاں اس امر کا ہمیشہ امکان موجود رہتا تھا کہ وہ اپنی طاقت کو دوبارہ حاصل کر لیگا اور وہ انتظار کرنے پر قانع اور صابر تھے۔ لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ انگریز جانشینی کو ختم کر دینا چاہتے ہیں اور خاندان کو منتشر کر دینا چاہتے ہیں تو اس وقت ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے جذبات کو سخت ٹھیس لگی جب ۱۸۳۷ء میں بہادر شاہ

اکبر شاہ کے بعد جانشین ہوئے تو اس وقت گورنر جنرل کی ہدایات کے مطابق اس امر کی کوشش کی گئی تھی کہ ایسٹ انڈیا کمپنی پر تمام دعاوی سے دست برداری حاصل کر لی جائے مگر بادشاہ نے جو اس وقت سن رسیدہ تھے، درخواست منظور کرنے سے انکار کر دیا اسی طرح دوسری تجویز یعنی بادشاہ کو قطب صاحب بھیجدینے کی تجویز بھی نہایت غصہ کے ساتھ مسترد کر دی گئی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ایک بورڈ مقرر کیا گیا تاکہ وہ دہلی میں شاہی خاندان کو قائم و برقرار رکھنے کے طریقہ کے متعلق بحث کرے اور رپورٹ پیش کرے۔ اس کمیٹی میں بادشاہ کے ولیعہد شاہزادہ فخر الدین بھی تھے جو نو شاہزادوں میں سب سے زیادہ عمر کے تھے اور جن کے بعد مرزا قویاش تخت نشین ہونے والے تھے۔ سر ہنری الیٹ مسٹر ٹامسن اور سر ٹامس مٹکاف (ریزیڈنٹ دہلی) بھی اس کے ممبر تھے۔ کمیٹی نے اپنی رپورٹ پیش کر دی تھی اور تمام مسئلہ ابھی زیر بحث ہی تھا کہ لارڈ ڈلہوزی کی میعادِ حکومت ۱۸۵۶ء میں ختم ہو گئی۔ یہ تکلیف دہ مگر قابلِ ذکر واقعہ ہے کہ کمیٹی کے ایک ممبر شاہزادہ فخر الدین ۱۰ جولائی ۱۸۵۶ء کو زہر کے اثر سے مرگئے اور سر ٹامس مٹکاف (بارٹ) بھی یکم نومبر کو زہر کے اثرات سے جاں بحق تسلیم ہو گئے۔

سلطنت کے سب سے بڑے شہر دہلی میں زبردست قلعہ کی موجودگی سے جن خطرات کے پیدا ہونے کا امکان تھا ان کے متعلق لارڈ کیننگ لارڈ ڈلہوزی کے ہمنوا تھے۔ پھر بھی انہوں نے شاہزادہ فخر الدین کی وفات پر مرزا محمد قویاش کو وارثِ تخت و تاج تسلیم کر لیا۔

غدر کے وقت ہندوستان میں برطانوی پوزیشن کی کمزوری

انگریز ایک ایسے آتش فشاں پہاڑ پر زندگی بسر کر رہے تھے جس کے ہر وقت پھٹنے

کا امکان تھا، لیکن انہیں اس خطرہ کا کچھ احساس نہ تھا یا وہ اس کا احساس کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اس خطرے کے بارے میں بار بار تنبیہیں ملیں مگر بعض وجوہ سے جن کا سمجھنا مشکل نہیں ہے، ان تنبیہوں کا کچھ اثر نہ ہوا۔ سب سے پہلے تو یہ بات ہے کہ ہندوستان میں ایک مقام دوسرے سے بہت فاصلہ پر ہے اور ہر ضلع کے حالات اس قدر مختلف ہیں کہ دور دراز دار السلطنت میں مرکزی حکام تک افواہیں ایسی حالت میں پہنچتی ہیں کہ وہ ایسی متضاد ہوتی ہیں کہ ان پر مشکل سے یقین کیا جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہندوستانیوں میں بدقسمتی سے یہ عادت ہے کہ وہ کسی ذاتی دشمن کو نقصان پہنچانے کی غرض سے حکام کے پاس گمنام معلومات بھیجا کرتے ہیں۔ اس قسم کے تمام مراسلات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور ردی کی ٹوکری کی نذر کر دیا جاتا ہے۔ ہر شہری اور فوجی افسر کو جسے ضلع کا کچھ تجربہ ہوتا ہے، ہمیشہ یہ دقت محسوس ہوتی رہی ہے کہ وہ کس طرح سے اپنے سے بالا افسروں کو اپنے گرد وپیش کے حالات کے بچشم خود دیکھنے اور اپنے کانوں سے سننے کا موقع بہم پہنچائے۔ وہ دیکھتا ہے کہ میری تجاویز نہیں سمجھی جاتیں اور بسا اوقات مجھ پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ ہندوستان کی سرکاری زندگی کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ جتنا زیادہ کسی شخص کا درجہ ہوگا اتنی ہی کم اسے اپنے گرد وپیش کے حالات سے واقفیت ہوگی۔ ممبران کونسل اور لفٹننٹ گورنران صرف اعلیٰ طبقہ کے ہندوستانیوں سے معلومات حاصل کرتے ہیں جن میں سے صرف چند ایک ہی دوستانہ مراسم کے لحاظ سے ملنے کے لیے جاتے ہیں یا اپنے سکرٹریوں سے۔ اس قسم کی معلومات جو ان اعلیٰ عہدہ داروں کے پاس پہنچتی ہے وہ ان اطلاعوں اور یادداشتوں سے حاصل ہوتی ہے جو مقفل قفلوں میں ان تک بحفاظت تمام پہنچائی جاتی ہیں۔ سکریٹری کبھی کبھی اپنے ماتحت افسروں کی رپورٹوں کو نفرت کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ بالخصوص جبکہ ان کی رائے اس کی رائے سے مختلف ہو۔ سکریٹری کو صرف

دس سال قبل کی حالت معلوم رہتی ہے اور اگرچہ اس کا کام نہایت اچھا ہوتا ہے تاہم خوفناک اطلاعوں کے تمام مواقع پر سکریٹری اپنے ماتحت افسروں کے ساتھ ایک گونہ روایتی بے اعتنائی کا لہجہ اختیار کر لیتا ہے خواہ وہ اطلاعیں کسی آنے والے قحط کے متعلق ہوں یا کسی مقامی شورش سے علاقہ رکھتی ہوں یا کسی وبا کے بارے میں ہوں جسے اگر نہ روکا گیا تو وہ ہزارہا جانوں کو تلف کر دیتی ہے۔ اور بعینہ یہی حالت ۵۷-۱۸۵۶ء میں پیش آئی سول اور ملیٹری دونوں افسروں کی جانب سے بار بار تنبیہیں دی گئیں کہ کسی نہ کسی منحوس واقعہ کی تیاریاں عمل میں آرہی ہیں۔ سوائے سرجان لارنس کے باقی کسی نے ذرا سی بھی توجہ نہیں کی۔ لیکن اگر ذرا ذرا سی افواہ پر بھی اعتماد کر لیا جاتا تو اس صورت میں بھی حکومتِ ہند بالکل بے بس تھی۔ اس کا سب سے مضبوط زرہ بکتر خواہ جارحانہ یا دفاعی مقاصد کے لیے ہو، ہندوستانی فوج تھی اور بنگال کی ہندوستانی فوج کم و بیش بد دل ہو چکی تھی۔ اس امر کا کہ بمبئی اور مدراس کی فوجیں کہاں تک وفادار تھیں صرف قیاس ہی کیا جا سکتا ہے۔ یورپین سپاہیوں کی تعداد بہت کم تھی اور وہ دور دور پھیلے ہوئے تھے اس زمانہ میں ریلیں نہ تھیں اور نہ رسل و رسائل یا نامہ و پیام کے ذرائع ہی آسان تھے سوائے اس کے اور کوئی امکانی صورت نہ تھی کہ ان ہندوستانی رؤسا سے امداد طلب کی جائے جن پر حکومت کو بھروسہ تھا۔ وزارت کو ہندوستان میں یورپین فوج کا عنصر بڑھانے کی تحریک کے بارے میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے کیا کارروائیاں کیں ان کا اندازہ صرف غیر مطبوعہ کاغذات کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔ حکومتِ ہند کے لیئے صرف یہی طریقہ کار مناسب تھا کہ ایسے خطرات کے باوجود جو اس کے لیئے مہلک ثابت ہونے والے تھے ہمت کو ہاتھ سے نہ دے اور خاموشی کے ساتھ واقعات کی ترقی کو دیکھا کرے۔ جب یہ تنبیہیں لفظ بلفظ پوری ہوئیں تو اس وقت معلوم ہوا کہ سازش کنندگان نے اپنی تجاویز کو عمل میں لانے کے لیئے مناسب وقت

سو جاتا ہے۔ غدر کا موسم یورپین ساخت جسم کے لیے نہایت تکلیف دہ اور پریشان کن ہے۔ اسی زمانہ میں یورپین فوجوں کا آنا جانا بند ہو جاتا ہے اور ایسے آدمی جن کی مدت ملازمت ختم ہو جاتی ہے، انگلستان چلے جاتے ہیں اور باقی ماندہ فوج جو رہ جاتی ہے اس میں سے بھی زخمی اور کمزور پہاڑ پر چلے جاتے ہیں۔ شورش کے لیئے جو جگہ پسند کی گئی وہ میرٹھ تھی جو دہلی کے برائے نام بادشاہ کے مقام سکونت سے تقریباً ۴۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور پہلی حرکت ایک ایسے قلعہ بند شہر کی جانب عمل میں آئی جہاں بارود وغیرہ کے کئی میگزین تھے اور جہاں ہتھیار اور دیگر اسلحۂ جنگ صرف دیسی فوج کے قبضہ میں تھا۔ بہرحال ایک چیز ایسی رہ گئی جو سازش کنندگان کے ذہن میں نہیں آئی یعنی یہ کہ انگلستان چین کے خلاف جنگ کر دیگا اور یہ کہ وسیع انگریزی فوج ہندوستانی سمندروں میں سے کلکتہ کے قریب سے گذرے گی اسی خوش نصیبانہ حالت کی وجہ تھی کہ بفضل ایزدی شمال مغربی ہندوستان میں انگریزی سلطنت کا جلد سے جلد دوبارہ قیام ہو گیا۔

حالاتِ دہلی

قارئین کرام کے فائدہ کے لیئے شہر دہلی کے کچھ حالات بیان کرنا غالباً بے موقع نہ ہوگا اس لیئے کہ یہی شہر مئی سے لیکر دسمبر ۱۸۵۷ء تک خاص دلچسپی کا مرکز بنا رہا دہلی دریائے جمنا کے مغربی کنارے پر آباد ہے۔ موجودہ شہر تقریباً دس میل کے گھیر میں پھیلا ہوا ہے اور اس کے تین طرف اونچی فصیل ہے جو اینٹوں اور پتھروں سے بنائی گئی ہے۔ اس کے سات دروازے ہیں:۔ لاہوری دروازہ۔ دلی دروازہ۔ اجمیری دروازہ ترکمان دروازہ۔ موری دروازہ۔ کابلی دروازہ اور کشمیری دروازہ۔ یہ سب کے سب پتھر کے ہیں اور ان میں خوبصورت محرابیں بنی ہوئی ہیں اور ان میں شہر کی گارد کے لیے رہنے کی بھی جگہیں ہیں۔ غدر سے چند سال قبل کرنیل ایڈورڈ اسمتھ (انجینیرز) نے

کشمیری دروازہ کی از سرِ نو تعمیر کی تھی۔ موجودہ شہر مسلمانوں کا تعمیر کردہ ہے۔ اس کی داغ بیل اور تعمیر شاہجہاں نے سنہ ۱۶۳۱ء میں کرائی تھی۔ قدیم شہر دریا سے دور فصیلوں کے باہر واقع ہے جس زمانہ میں رچرڈ صلاح الدین اور عربوں کے خلاف صلیبی لڑائیاں لڑ رہا تھا اس وقت دہلی میں ایک ہندو راجہ پرتھوی راج کرتا تھا۔ ہندوؤں کے زمانہ میں شہر کا نام اندرپرست تھا یعنی دیوتا اندر کے رہنے کی جگہ۔ موجودہ مہرولی اب اسی جگہ آباد ہے جہاں مشہور و معروف کوئیں واقع ہیں اور جو شاہ عالم اور اکبر شاہ کا مدفن ہے۔ مقبرے اور کھنڈرات جو موجودہ شہر کے چاروں طرف بیس میل کے گھیرے میں پھیلے ہوئے ہیں اس امر کی شہادت پیش کرتے ہیں کہ تاریخ کے مختلف زمانوں میں اس کے مختلف مقامات آباد رہے ہیں۔ کیونکہ ہندوؤں کے عقیدہ میں اپنے بزرگوں کی تعمیرات کی مرمت کرنا ناجائز ہے بلکہ نئی جگہ پر از سرِ نو تعمیر کرنی چاہیئے۔ گرد و پیش کے علاقہ کی زمین بہت کٹی ہوئی ہے اور اس میں بے شمار گڑھے ہیں۔ شہر کے شمالی اور مغربی حصہ میں وسیع باغات اور شرفا کے مکانات واقع ہیں۔ تقریباً ½ ۱ میل کے فاصلہ پر جے سنگھ کا تعمیر کردہ رصد خانہ ہے جو سنہ ۱۶۹۳ء میں تعمیر ہوا تھا اور جسے دہلی کے لوگ جنتر منتر کہتے ہیں۔ اس مشہور ہیئت داں نے چند الواح بھی تیار کی تھیں جنکا ہندوستانی آج تک جنتریاں تیار کرتے وقت استعمال کرتے ہیں۔ جنتر منتر کی عمارات بہت بڑی دھوپ گھڑی جس میں پیتل کا پتر لگا ہوا ہے اور درجہ دار سنگِ مرمر کی محرابوں پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور بھی دھوپ گھڑی ہے جو درجہ دار نصف دائرہ کی شکل کی ہے۔ یہ ان اجسامِ فلکی کی بلندیاں مشاہدہ کرنے کے لیئے ہے جو سمت الراس کے جنوب یا شمال کی جانب خط نصف النہار میں سے ہو کر گزرتے ہیں۔ دو اور عمارتیں بھی قریب ہی واقع ہیں اور ایک ہی مقصد اور غرض سے بنائی گئی ہیں تاکہ بیک وقت دو آدمی مشاہدات کر سکیں۔ علاوہ ازیں ایک مقعر نصف دائرہ بھی ہے جس میں

نظام شمسی کے بعض معمولی اجسام کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ عمارتیں ان پیتل کے آلات کی نقل ہیں جو سمرقند کے رصد خانہ میں استعمال کیئے گئے تھے۔ شہر کے شمالی حصہ میں شالامار باغ ہے جہاں سے دہلی کے مضافات کا خوشگوار منظر نظر آسکتا ہے اور یہاں بہت سی مساجد، مقابر اور باغاتی مکانات کے کھنڈرات پائے جاتے ہیں۔ خاص شہر میں بہت سے خوبصورت محل ہیں جو سب کے سب عظیم الشان اور پتھر کے بنے ہوئے ہیں اور جہاں سفید سنگ مرمر کے حمام ہیں اور موسم گرما میں استعمال کرنے کے لیئے تہ خانے ہیں۔ ان تہہ خانوں میں بہت سے کونے ایسے بنوائے ہیں کہ اگر صاحبِ مکان چاہے تو پناہ گزین کو پناہ بھی دے سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ ۱۸۵۷ء میں ان تہہ خانوں کا جو استعمال کیا گیا وہ یہ تھا کہ پناہ گزین یورپینوں کو ایک جا کر کے ان کو قاتلوں کے حوالے کر دیا گیا۔

وسطِ شہر میں خوبصورت جامع مسجد واقع ہے جو جُجلا پہاڑ پر تعمیر کی گئی ہے اس میں چڑھنے کے لیئے سیڑھیاں ہیں اور سُرخ پتھر کے دروازوں میں سے اندر جانے کا راستہ ہے۔ مسجد کا صحن کشادہ ہے اور ۱۴۰۰ فٹ ہے۔ یہ صحن بھی سُرخ پتھر کا ہے۔ اس کے بیچوں بیچ فوارہ ہے جہاں مسلمان اپنی نماز ادا کرنے سے پیشتر وضو کرتے ہیں۔ اس مسجد کی دیواروں پر کسی بگڑے دل شاعر نے حسب ذیل اشعار چاک سے لکھدیئے تھے۔ وھو ھذا:۔

بوقتِ جنگ سُنتے ہیں صدا اللہ اکبر کی ستائش فوج کی تیر و کماں کی تیغ و خنجر کی
بوقتِ فتح عالم کا مگر ہوتا ہے یہ عالم نہ کچھ خوف خدا دلمیں نہ کچھ توقیر عسکر کی[۱]

[۱] افسوس ہے کہ اصل اُردو اشعار نہ مل سکے، انگریزی عبارت کے اُردو ترجمہ کو میرے دوست محمود اسرائیلی نے ازراہِ کرم نظم کا جامہ پہنا دیا ہے۔ مترجم

چبوترہ پر سُرخ پتھر کے محراب دار دالان چلے گئے ہیں جن کے اوپر بیٹھنے کی غرض سے ہشت پہلو برج بنے ہوئے ہیں مسجد مستطیل شکل کی ہے اور ۲۶۱ فٹ لمبی ہے۔ اسکے تین خوبصورت سفید سنگِ مرمر کے گنبد جس پر سنگِ موسٰے کی دھاریاں پڑی ہوئی ہیں اور جن کے ہر دو جانب ۱۳۰ فٹ کے دو بلند مینار واقع ہیں۔ ان میناروں کی تعمیر میں سنگ سُرخ اور سنگِ موسٰے کام میں لایا گیا ہے۔ ہر مینار میں سفید سنگِ مرمر کے تین کھنڈ بنے ہوئے ہیں اور ان کی برجیاں اسی پتھر کی ہشت پہلو کی شکل کی بنی ہوئی ہیں۔ اس عمارت کے سامنے کا تمام حصّہ خوبصورت سفید سنگِ مرمر کی سلوں سے بنایا گیا ہے اور ستونوں کے بالائی حصّہ کے برابر برابر دس کتبے ہیں جن میں سے ہر ایک چار فٹ لمبا ۲½ فٹ چوڑا ہے اور جن میں بخطِ نسخ تمام قرآن نہیں تو اس کا بیشتر حصّہ بالضرور درج ہے[ف]۔ مسجد کا بیرونی حصّہ سفید سنگِ مرمر کی بڑی بڑی سلوں سے بنایا گیا ہے۔ اور کنارے سنگِ موسٰے سے بنائے گئے ہیں اور یہ تمام کام نہایت نازک اور خوبصورت ہے۔ یہ سلیں تین فٹ لمبی اور ۱½ فٹ چوڑی ہیں۔ دیواریں اور چھت بھی سفید سنگِ مرمر کی ہیں اور قبلہ کے قریب ایک خوبصورت محراب ہے جس کا رُخ مکّہ کی جانب ہے اور جو اعلیٰ درجہ کی پچی کاری کے کام سے مرصع ہے۔ اس کے قریب ہی سنگِ مرمر کا منبر ہے جس میں چار کٹہرے دار چار سیڑھیاں ہیں۔ ہمارے لیے یہ معلوم کرنا دلچسپ ہوگا کہ اس منبر سے ۱۸۵۷ء کے پر از واقعات زمانہ میں نصیحت کی کیا کیا باتیں بیان کی گئی تھیں۔ میناروں پر چڑھنے کے لیے پیچدار زینہ میں سے گزرنا پڑتا ہے جس میں ۱۳۰ سیڑھیاں ہیں۔ ادھر سے شہر اور محل کا خوبصورت نظارہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ گنبد تانبے کے کلس سے مرصع ہیں جن پر سونے کا پترہ چڑھا ہوا ہے اور جو دور سے بہت خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔

ف یہ ایک ایسی عام غلطی ہے جس کا ارتکاب ہر اُس شخص سے ممکن ہے جس نے کتبات کو پڑھنے کی تکلیف نہیں اُٹھائی۔ مترجم

اس مسجد کی ابتدا شہنشاہ شاہجہاں نے اپنے سن جلوس کے چوتھے سال میں کی تھی اور اس کی تکمیل سن جلوس کے دسویں سال میں ہوئی۔ کُل لاگت ۱۰ لاکھ آئی تھی باہر کے استحکامات سے مسجد اس قدر فاصلہ پر واقع ہے کہ انگریزوں نے یا ڈٹہ سے جو گولے پھینکے تھے ان سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ صرف ایک گولہ مسجد کے صحن میں آ کر پھٹا تھا۔ شہر میں اس وقت ہندوؤں کے مناور کے علاوہ ۴۰ اور بڑی بڑی مسجدیں تھیں جن میں کلاں مسجد (کالی مسجد) جو جدید شہر دہلی کی تعمیر سے ۴۵۰ قبل بنی تھی خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ یہاں ہر جمعہ کی نماز ادا نہیں کی جاتی اور صرف ادنٰی درجہ کے لوگ وہاں جاتے ہیں۔ یہ جگہ غیر مقدس سمجھی جاتی ہے۔ یہاں پر ہمیں اس انگریزی گرجے کا تذکرہ کرنا چاہیئے جسے کرنل اسکینر نے تعمیر کیا تھا۔ یہ بھدی سی گنبد دار عمارت ہے اور کشمیری دروازہ کے اندر واقع ہے۔ باغیوں نے اس کی سُنہری صلیب کو جو گنبد پر لگی ہوئی تھی تباہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ کامیاب نہیں ہوئے۔ مقبرۂ ہمایوں غدر کے بعد سے دوہری دلچسپی کی چیز بن گئی ہے اس لیئے کہ یہیں شہنشاہ نے انگریزی حملہ کے دوران میں آ کر پناہ لی تھی۔ یہ مقبرہ سُرخ پتھر کی بلند جگہ پر واقع ہے جس کا گھیر ۲۰۰۰ فٹ ہے۔ یہ مدور ہے اور اس پر سفید سنگِ مرمر کا بہت عالیشان گنبد بنا ہوا ہے۔ اس کی تعمیر میں یہ خوبی مضمر ہے کہ ایک شخص ڈھلان تک چلتا ہوا آ سکتا ہے حالانکہ نیچے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کارروائی حیطۂ امکان میں نہیں ہے۔ یہ مقبرہ میلوں پرے سے دکھائی دیتا ہے۔ چبوترے کے چاروں کونوں میں چار مینار استادہ ہیں جو سنگ سُرخ اور سنگ مرمر سے بنائے گئے ہیں۔ ان پر سُرخ پتھر کے ہشت پہلو بُرج بنے ہوئے ہیں جن میں سنگ موسیٰ سے خوبصورت پچی کاری کی گئی ہے۔ فرینکلن (جس کی کتاب سے میں نے مذکورۂ بالا تفصیلات حاصل کی ہیں) بلندی کا اندازہ ۱۲۰ فٹ کرتا ہے۔ مقبرہ کے نیچے جانے کے لیئے

زینہ میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ نیچے کا حصہ مختلف محراب دار دالانوں پر مشتمل ہے۔
سب سے بڑے دالان میں ہمایوں کا مقبرہ ہے۔ تمام فرش سفید سنگ مرمر کی
سلوں سے مرکب ہے۔ قبر پر بہت ہی نفیس کھدائی کا کام کیا ہوا ہے۔ قریب کے
دالانوں میں آلِ تیمور کی چند شاہزادیوں کی قبر ہے۔ جو ترسے پران شاہزادوں
کی قبریں ہیں جو وقتاً فوقتاً قتل کر دیئے گئے تھے۔ شہنشاہ عالمگیر ثانی بھی یہیں مدفون
ہے جسے اس کے وزیر غازی الدین کی تحریک پر قتل کیا گیا تھا۔ زینت المساجد
ایک اور خوبصورت مسجد ہے جو دریائے جمن کے کنارے واقع ہے۔ اس میں
سنگِ مرمر سے خوبصورت پچی کاری کی گئی ہے۔ اس کے سامنے وسیع صحن ہے
چاندنی چوک کے ایک سرے پر روشن الدولہ کی مسجد (سنہری مسجد) ہے اور یہیں
سے شاہِ ایران نے مردوں، عورتوں اور بچوں کا قتلِ عام دیکھا تھا۔ یہ دونوں
مساجد شہر کی مخصوص جگہوں میں شمار کی جاتی ہیں۔ مضافات میں بہت سے عالیشان
محلات کے کھنڈر واقع ہیں جن میں "مٹکاف ہاؤس" قابلِ ذکر ہے جسے میرے
باپ سر ٹامس مٹکاف نے جبکہ وہ دہلی میں ریزیڈنٹ تھے، تعمیر کرایا تھا۔
انہوں نے دہلی کو اپنا گھر بنا لیا تھا اور وہ انگلستان میں اپنے خاندانی مکان
سے تمام کتابیں اور قیمتی اشیا لے آئے تھے۔ اس وقت انہیں کیا خیال تھا کہ ان
کے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے اور یہ کہ وہ چند راولی کے دیہاتیوں کے ہاتھوں
تباہ و برباد ہو جائیگی۔ یہ مکان ... ایکڑ کے وسیع باغ میں واقع تھا اور
اس میں نارنگی کے درخت استادہ تھے۔ دورانِ محاصرہ میں یہ تمام درخت
کاٹ ڈالے گئے۔ آگ سے جو نقصان اسے پہنچا اس کے علاوہ دورانِ محاصرہ
میں گولوں اور گولیوں سے اسے چھید دیا گیا اور بعد میں سوائے دیواروں کے اور
کچھ باقی نہیں رہا۔ صرف ایک یادگار چیز جو کھنڈرات میں سے دستیاب ہوئی

وہ کسی خاتون کا دستانہ تھا جسے گرتی ہوئی دیوار نے اپنی آغوش میں لے لیا تھا اور وہ خاتون جو اس کی مالک تھی خوفناک موت کی تکالیف سے محض خدائے تعالیٰ کے فضل وکرم سے بچ گئی ؎

ایام گرمیوں کے اور پُرسکوں فضا ہے — خلوت کدہ میں دل کے اک نقشِ مدعا ہے
تارِ ہوا سے نغمہ کوئی نہیں نکلتا، — گویائی سے سکوں کو کوئی نہیں بدلتا
عالم بنا ہوا ہے اک عالمِ خموشاں — صحرا میں ڈھونڈتا ہوں نقش ونگارِ ایواں
اے کاش نالۂ دل تو بھی پہنچ وہاں تک — ہاں تیری تو رسائی ہے سقفِ آسماں تک[1]

---

[1] انگریزی اشعار کے اُردو ترجمہ کے لیے میں اپنے محترم دوست محمود اسرائیلی کا مرہون منت ہوں۔ مترجم

خدنگ غدر
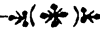
بقلم معین الدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد ۔ میں اب اپنی داستان شروع کرتا ہوں اور ساتھ ہی اُن وجوہ کو بھی ظاہر کیئے دیتا ہوں جنکے باعث مجھے اِن واقعات کو قلمبند کرنے کا خیال پیدا ہوا ۔

میں خان بہادر نواب اشرف الدولہ قدرت اللہ بیگ خاں صاحب کے صاحبزادے معین الدین حسن خاں کی اولاد میں ہوں ۔ نواب صاحب موصوف نواب شرف الدولہ قاسم خاں بہادر صاحب کے فرزند تھے اور مسلمانوں کے عہد حکومت میں جنرل اور کچھ عرصہ تک صوبۂ دہلی کے کوتوال رہ چکے تھے ۔ میرے آباؤ اجداد سمرقند اور بخارا کے رہنے والے تھے ۔ میرے بزرگ نواب مشرف الدولہ صاحب کا اور ان کے دو بھائیوں (کوچک مرزا صاحب اور عارف خاں صاحب) کا انتقال ہو جانے پر اروتی بیگ خاں شاہ محمد عالم بادشاہ کے زمانہ میں ہندوستان آئے اور پنجاب میں آکر آباد ہو گئے ۔ میرے آباؤ اجداد کی وفات کے بعد جب انگریزی سلطنت اچھی طرح سے جم گئی اور مرہٹوں کی قوت میں ضعف آگیا تو میں نے سرکاری ملازمت

اختیار کرلی۔

۱۸۴۱ء میں میں نے صوبۂ دہلی میں پہاڑی پرگنہ پر مکان لے لیا اور پولیس افسر کی جگہ پر میرا تقرر کیا گیا۔ میں اپنے فرائض منصبی بہت وفاداری سے بجالاتا تھا اور جو احکام مجھے ملتے تھے انہیں نہایت تن دہی سے انجام دیتا تھا۔ میرے افسر بالخصوص سر طامس مٹکاف جو دہلی کے دربار میں کمشنر اور ایجنٹ تھے، مجھ سے ہمیشہ مہربانی کا برتاؤ کرتے تھے اور میری ہمت افزائی کرتے رہتے تھے۔ وہ میرے بزرگوں کی شرافت نسبی اور خاندانی وجاہت سے اچھی طرح واقف تھے اور اس لیے میرا بہت لحاظ کرتے تھے۔ اسی طرح ان کے صاحبزادے سر تھیوفلس مٹکاف بھی جو اُن دنوں دہلی کے جوائنٹ مجسٹریٹ تھے، نہایت مہربانی سے پیش آتے تھے۔ اور اُن واقعات کے بعد جن کا ذکر اس کتاب میں مندرج ہے ان کے چھوٹے بھائی مسٹر چارلس تھیوفلس مٹکاف نے مجھ سے اچھا سلوک کیا اور میری حفاظت کی بالخصوص ایسے زمانہ میں جبکہ میں یکہ و تنہا اور بے یار و مددگار رہ گیا تھا۔ یہاں میں اتنا اضافہ اور کردینا چاہتا ہوں کہ یورپین حضرات مجھ سے ہمیشہ بہت مہربانی آمیز طریقہ سے پیش آتے تھے۔

۱۸۵۷ء کے غدر کا میں نے نہایت قریب سے مشاہدہ کیا ہے اور حسن اتفاق سے غدر کے زمانہ میں جو کچھ وقوع میں آیا اس سے میں اچھی طرح سے واقف ہوں۔ میں پہاڑ گنج کے حلقۂ پولیس کا افسر اعلیٰ تھا اور سر تھیوفلس مٹکاف کی ذات سے جو عقیدتمندی اور اخلاص مجھے حاصل ہے اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ مجھے غدر کے حالات سے کما حقہٗ آگاہی ہوئی۔

کہا گیا ہے کہ میں نے ارادۃً غدر میں حصہ لیا۔ یہ سچ ہے کہ تسخیر دہلی کے بعد چُنیری نامی چپراسی کی سازشوں اور افترا پردازیوں اور اپنی بدقسمتی سے میں سر تھیوفلس مٹکاف کے روبرو حاضر ہونے کی جسارت نہ کرسکا۔ انگریزی حملہ کے بعد میرا مکان اور تمام

مال و متاع لوٹ لیا گیا تھا۔ میں نہایت مایوسی کی حالت میں تھا اور مجھ پر ہر وقت خوف و ہراس طاری رہتا تھا۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میری طاقت اور عقل سلب کر لی گئی ہے۔ اُس وقت مجھے یقین تھا کہ میرا چھوٹا بھائی اپنے گھر کے تمام آدمیوں کو لیکر بمبئی چلا گیا ہے اور اسلیئے میں بھی بھیس بدلکر عازم بمبئی ہو گیا۔ وہاں جاکر میں نے تجارت شروع کر دی اور کچھ عرصہ بعد میرا چھوٹا بھائی بھی میرے ساتھ شامل ہو گیا بمبئی سے میں نے سر تھیوفلس کو خط لکھا اور اپنے چال چلن اور اپنی عقیدتمندی و اخلاص کے متعلق اسناد طلب کیں۔

سر تھیوفلس انگلستان چلے گئے تھے لیکن وہیں سے انہوں نے مجھے اسناد اور روپیہ بھیجدیا لیکن میری دماغی حالت اس زمانہ میں اس درجہ ابتر ہو گئی تھی کہ میں مستقبل کے متعلق کوئی لائحہ عمل تیار نہ کر سکا۔

چونکہ مجھے ہر وقت سخت سے سخت سزا کا خوف لگا رہتا تھا اس لیئے میں بھاگ کر عرب چلا گیا جہاں میں تین سال سے زیادہ عرصہ تک قیام پذیر رہا۔ اس اثناء میں میں نے اپنے چھوٹے بھائی کو دہلی بھیجدیا تاکہ وہ صورتِ حالات کا مطالعہ کرے کیونکہ وہ غدر میں ہر قسم کی شرکت کے الزام سے بری تھا۔

اس زمانہ میں میں اپنے سارے اعزا و اقربا سے جُدا رہا۔ ۱۸۶۳ء میں میرے بھائی نے مجھے خط لکھا کہ میں سر تھیوفلس کے ہمراہ کوہستان کے علاقہ میں گھوم رہا ہوں۔ ۱۸۶۴ء میں میں واپس بمبئی آگیا لیکن چھپا رہا۔ اس زمانہ میں سر ایڈورڈ بیلی[۵] حکومتِ ہند کے سکریٹری مقرر ہو گئے تھے اور چونکہ مجھے ان کی فیاضی اور شرافتِ نفس کا یقین تھا اس لیئے میں نے ارادہ کر لیا کہ میں اپنے تئیں حکومت کے حوالہ کر دوں چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کی ہدایت کے مطابق اپنے تئیں حلقۂ دہلی کے کمشنر کرنیل میکنیل کے حوالہ کر دیا مجھے افسوس کے ساتھ معلوم ہوا کہ کمشنر صاحب جن سے ذاتی طور پر میری کوئی ملاقات نہ تھی مجھے مشتبہ نظروں سے دیکھتے

[۵] یہ صاحب سر تھیوفلس مٹکاف کے برادرِ نسبتی تھے۔

ہیں۔ وہ مجھے برطانوی حکومت کا دشمن سمجھتے تھے مجھ پر مقدمہ قائم ہوا اور انگریزی انصاف کی بدولت اور سر تھیوفلس مٹکاف کی اسناد کی بنا پر مجھے رہائی مل گئی۔

میں دہلی میں تین دن تک رہا اور پھر بمبئی چلا گیا اور وہاں سے حیدرآباد روانہ ہوگیا جہاں سخت بیمار رہنے کے بعد میں بحیثیت سیاح کی حیثیت سے پھر دہلی واپس آگیا ارادہ تھا کہ چند دن دہلی میں ٹھہرنے کے بعد میں بمبئی واپس چلا جاؤں لیکن چونکہ میں بالکل قلاش اور تباہ و برباد ہو گیا تھا اس لیئے میں نے نواب صاحب والیٔ رامپور سے امداد کی درخواست کی جنہوں نے نہایت فیاضی سے مجھے رہنے کو مکان دیا اور کچھ رقم ماہوار مقرر کردی۔ یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو دربار دہلی کے موقع پر ہز ایکسیلنسی گورنر جنرل نواب لارڈ لٹن صاحب بہادر کے حسب ایما سر ایڈورڈ بیلی کی بے لوث فیاضی کی وساطت سے میرے حالات ہز ایکسیلنسی کے گوش گزار کیئے گئے اور انہوں نے کمال فیاضی سے میرے اور میرے متوسلین کے گزارہ کے لیئے مناسب رقم عطا فرمائی۔ جس زمانہ میں اس رقم کے متعلق رسمی دستاویزات لکھی جا رہی تھیں اس عرصہ میں میری کلکتہ کے پولیس کمشنر مسٹر چارلس مٹکاف سے مسلسل خط و کتابت ہوتی رہی۔ مسٹر مٹکاف نے مجھ سے ایک دن پوچھا کہ آیا میرے پاس ۱۸۵۷ء کے واقعات کے متعلق کچھ کاغذات ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ پولیس کا افسر ہونے کی حیثیت سے میں روزمرہ کے واقعات کے متعلق روزنامچہ رکھنے کا عادی تھا، اور پرآشوب زمانہ میں بھی میں نے اس عادت کو ترک نہیں کیا لیکن چونکہ قسمت میرے خلاف ہے اس لیئے یہی بہتر ہے کہ میں اپنی زندگی کے اس صفحہ کو خالی ہی چھوڑ دوں۔

مجھے یقین دلایا گیا کہ میرے خلاف کسی قسم کی مزید کارروائی عمل میں نہیں آئیگی اور انہوں نے مجھے ترغیب دی کہ جن واقعات کا میں نے بچشم خود مشاہدہ کیا ہے یا جو براہِ راست میرے علم میں آئے انہیں میں معرض تحریر میں لے آؤں۔

میں نے جواب دیا کہ اگرچہ میں مسٹر مٹکاف کا ارشاد بجالانے کو تیار ہوں تاہم مجھے واقعات قلمبند کرتے ہوئے ڈر معلوم ہوتا ہے، مبادا میں غلطی کر بیٹھوں۔ میں نے عرض کیا کہ مصنفین میں ایک نقص یہ ہوتا ہے کہ سچے اور اصلی واقعات تحریر کرنے کی بجائے وہ اپنی کتابوں کو بے سروپا واقعات سے بھر دیتے ہیں اور ان پر حقیقی واقعات کا سا ملمع کر دیتے ہیں۔ میں بھی اُن واقعات کو قلمبند کرتے وقت کس طرح سے اپنے تئیں اس الزام سے بچا سکتا ہوں کیونکہ میں نہ صرف شاہد تھا بلکہ ایک حد تک ایکٹر بھی رہ چکا ہوں؟

میرے مربی نے مجھے دلاسا دیا اور کہا کہ اب اتنا وقت گزر گیا ہے کہ سچی تاریخ لکھنے میں اب کوئی ہرج واقع نہیں ہو سکتا اور اس لئے مجھے ذاتی واقعات کی بنا پر ہراساں نہیں ہونا چاہیئے۔ آداب بجالا کر میں نے سچے سچے واقعات کو معرض تحریر میں لانے کا وعدہ کر لیا جن کا میں نے مشاہدہ کیا تھا یا جن سے میں اچھی طرح واقف تھا۔ سر ایڈورڈ بیلی نے بھی اس کام میں میری ہمت افزائی کی۔

اب میرا یہ فرض رہ گیا ہے کہ میں تفصیل وار واقعات لکھوں۔ اگرچہ بہت سے اشخاص نے ۱۸۵۷ء کے غدر کے متعلق کتابیں لکھی ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ ان سب کی بنیاد افواہوں پر قائم ہے۔ میں افواہوں اور تصدیق طلب واقعات کو قلمبند نہ کرونگا بلکہ صرف ایسے واقعات کو معرض تحریر میں لانے کی کوشش کرونگا جو یا تو میرے روبرو واقع ہوئے یا جنہیں قابلِ اعتماد اشخاص نے مجھ سے بیان کیا۔

میں اپنی روداد غدر کی ابتدا اس بیان سے کرنی چاہتا ہوں کہ خواہ انگریز اپنے متعلق کچھ ہی کیوں نہ خیال کریں ہندوستانی انہیں غاصب سمجھتے تھے اور اس احساس میں صوبہ اودھ کے الحاق نے اور زیادہ شدت پیدا کر دی تھی۔ اسی کارروائی سے سب سے پہلے سپاہیوں میں جن میں اکثر اسی صوبہ کے رہنے والے تھے، بددلی پھیلی۔ اس کے بعد

واقعاتِ غدر پیش آئے۔ کسانوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے کئی ایک دیسی ریاستیں تباہ و برباد ہوگئیں، بعض مشہور خاندان اور بڑے بڑے شہر خاک میں مل گئے، باغیوں اور بدمعاشوں کو ان کی بدکرداریوں کی سزائیں ملیں اور انجام کار بہت سے بیگناہ آدمی پھانسی پر چڑھا دیئے گئے، اور ملک پر عام تباہی چھا گئی۔ بجائے اس کے کہ باغیوں کے طریقِ عمل کا کوئی اچھا نتیجہ نکلتا خود ان کے گھرانے تباہ ہو گئے۔ ایک عظیم الشان انقلاب اور مہلک شورش کے بعد اب خدا خدا کر کے دوبارہ امن و امان قائم ہوا ہے اور ہر فرد کو اب بھلا سا اطمینان نصیب ہو گیا ہے۔ میں اس کتاب کا نام "خدنگِ غدر" رکھتا ہوں خدا اُن لوگوں کو خوش و خرم رکھے اور اُن کی عمروں کو بڑھائے جنہوں نے اس کتاب کے مؤلف کو اپنی محنت و جانفشانی کی بدولت مصنفین کے زمرہ میں داخل کرا دیا ہے۔ ناظرین سے میری یہ عاجزانہ درخواست ہے کہ وہ "الانسان مرکبٌ من الخطاءِ والنسیان" کا خیال کرتے ہوئے میری غلطیوں پر چشم پوشی فرمائیں گے، اور میری کوتاہیوں کو نظر انداز کر دیں گے۔

انگریز اسبابِ بغاوتِ ہند کے متعلق انگریز مصنفین کے خیالات سے واقف رہتے ہیں لیکن یہ خیالات بعض امور میں ہندوستانیوں کی آرا سے مختلف ہیں کیونکہ وہ اس شورش کی مختلف وجہ قرار دیتے ہیں۔

جب ۱۸۴۷ء میں شاہِ لکھنؤ امجد علی شاہ بادشاہ کا انتقال ہوا تو شاہ واجد علی ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ انہوں نے فوج کو از سر نو مرتب کرنا شروع کیا۔ احکام نافذ کیے گئے کہ لکھنؤ کی تمام پلٹنیں روزانہ صبح کے پانچ بجے پریڈ کیا کریں گی۔ بادشاہ خود پریڈ کے موقع پر کمان کرتے تھے اور جنرل کی وردی زیبِ تن فرماتے تھے۔ وہ روزانہ چار پانچ گھنٹے تک فوج سے ڈرل (فوجی ورزش) کرایا کرتے تھے۔ مزید برآں انہوں نے یہ حکم نافذ کر رکھا تھا کہ امورِ سلطنت کی ضروریات کے سوائے اگر کبھی وہ خود غیر حاضر ہو جایا کریں گے

تو وہ ... ۲۰ روپئے جرمانہ ادا کیا کریں گے جسے لکھنؤ کی فوج میں تقسیم کر دیا جائیگا۔ اتنا
ہی جرمانہ اس پلٹن سے وصول کیا جاتا تھا جو پریڈ میں دیر سے آتی تھی۔ مزید سزا انہیں
یہ ملتی تھی کہ پیدل فوج کی دو پلٹنیں اور رسالہ کی ایک پلٹن دن بھر مصلح رکھی جاتی تھی۔

بادشاہ کی جد وجہد نے کمپنی کے دل میں ایک گونہ شبہ پیدا کر دیا۔ برطانوی ریزیڈنٹ
نے بادشاہ سے دریافت کیا کہ حضور فوج کی تیاری میں اس قدر زحمت کیوں برداشت
فرماتے ہیں اور یہ تجویز پیش کی کہ اگر حضور کو اپنے صوبہ کی حفاظت کی خاطر افواج کی ضرورت
ہو تو برطانوی افواج استعمال کی جا سکتی ہیں جنکے اخراجات محاصل اودھ سے ادا کر دیئے
جائیں گے۔ اُمرائے دربار نے بھی عرض کی کہ ذاتی جد وجہد سے کسی قسم کا شبہ پیدا کرنے
کی ضرورت نہیں ہے، بادشاہ نے ان تمام فہمائشوں سے متاثر ہو کر یہ جواب دیا کہ
چونکہ میری فوجی جد وجہد کو پسند نہیں کیا جاتا لہٰذا میں دوسرے مشاغل میں اپنے تئیں
مصروف رکھوں گا۔ اس کے بعد سے انہوں نے امور سلطنت سے غفلت برتنی
شروع کر دی اور عیش و عشرت میں بسر اوقات کرنے لگے۔ سابق وزیر فنداد حسینخاں
(۹) اپنے عہدہ سے برطرف کر دیئے گئے، اور ان کی بجائے علی نقی خاں جو ایک اچھے
گھرانے سے تعلق رکھتے تھے وزیر مقرر ہوئے۔ بادشاہ نے پہلے تو اپنے وزیر کی بھتیجی
سے اور اس کے بعد اس کی لڑکی سے شادی کر لی، اور سلطنت کا سارا کاروبار علی نقی
خان کے ہاتھ میں سونپ دیا۔

سلطنت کی خرابی کی بدولت ایسے ایسے نتائج رونما ہوئے کہ عقل انسانی
قبل از وقوع ان کا تصور نہیں کر سکتی تھی۔ اس زمانہ میں درشم سنگھ نامی ایک راجہ
تھا جو ایک برہمن سپاہی مہندر سنگھ کا لڑکا تھا اس درشم سنگھ کے تین بیٹے تھے ؛۔
بختاور سنگھ۔ درشن سنگھ اور چولوکا سنگھ۔ سب سے بڑے بھائی اور درشن سنگھ پہ
بادشاہ کی عنایات مبذول رہیں اور وہ دونوں درجۂ امارت پر فائز ہوئے۔ اسکے

علاوہ انہیں "چکلے دار" بھی مقرر کر دیا گیا۔

درشن سنگھ نے اب یہ کرنا شروع کیا کہ جن زمینداروں پر لگان کی رقمیں چڑھی ہوئی تھیں ان سے ان کی جائدادیں زبردستی خرید لیتا تھا۔ اس طریقے سے اس نے بہت وسیع جائداد پیدا کر لی۔ اس کا تعلقہ فیض آباد کے قرب و جوار ہنومان گڑھی میں واقع تھا جہاں مسلمانوں کی ایک مسجد بھی واقع تھی جسے درشن سنگھ نے اپنے تعلقہ میں ملحق کر لیا تھا۔

درشن سنگھ کے دو بیٹے تھے: ہنومان دل اور مان سنگھ۔ یہ دونوں مسلمانوں کو مسجد میں اذان دینے نہیں دیتے تھے۔ اس واقعہ کے چند دن بعد کوئی سیاح مولوی (فقیر حسین شاہ) ادھر جا نکلے اور چونکہ انہیں امتناعی حکم کی خبر نہ تھی لہٰذا انہوں نے اذان دے دی۔ اذان کا سننا تھا کہ اڑوس پڑوس کے برہمن باہر نکل آئے اور مولوی صاحب پر حملہ آور ہوئے، اور جو قرآنِ کریم ان کے ہاتھ میں تھا اسے لیکر آگ میں جھونک دیا، اور مولوی صاحب کو مسجد سے مار پیٹ کر نکال دیا۔

مولوی صاحب چلتے چلتے لکھنؤ پہنچے جہاں انہوں نے لوگوں سے اپنی بیتی بیان کرنی شروع کی۔ اتفاق سے حیدر آباد محلہ میں ایک شخص مسمی حیدر خاں رہتا تھا۔ رفتہ رفتہ مولوی صاحب کا واقعہ اس کے کانوں تک پہنچا۔ اس شخص کے چار بھائی تھے، اور یہ چاروں بادشاہ کی فوج میں ملازم تھے۔ مولوی صاحب کی بدسلوکی اور قرآن کی بے حرمتی کا واقعہ سُنکر چھوٹے دو بھائیوں نے انتقام لینے کی غرض سے مولوی صاحب کی مدد کا وعدہ کر لیا اب یہ تینوں منصوبہ کے مطابق ہنومان گڑھی پہنچے اور دوسرے دن نماز کے وقت انہوں نے اذان دے دی اذان سُنتے ہی برہمن دوڑ کر مسجد میں آئے۔ ابتدا میں تکرار ہوئی اس کے بعد لڑائی ہو گئی جس میں دونوں سپاہی کام آئے حسین بھاگ کر لکھنؤ لوٹے اور فوجداری عدالت میں انہوں نے مقدمہ دائر کر دیا۔ ہندوستانی مجسٹریٹ نے

یہ دیکھکر کہ مقدمہ تکلیف دہ ثابت ہوگا اسے کچھ مدت کے لیئے الگ رکھ دیا۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے سید امیر علی صاحب سے رجوع کیا جو مدت دراز سے ترکِ دنیا کر کے مسجد میں رہا کرتے تھے اور تمام شہر میں وہ اپنے اتقا و زہد کی وجہ سے مشہور تھے۔ مولوی صاحب کا بیان سُن کر انہوں نے امداد کا وعدہ کیا۔ سب سے پہلے تو اُنہوں نے مسجد میں عام جلسہ کیا اور بے حرمتی قرآن اور دو پرجوش مسلمانوں کے قتل کے متعلق فتوے جاری کیا جنہوں نے مذہب کی حمایت میں اپنی جانیں دے دی تھیں۔ اس کے بعد انہوں نے لکھنؤ اور اس کے قرب و جوار کے علاقہ میں جہاد کا اعلان کر دیا۔ اپنے وعظ میں انہوں نے بیان کیا کہ مذہب اسلام خطرہ میں ہے اور اس کی وجہ سے عوام کے دلوں میں ہیجان پیدا ہو گیا۔ بالآخر وہ اپنے بے شمار مریدوں کے ساتھ ہنومان گڑھی روانہ ہوگئے تاکہ مذہب کے ساتھ جو بے حرمتی کی گئی ہے اس کا بدلہ لیا جائے۔ رفتہ رفتہ برطانوی ریزیڈنٹ کو یہ حال معلوم ہو گیا اور وہ فوراً بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اس جوش و خروش کو ٹھنڈا کر دینے کی پُرزور درخواست کی۔ بادشاہ نے خادم حسین کو بُلوا کر معاملہ کو بخیر و خوبی رفع کر دینے کا حکم دیا۔

حسین بخش اور محمد طیار خاں مولوی صاحب کو واپس لانے کے لیئے مقرر کیئے گئے، مگر اُنہوں نے آنے سے صاف انکار کر دیا۔ نواب علی خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مولوی صاحب کو واپس لانے کے لیئے بشیر الدولہ کو بھیجنا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ میں اس شرط پر جاتا ہوں کہ انصاف کیا جائے اور دھمکی دی کہ اگر انصاف نہ کیا گیا تو پھر میں مولوی صاحب کا ساتھ دوں گا۔ برطانوی ریزیڈنٹ نے دوبارہ بادشاہ سے خونریزی نہ ہونے دینے کے متعلق یاددہانی کی اور ان پر ظاہر کر دیا کہ اگر خونریزی ہوئی تو اس کی ساری ذمہ داری بادشاہ پر ہوگی۔

اس وقت تو بادشاہ اور وزیر اُس غصہ کو بھول گئے جو ان کے دلوں میں بادشاہ کی فوجی سرگرمی میں ریزیڈنٹ کی مداخلت کرنے سے پیدا ہو چکا تھا اور وہ آنے والی مصیبت کا سدِ باب کرنے کی غرض سے ضروری تدابیر پر غور و خوض کرنے لگے۔ انہوں نے فرنگی محل لکھنؤ کے مولوی خادم حسین کو بلوا بھیجا اور ان سے متضاد فتوے شائع کر دینے کی درخواست کی تاکہ جو لوگ جنگ کے بہانہ کے متلاشی تھے ان کے لیئے کوئی شرعی حیلہ باقی نہ رہے بادشاہ نے شاہ حسین بخش اور محمد فاخر خاں کو بھی بُلایا اور مولوی صاحب کو خاموش کرنے کے مقصد سے ہر ضروری تدبیر اختیار کرنے پر زور دیا۔ مگر مولوی صاحب ٹس سے مس نہ ہوتے تھے اور صرف یہ شرط پیش کرتے تھے کہ برہمنوں کو ہنومان گڑھی کی مسجد سے بے دخل کر دیا جائے مسلمانوں کو روزہ نماز اور دیگر مذہبی شعائر کو آزادانہ ادا کرنے کی اجازت حاصل ہو اور مجرموں کو شرع کے مطابق سزا دی جائے۔ ان تمام باتوں کے متعلق وعدے وعید کیئے گئے لیکن کوئی عملی کارروائی نہیں کی گئی۔ مولوی صاحب لکھنؤ میں دس بارہ دن تک بشیر الدولہ کے یہاں مہمان رہے جو وزیر سے بار بار وعدہ ایفائی کی یاد دہانی کرتے تھے۔ مولوی صاحب نے اس کے بعد بادشاہ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ میں قانون کو اب اپنے ہاتھ میں لیتا ہوں اور وعدہ خلافی کی بنا پر بشیر الدولہ سے جھگڑا کر کے وہ ہنومان گڑھی واپس لوٹ گئے۔ اس پر بادشاہ نے کرنیل بارلو کو جو شاہی افواج کے کمان افسر تھے یہ حکم دیا کہ وہ اپنے ساتھ صرف ہندوؤں کی پلٹنیں لیکر مولوی صاحب کو بزور روک دیں اور اگر ضرورت سمجھیں تو توپ کے منہ سے انہیں اُڑا دیں۔ شاہی فوجیں مولوی صاحب کے کیمپ سے چار میل کے فاصلہ پر خیمہ زن تھیں۔ جب مولوی صاحب نے رڈلی میدان سے کوچ کرنے کی کوشش کی کرنیل بارٹن نے انہیں ایسا کرنے سے روکا اور ان کے کیمپ کے گرداگرد گھیرا ڈال دیا۔

مولوی صاحب کے ہمراہیوں کی جانب سے حملہ کی ابتدا ہوتے ہی شاہی افواج نے گولہ باری شروع کردی جس سے ۱۱۱ حملہ آور مقتول ہوئے۔ بادشاہ کے بھی بہت سے سپاہی کام آگئے۔ اس معرکہ کی خبر تمام ہندوستان میں پھیل گئی اور یہ اس سے زیادہ بڑے واقعات کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ رفتہ رفتہ بڑے بڑے خیالات پھیلتے گئے۔ برطانوی ریزیڈنٹ نے جسکے پاس بے شمار عرضیاں اس مضمون کی آتی تھیں کہ رعایا کے ساتھ سخت ظلم کا برتاؤ کیا جارہا ہے اور جسے خود اس امر کا یقین تھا کہ بادشاہ حکومت کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ الحاق کی رائے دیدی۔ عجیب بات ہے کہ ایک مسلمان حاکم کے عہد حکومت میں مسجد کے معاملہ میں مسلمانوں کے ساتھ ظلم روا رکھا جائے اور یہ کہ بالآخر رعایا انہی انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کردے جن سے اس نے پہلے پہل انصاف اور حفاظت کی درخواست کی تھی۔

۷ار فروری ۱۸۵۶ء کو انگریزوں نے اودھ کا الحاق کرلیا۔ انہیں نتیجہ کی بالکل خبر نہ تھی اس کی وجہ سے ہزارہا آدمی جو بادشاہ کی ملازمت میں تھے برطرف ہوگئے اور وہ اپنی آمدنی کے ذرائع سے محروم کردیئے گئے۔ جتنا زیادہ نظامِ حکومت خراب ہوتا گیا اتنا ہی زیادہ سپاہیوں، درباریوں، پولیس کے ملازموں اور زمینداروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا جو خرابیِ حکومت سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر موٹے ہوتے جارہے تھے۔

جن لوگوں نے انگریزوں سے دادرسی چاہی تھی وہ بالعموم غریب اور مظلوم تھے لیکن ظالموں نے برطانوی حکومت میں خود اپنی تباہی دیکھی۔ اودھ پوربیوں کا مولد و مسکن ہے اور بددلی کے ان جذبات نے ان تمام پوربیوں کو جو انگریزی ملازم تھے متاثر کردیا۔ ہندوستانی باشندوں کے نزدیک الحاق کی کارروائی صریح ظلم کے مترادف تھی اور اسی وجہ سے عام مقابلہ کے جذبات مشتعل ہوگئے تھے۔

اس کے بعد سے بادشاہ اور ان کے تمام متعلقین (اگرچہ فیصلۂ قسمت کے سامنے انہوں نے چار و ناچار سر تسلیم خم کر دیا تھا) انگریزوں کے جانی دشمن ہو گئے تھے اس وقت لکھنؤ میں دو پلٹنیں (اُنیسویں اور چونتیسویں) مقیم تھیں جنہیں انگریزی حکومت تنخواہ دیتی تھی۔ انہوں نے الحاق کی غیر منصفانہ کارروائی کے بارے میں آپس میں مشورے کیئے اور طے کیا کہ انگریزی راج کو اُلٹ دینے کے مقصد سے بغاوت برپا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ۱۸۵۶ء میں جب پلٹنوں کے بدلنے کا وقت آیا تو ان میں سے ایک پلٹن تو بیرام پور اور دوسری بارکپور بھیجی گئی ان دونوں پلٹنوں کے دلوں میں انگریزی حکومت کی جانب سے سخت نفرت کا جذبہ موجود تھا اور انہوں نے دوسری پوربی پلٹنوں کے نام چٹھیاں روانہ کیں۔ ۳۴ ویں پلٹن نے اس کارروائی میں پہل اختیار کی۔ ان چٹھیوں میں ہر پلٹن کو ہندوستان کے قدیم شاہی خاندانوں کی یاد دلائی گئی تھی۔ اور یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ الحاق اودھ کے بعد اودھ کی فوج کو بھی برطرف کر دیا گیا ہے اور اس کی بجائے نئی پنجابی فوج بنائی گئی ہے جو سکھوں اور پنجابیوں پر مشتمل ہو گی۔ سپاہیوں کو یہ بات جتلائی گئی کہ جو لوگ صرف تلوار کے دھنی تھے اور جنہیں سوائے تلوار کے کام کے اور کوئی کام نہ آتا تھا ان کے منہ میں سے روٹی چھین لی گئی ہے چٹھیوں میں اس امر کا اندیشہ بھی ظاہر کر دیا گیا تھا کہ عنقریب اور صوبے بھی ملحق کر لیے جائیں گے اور ہندوستانیوں کو آئندہ سے فوج میں ملازم نہیں رکھا جائیگا۔ اگر رکھا جائیگا تو نہایت قلیل تعداد میں۔ اس طریقہ سے سپاہیوں پر زور ڈالا گیا کہ وہ سابقہ بادشاہوں کو از سر نو تخت پر بٹھانے کے لیئے بغاوت کر دیں اور غاصبوں کو ملک سے نکال دیں۔ سپاہیوں کی بہبودی اسی امر کی مقتضی ہے اور ان کے رئیسوں کی عزت خطرے میں پڑ گئی ہے۔

ان دونوں پلٹنوں کے قریب قریب ہونے سے باغیوں کو باہمی خط و کتابت

کرنے کا بہت موقع مل گیا (یہ خطوط نویسی نہایت خفیہ طریقہ سے کی جاتی تھی) اور آپس میں کثرت سے مشورے ہونے لگے تھے۔ رفتہ رفتہ ہندوستانیوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ کون کون سی پلٹن سازش میں ملوث ہے اور بتدریج یہ بات مذہب میں داخل ہو گئی کہ ہر پوربئے کو غیر ملکی سے ترکِ موالات کر لینی چاہیئے، اس کی حکم عدولی کرنی چاہیئے اور اس کی عملداری کو اُلٹ دینا چاہیئے۔ اگرچہ یہ جذبات قومی ہو گئے تھے لیکن جب اصل بغاوت برپا ہوئی ہے تو لوگوں کو طریقۂ کار کا صحیح اندازہ نہ تھا۔ بغاوت کے رونما ہوتے ہی گزشتہ واقعات کی پوری حقیقت و اہمیت واضح ہو گئی اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ ان واقعات کا اصل منشاء کیا تھا۔

جنوری ۱۸۵۷ء کے مہینے میں رانی گنج میں ایک یورپین کا مکان اور تار گھر جلا دیا گیا۔ یہ متفقہ کارروائی کا گویا ایک اعلان تھا۔ خیال یہ تھا کہ تار گھر کے جلا دیئے جانے کی خبر فی الفور کلکتہ سے پنجاب پہنچا دی جائے گی اور یہ کہ جو لوگ خفیہ کام میں مصروف ہیں وہ فوراً سمجھ جائیں گے اور مکانوں میں آگ لگانا شروع کر دینگے۔ ان آتش انگیزیوں کو تمام اطراف میں مشہور کیا گیا اور کہا جاتا ہے کہ ایک پلٹن کی جانب سے دوسری پلٹن کے نام اس امر کی چٹھیاں بھیجی گئیں کہ وہ بھی ایسی ہی کارروائیاں کرے۔

فروری کے مہینہ میں وسیع پیمانہ پر چپاتیاں تقسیم کی گئیں اور یہ دوسرا اعلان تھا اور بجائے خود بہت بڑی فالِ بد تھی۔ اس زمانہ میں میں علاقۂ پہاڑ گنج کا تھانہ دار تھا جو شہر دہلی سے باہر واقع تھا۔ ایک دن صبح کے وقت اندرپت کا چوکیدار میرے پاس آیا اور اطلاع دی کہ سرائے فرخ خاں کا چوکیدار مجھے ایک چپاتی دے گیا ہے (جسے اس نے مجھے دکھایا) اور یہ کہہ گیا ہے کہ اسی قسم کی پانچ چپاتیاں پکا کے قریب کے

پانچ دیہات میں تقسیم کردینا۔ اس ہدایت کے ساتھ کہ گاؤں کا چوکیدار بغرض تقسیم اسی قسم کی پانچ روٹیاں پکائے۔ چپاتی جو اور گیہوں کے آٹے کی ہوتی تھی اور مرد کی ہتھیلی کے برابر تھی، اس کا وزن دو تولہ تھا۔ مجھے تعجب تو ہوا لیکن میں نے محسوس کیا کہ چوکیدار سچ کہتا ہے اور یہ کہ اس روٹی میں کوئی نہ کوئی اہمیت ضرور ہوگی اس لیئے کہ اس کی وجہ سے تمام ہندوستانی باشندوں میں ایک گونہ خوف وہراس چھا گیا تھا۔ ۲۶ فروری تک کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہیں آیا۔ اس دن یہ افواہ اُڑی کہ بیرام پور کی ۱۹ ویں پلٹن نے اُن کارتوسوں کو ہاتھ لگانے[۵] سے انکار کردیا ہے جو انہیں استعمال کرنے کی غرض سے دیئے گئے تھے، یہ کہ ۳۴ ویں پلٹن نے بھی اسی قسم کی کارروائی کی ہے اور یہ کہ اسی پلٹن کی سات کمپنیوں کو برخاست بھی کردیا گیا ہے۔ جب میں نے یہ خبر سُنی تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کوئی مصیبت آنے والی ہے۔ انبالہ سے ان دنوں ایک ہندوستانی اخبار شائع ہوتا تھا، اس نے مختلف پلٹنوں کی کارروائیوں کو اور بھی شہرت دیدی یہ سمجھکر کہ ان تمام باتوں کی تہہ میں کچھ کالا ضرور ہے میں نے فی الفور چند آدمیوں کو مقرر

[۵] برطانوی فوج کے دو سپاہی تھے جو میرٹھ میں اپنی اپنی پلٹن سے علیحدہ کردیے گئے تھے۔ ان میں سے ایک مسلمان ہوگیا تھا اور عبداللہ بیگ نام اختیار کرلیا تھا۔ میرٹھ سے یہ شخص انبالہ، لدھیانہ اور فیروزپور گیا اور دوبارہ میرٹھ آکر چھاؤنی کے قریب رہنے سہنے لگا۔ ہندوستانی پلٹنوں کے سپاہی اس سے روزانہ ملنے کے لیئے آیا کرتے تھے جن میں اس کا اثر روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ چربی والے کارتوسوں کے اہم مسئلہ پر روزانہ مشورے ہوتے تھے۔ ایک دفعہ تو اس نے سپاہیوں کو مخاطب کرکے کہا کہ "مجھے معلوم ہے کہ ان کارتوسوں میں سُور اور گائے کی چربی لگی ہوئی ہے، اور سرکار تمہاری ذات بگاڑنے کی خواہشمند ہے۔ اگر تم ان پر گھی یا تیل بھی لگالو تو بھی استعمال کرنے پر دوسرے سپاہیوں کے سامنے تمہاری مثال پیش کی جائے گی اور پھر دوسری پلٹنوں کو بھی انہیں استعمال کرنا پڑے گا۔ ۱۲

کر دیا تاکہ وہ میرے تمام حلقہ کا معائنہ کریں اور یہ معلوم کرنے کے بعد کہ آیا اور دیہات میں بھی چپاتیاں تقسیم کی گئی ہیں ان کی مزید تقسیم کو روک دیں۔

میرا چھوٹا بھائی مرزا محمد حسین خان بدرپور کا تھانہ دار تھا جو دہلی سے ۹ میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ جس دن میں نے پہاڑ گنج میں چپاتیوں کے تقسیم کیے جانے کی خبر سُنی اُسی دن میرے بھائی کے پاس سے بذریعہ سوار یہ اطلاع موصول ہوئی کہ اس کے علاقہ میں گاؤں در گاؤں چپاتیاں اور بکری کے گوشت کی بوٹیاں تقسیم کی جا رہی ہیں اور اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ ایسی حالت میں کیا کارروائی کرنی چاہیئے۔ میں نے اسے اسی وقت یہ لکھ دیا کہ ہر ممکن طاقت سے روٹیوں کو تقسیم ہونے سے روکو اور ساتھ ہی افسران بالا کو بھی صورتِ حالات کی اطلاع دے دی۔

چند دن تک مجھے کسی قسم کے احکام موصول نہیں ہوئے لیکن بعد میں حکم ملا جس میں روٹیوں کی تقسیم کی علت غائی دریافت کی گئی تھی۔ اسی اثنا میں علی پور اور شیدپور کے تھانہ داروں کے پاس سے بھی خطوط موصول ہوئے جن میں مجھ سے مشورہ طلب کیا گیا تھا۔

اس کے بعد مجھے حکم مل گیا کہ تقسیم کو روک دو۔ اس اثناء میں میرے بھائی کو علیگڑھ اور متھرا بھیجا گیا تاکہ وہ دریافت کرے کہ آیا وہاں بھی چپاتیاں تقسیم کی گئی ہیں۔ اسی کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ وہ قسمتِ دہلی کے ایک وسیع حصہ میں گھوم کر آیا ہے اور یہ کہ جہاں کہیں وہ گیا اسے معلوم ہوا کہ چپاتیاں ہر جگہ تقسیم کر دی گئی ہیں۔ ہر مقام پر اس سے سوالات پوچھے جاتے تھے لیکن کوئی شخص یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ وہ آئی کہاں سے ہیں اور ان کا منشا کیا ہے۔

میرے بھائی کی تجویز یہ تھی کہ دیگر اضلاع کے سول حکام کے نام چٹھیاں روانہ کرنی چاہیئں کہ وہ اس امر کی تحقیقات کریں۔ نہیں تو مجھے بغرضِ تحقیقات روانہ

کیا جائے لیکن اجازت نہیں دی گئی۔ بعد ازاں دہلی کے جوائنٹ مجسٹریٹ سر تھیوفلس مٹکاف کے پاس سے ایک خط آیا جس میں مجھ سے جج کے طور پر واقعہ کی اصلیت دریافت کی گئی تھی۔ میں نے یہ لکھ بھیجا کہ میں اپنے والد سے سُنا کرتا تھا کہ مرہٹوں کے زوال کے وقت بھی مکئی کی تہنی اور روٹی کا ٹکڑا گاؤں گاؤں تقسیم کیا گیا تھا اور یہ ممکن ہے کہ چپاتیوں کی تقسیم کا واقعہ کسی شورش کا پیش خیمہ ہو۔ اس کے بعد مجھ سے کوئی سرکاری خط وکتابت اس مسئلہ پر نہیں ہوئی اور نہ مجھے کسی قسم کے احکام ہی موصول ہوئے۔

کچھ دنوں بعد یہ چرچہ ہوا کہ انگریز ہندوستانی سپاہیوں کو گائے اور سؤر کی چربی لگے ہوئے کارتوسوں کا استعمال کرا کے ان کی ذات بگاڑنا چاہتے ہیں سرکاری افسروں نے اس چرچہ پر کچھ دھیان نہ کیا اور جو بد دلی تمام ملک میں پھیل رہی تھی اس کے بدیہی آثار سے سر تا سر غافل رہے۔

۱۱ مئی کی صبح کو میں مجسٹریٹ اور کلکٹر مسٹر ہچنسن کی فوجداری عدالت میں کسی مقدمہ کے سلسلہ میں پیروکاری میں مصروف تھا۔ اس کے کچھ دیر بعد جمنا کے پُل کے داروغہ بلدیو سنگھ نے آ کر کہا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ میرٹھ میں انگریزوں اور دیسی فوجوں میں سخت لڑائی ہوئی ہے اور یہ کہ وہ فوجیں اب سیدھی دہلی آ رہی ہیں اور راستہ میں جتنے یورپین اور عیسائی ملتے ہیں ان کو قتل کر کے ان کے بنگلوں کو آگ لگا دیتی ہیں۔ باغیوں کے متعلق یہ اطلاع بھی ملی کہ وہ دہلی کے قریب آ گئے ہیں۔ کلکٹر نے فی الفور بلدیو سنگھ کو حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ پر چلا جائے اور شہر کا جو دروازہ پُل کو جاتا ہے اس کو بند کروا دینے کا جلد سے جلد انتظام کرے۔ اس کے بعد کلکٹر اپنی بگھی میں بیٹھ کر کمشنر کے مکان پر گیا۔ مسٹر فریزر سو رہے تھے۔ انہیں جگا کر تمام حالات سُنائے۔

ہندوستانیوں میں عام طور سے یہ بات مشہور ہے کہ پچھلی شب کو رات گئے میرٹھ سے ایک سوار مسٹر سمسن فریزر کے نام چٹھی لیکر آیا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ اپنی کرسی پر بیٹھے بیٹھے سو گئے تھے اور جب جمعدار نے جگایا اور بتایا کہ میرٹھ سے ایک سوار چٹھی لیکر آیا ہے تو صاحب نے اسے بہت دھمکایا اور چٹھی کو جیب میں ڈال لیا، اور پھر سو گئے۔ نوکر کمشنر کو دوبارہ جگانے سے ڈرے اور سوار سے جو کچھ معلوم کر سکے وہ اسی قدر تھا کہ میرٹھ میں بہت کچھ "گول مال" ہو گیا ہے اور یہ کہ جس افسر نے اسے چٹھی دی تھی اسے سخت تاکید کر دی تھی کہ وہ بعجلت تمام اسے دہلی پہنچا دے۔ میں نے یہ تمام باتیں عدالت میں بیٹھے بیٹھے چپراسیوں کی زبانی سُنیں۔ میں ابھی میرٹھ کے واقعات کے متعلق غور کر رہا تھا کہ اتنے میں مسٹر ہچنسن آ پہنچے۔ مجھے دیکھکر اُنہوں نے شہر جانے اور کوتوال کو خبردار رہنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ ہدایت کی کہ اس کے بعد تم اپنے تھانہ میں واپس چلے جانا اور امن و امان کے قیام کے لیئے مقدور بھر کوشش کرنا۔ ان سے رخصت ہونے کے بعد میں شہر میں سے ہوتا ہوا کوتوال سے ملا اور اسے میجسٹریٹ کے احکام سُنا دیئے، وہ بھی گھوڑے پر سوار ہو کر کچھ دور میرے ساتھ گئے، ان کی رائے یہ تھی کہ شہر میں کامل امن و سکون ہے، ابھی ہم جا ہی رہے تھے کہ راج گھاٹ دروازہ کا چوکیدار بھاگتا ہوا آیا اور اس نے خبر دی کہ کچھ دیسی سوار شہر کی فصیل تک پہنچ گئے ہیں اور یہ کہ باقی ماندہ لشکر مجھے دور سے آتا ہوا دکھائی دیا ہے۔

اس نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ دروازے بند کر دیئے گئے ہیں لیکن جس وقت میں وہاں سے چلا ہوں اس وقت باہر کے لوگ دروازہ کھولنے کے لیئے شور مچا رہے تھے۔ کوتوالی سے میں گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا سیدھا مسٹر ہچنسن کو یہ اطلاع دینے کے لیئے گیا کہ باغی راجگھاٹ کے دروازے تک پہنچ گئے ہیں۔

انہوں نے آہستگی سے مجھے اپنے تھانہ میں جانے کے لیئے کہا اور چپڑاسیوں میں سے ایک سے پوچھا کہ کسی نے مسٹر لی بیس[۱] (Le Bas) کو دیکھا ہے اور پھر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیئے گویا کہ وہ مسٹر موصوف کی تلاش میں جا رہے ہیں۔ میں اجمیری دروازہ سے ہوتا ہوا پہاڑ گنج پہنچا۔ وہاں پہنچتے ہی میں نے تمام برق اندازوں کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور اپنے اپنے ہتھیاروں کا جائزہ لیں۔

میں ابھی اپنے برق اندازوں سے بات چیت کرنے میں مصروف تھا کہ یکایک میں نے ایک یورپین سوار کو گھوڑا سرپٹ دوڑاتے ہوئے آتے دیکھا۔ سوار پہ نظر پڑتے ہی میں نے پہچان لیا کہ وہ سر تھیوفلس مٹکاف ہیں۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھا اور ان سے ملنے کے لیئے آگے بڑھا اور گارد سے سلامی دلوائی۔ سوائے قمیص و پتلون کے وہ اور کچھ پہنے ہوئے نہ تھے۔ میں نے ان سے تمام کیفیت پوچھی انہوں نے جواب دیا کہ "باغی شہر میں گھس آئے ہیں اور تمام یورپین باشندوں کو قتل کر رہے ہیں۔ میں اس گھوڑے پر سوار ہو کر بچ نکلا ہوں اور تمام راستے وہ میرا تعاقب کرتے آئے ہیں" اس کے بعد اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ "کیا آپ میری مدد کرنے کے لیئے تیار ہیں؟" میں نے جواب میں کہا کہ "جو کچھ میرے پاس ہے وہ آپ ہی کا ہے۔ میں ہر خدمت کے لیے تیار ہوں" اس کے بعد وہ اُترے اور مجھ سے چند کپڑے مانگے۔ میں انہیں تھانہ

---

[۱] مجھے بعد کو تحقیقات سے معلوم ہوا کہ مسٹر ہچنسن صرف یہ دیکھنے کے لیئے دورہ لگا رہے تھے کہ آیا ان کے احکام کی تعمیل ہو گئی ہے یا نہیں اور وہ کوتوالی تک مسٹر لی بیس (جج) کے ساتھ گئے تھے۔ مسٹر فریزر کے چپڑاسی سے مجھے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ جب وہ اس چٹھی کا جو اُنہیں گزشتہ رات موصول ہوئی تھی بغور مطالعہ کر چکے تو اُنہوں نے اپنے دفتر کی حفاظت کے بارے میں احکام نافذ کیئے اور حکم دیا کہ میری بگھی اور بندوق شہر میں میرے پاس بھجوا دی جائے بعد ازاں وہ نواب جھجر کے رسالدار کریم بخش خاں کی معیت میں شہر میں گئے اپنے باڈی گارڈ کو استعمال کرنے کے بارے میں غالباً اُنہوں نے کوئی احکام نافذ نہیں کیئے۔ ۱۲

میں لے گیا اور کپڑوں کا بکس سامنے رکھدیا۔ انہوں نے دیسی پوشاک کا ایک جوڑا نکالا اور ایک خاص قسم کی تلوار بھی پسند کی جو عام طور پر "جری گھاٹ" کے نام سے مشہور ہے انہوں نے پھر اپنا گھوڑا منگوایا اس ارادہ سے کہ اپنے گھر لوٹ جائیں مگر میں نے بمنت انہیں جانے سے روکا۔ انہوں نے کہا کہ "میں اپنے سونے کے کمرے میں ایک بکس چھوڑ آیا ہوں جس میں نوٹوں اور سکوں کی شکل میں ۱۳ ہزار روپیہ ہے" اور مجھ سے خواہش کی کہ دو قابل اعتماد آدمیوں کو بھیجکر بکس کو منگوالو۔ میں نے فی الفور کلیان سنگھ محرر اور امراؤ مرزا کو بکس لانے کے لیئے بھیجدیا۔

پھر میں نے سر تھیوفلس سے پوچھا کہ آپ کس طرح سے بچ کر نکل آئے کیونکہ مجھے تو یہ سارا کھیل ناممکن سا معلوم ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ کورٹ ہاؤس ذرا دیر سے پہنچے۔ تمام کچہریاں خالی پڑی تھیں اور صرف اسسٹنٹ میجسٹریٹ بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے۔ ناظر رانی چند داس نے پھر انہیں اطلاع دی کہ خزانہ کے گارد کے آدمی آپس میں بات چیت کر رہے تھے کہ سرکار ہمارے مذہب کو بگاڑنا چاہتی ہے اور دیکھا چاہیئے کہ اب کیا ہونیوالا ہے۔ اس اطلاع کے بعد جمنا کے پل کے داروغہ کی رپورٹ ملی کہ باغی شہر کی طرف نہایت سرعت کے ساتھ بڑھ رہے ہیں بلکہ یہاں تک خبر ملی کہ کچھ فصیلوں تک پہنچ بھی گئے ہیں۔ اس کے بعد وہ اسسٹنٹ میجسٹریٹ کی معیت میں توپخانہ پہنچے اور وہاں کے چوبیس نجیبوں کے گارد کو شہر کے دروازوں کی حفاظت کے لیئے بھیجدیا۔ ان سپاہیوں نے کہا کہ ہمارے پاس کارتوس نہیں ہیں بہرحال انہیں روانہ کردیا گیا اور سر تھیوفلس خود کلکتہ دروازہ گئے۔ کوتوال[1] کو جو اُن

[1] مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ کوتوال مسمی بلدیو سنگھ کو کوتوالی پہنچکر اطلاع ملی کہ مسٹر ہچنسن قتل کردیے گئے ہیں وہاں سے وہ سر تھیوفلس کو خبردار کرنے کی غرض سے گھوڑا سرپٹ دوڑاتے ہوئے گئے مگر راستہ میں انہیں صرف خالی گاڑی ملی جس میں سائیس بھی نہ تھا اور گھوڑا سرپٹ دوڑا چلا جارہا تھا۔ ۱۲

کے ہمراہ تھا، کوتوالی کی حفاظت کے لیئے چھوڑ کر وہ آگے بڑھ گئے۔ دریا گنج میں انہیں تین سوار ملے جنہوں نے اُن پر پستول کے فیر چلائے۔ ان میں سے جب کبھی کوئی بگھی کے قریب آکر اپنا پستول اُٹھاتا تو سر تھیو فلس اپنا چابک اُس کے مُنہ پر مارتے شدتِ تکلیف سے ہر سوار کا نشانہ خطا ہو گیا اور وہ سرپٹ دوڑاتے ہوئے آگے نکل گئے یہاں تک ایک مجمع نے انہیں حملہ آوروں سے جُدا کر دیا لیکن تھوڑی دیر بعد ہی انہیں دوسرا مجمع ملا جس نے ان کو آگے بڑھنے سے روکا۔ یہ حالت دیکھکر وہ اپنی بگھی میں سے کود پڑے اور اپنا کوٹ وغیرہ اُتار پھینکا اور شہر کی گلیوں میں سے ہوتے ہوئے مدوب داس کے مکان کی طرف نکل گئے۔ راستہ میں ان کی نواب جھجر کے رسالہ کے رسالدار محمد خاں نامی سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ انہوں نے اس شخص سے گھوڑا مانگا مگر اس نے صاف انکار کر دیا۔ اس پر سر تھیو فلس نے اسے ٹانگ پکڑ کر زمین پر نیچے کھینچ لیا اور باگ کھینچ کر چوڑی والوں کی طرف سرپٹ دوڑاتے ہوئے نکل گئے یہاں پر سوار اُن کے تعاقب میں آپہنچے مگر وہ مُڑ گئے اور اجمیری دروازے کی راہ پہاڑ گنج پہنچ گئے۔

جب وہ یہ واقعات بیان کر رہے تھے تو دو سپاہی آئے اور اطلاع دی کہ سر تھیو فلس کے مکان کا راستہ باغیوں نے روک رکھا ہے اور یہ کہ وہ قابو سے باہر ہو گئے ہیں اور قتل و غارت گری پر آمادہ ہیں۔ ان کے چہرے سے اندرونی خوف و ہراس نمایاں تھا لیکن سر تھیو فلس اس بیان سے بالکل متاثر نہیں ہوئے بلکہ یہ کہا کہ میں واپس چھاؤنی میں جانا چاہتا ہوں جہاں فوجیں مقیم تھیں۔ میں نے انہیں اس خطرناک کارروائی سے روکا کہ اگر دہلی کی فوجوں نے بھی بغاوت کر دی تو پھر آپ کیسے بچیں گے؟ میں نے ان سے بمنت درخواست کی کہ آپ شہر میں میرے مکان میں جا کر رہیں جہاں میرے سب سے بڑے بھائی امیر الدین اور ان کا جرگہ

آپ کی جان کے محافظ ہونگے۔ میں نے مکان تک ساتھ چلنے کو کہا اور بتایا کہ ممکن ہے
کہ آپ کی موجودگی سے برطانوی حکومت کو کسی قسم کا فائدہ پہنچے۔ لیکن انہوں نے
جواب دیا کہ "میرا کام یہ ہے کہ میں افواج کے ساتھ رہوں ممکن ہے کہ اس وقت شہری
افسروں میں سے صرف میں ہی زندہ ہوں! میرے لئے شایانِ شان نہیں ہے کہ ایسے
وقت میں جبکہ امن وامان قائم کرنے کی غرض سے فوج موجود ہو، میں صرف اپنی ہی
حفاظت کا خیال کروں" یہ کہکر وہ سوار ہو گئے اور ہم فراشخانہ کے پل کی طرف
روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ہمیں باغیوں کی ایک بہت بڑی جماعت لاہوری دروازہ
سے نکلتی ہوئی اور ہماری جانب آتی ہوئی دکھائی دی۔ کلیان سنگھ مہرا اور رام راؤ مرزا
سے بھی راستہ میں ملاقات ہو گئی جنہیں سر تھیوفلس مٹکاف کے مکان سے روپیہ کا
صندوق لانے کے لیئے بھیجا گیا تھا۔ جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا اس سے وہ خوفزدہ تھے
انہوں نے بتایا کہ بدمعاشوں نے تمام سڑک پر قبضہ کر لیا ہے۔ وہ اس قدر متوحش
تھے کہ اپنا کام کیے بغیر واپس لوٹ آئے۔ ہم نے آپس میں مشورہ کیا اور رائے یہ
قرار پائی کہ شارع عام سے چلنا حماقت اور پاگل پن ہوگا۔ اب ہم نے واپس جانے
اور یہ معلوم کرنے کی ٹھانی کہ چھاؤنی کی پلٹنیں کیا کر رہی ہیں، میں نے دوبارہ یہ
تجویز پیش کی کہ سر تھیوفلس میرے مکان پر چلے چلیں مگر انہوں نے اس بنا پر
انکار کر دیا کہ اگر میری موجودگی کا علم ہو گیا تو آپ کی تمام جائداد اور گھر بار تباہ
ہو جائیگا۔ ہم نے اپنے ہمراہیوں کو تاکید کر دی کہ سر تھیوفلس کی موجودگی کا کسی کو علم
نہ ہونے پائے، اور وہاں سے ہم قدم شریف کی درگاہ سے ہوتے ہوئے باغ
کٹاپی پہنچے جو دہلی سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ بھورے خاں میواتی
کے مکان کے سامنے ہم اپنے گھوڑوں سے نیچے اُترے۔ اگرچہ میری اس سے
ملاقات نہ تھی تاہم وہ نڈر اور سچا شخص سمجھا جاتا تھا، وہ باعتبار عہدہ نمبردار تھا

دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ گھر میں نہیں ہے لیکن اس کا بیٹا باہر نکلا اور پوچھا کہ فرمائیے کام کیا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ اپنے باپ کو تلاش کر کے بُلا لاؤ اور ہم مکان کے قریب ہی خاموش انتظار کر رہے تھے کہ تھوڑی دیر میں بھورے خاں آ گیا اور سلام و مزاج پُرسی کے بعد میں نے ان سے پوچھا کہ "تم جانتے ہو یہ کون صاحب ہیں" اس نے نہایت غور سے ان کی طرف دیکھا اور پہچان کر کہا کہ یہ تو مٹکلب صاحب ہیں۔ میں نے پھر صبح کے واقعات کا اعادہ کیا۔ انہوں نے میرے دوست کے خطرات کو تسلیم کیا اور خود ہی اپنی خدمات بھی پیش کر دیں۔ سر تھیوفلس دوسرے یورپین افسروں کی طرف سے بہت متفکر اور مشوش تھے اور اس لئے انہوں نے مجھے حکم دیا کہ شہر جاؤ اور جتنے یورپینوں کی جانوں کو بچا سکتے ہو بچانے کی کوشش کرو۔ لیکن اب کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکتی تھی۔ یہ ممکن ہے کہ اگر شروع شروع میں شہر کے عمائدین کے جذبات سے اپیل کی جاتی تو بہت سی جانیں بچ سکتی تھیں۔ ایسے وقت میں جبکہ صرف چند ہی باغی شہر میں داخل ہوئے تھے اگر کوئی کارروائی عمل میں آتی تو رؤسا کے ملازمین ہی حملہ آوروں سے نبٹ سکتے تھے۔ بلب گڑھ کے راجہ صاحب بھی اپنے چند ہمراہیوں سمیت اس وقت دہلی میں تھے۔ وہ نواب امین الدین خاں اور ضیاء الدین خاں کے ساتھ جو سرکار انگریزی کے وفادار اور جاں نثار تھے، ملکر بآسانی اتنی فوج جمع کر سکتے تھے کہ میرٹھ کے سواروں پر حملہ آور ہو سکتی۔ یہ سوار گھوڑوں پر تھے، اور شہر کی تنگ گلیوں میں جہاں باشندوں کی ایک بڑی وسیع تعداد رہتی تھی وہ یقیناً بے پناہ ہوتے۔ افسوس یہ ہے کہ چند حملہ آوروں کے یکایک شہر میں داخل ہو جانے سے گھبراہٹ پھیل گئی۔ باغیوں کی صحیح طاقت سے لاعلمی اور ان کی تعداد کے بارے میں مبالغہ آمیز بیانات نے شہر کے سمجھدار طبقہ کے اوسانوں کو شل کر دیا۔

شہر کے لوگ تو سارا الزام کمشنر پر رکھتے ہیں جس نے افسوسناک غفلت برتی

اور اس اہم اطلاع سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا جو اسے ایک دن قبل مل گئی تھی۔ اس خوفناک صبح کے نو بجے تک گورنمنٹ کے تمام بڑے بڑے عملدار قتل ہو چکے تھے۔ اس کے بعد عام کھلبلی مچ گئی۔ ہر شخص اپنی اور اپنے گھر والوں کی جان بچانے کی فکریں کر رہا تھا۔

یہاں سے سلسلۂ بیان کی از سرِ نو تجدید کرتا ہوں۔ سب سے پہلے میں پہاڑ گنج کے تھانہ پہنچا۔ مجھ سے پوچھا گیا کہ مجسٹریٹ کہاں ہے۔ میں نے جواب دیا کہ وہ مجھ سے آگے نکل گئے تھے اور مجھے خبر نہیں کہ وہ کہاں گئے۔ پھر میں نے کپڑے بدلے اور خالصۃً ہندوستانی لباس میں ملبوس ہو کر شہر کا رُخ کیا۔ دروازۂ شہر کھلا ہوا تھا اور محافظ سپاہی بھی وہاں موجود نہ تھے۔ وہاں سے میں اپنے گھر پہنچا جہاں گھر کے آدمی سہمی ہوئی حالت میں کواڑ بند کر کے بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر میں قلعہ کی جانب گیا اور دیکھا کہ سڑک کی جتنی دُکانیں تھیں وہ سب بند پڑی ہیں۔ ہر چہار طرف شہر کے بدمعاش یورپیوں کے گھروں کے ساز و سامان کو لُوٹ کر لیجا رہے تھے۔ جب میں کوتوالی پہنچا تو دیکھا اسے بھی لوٹ لیا گیا ہے حتّٰی کہ اس کے دروازے تک غائب تھے۔ بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ وہاں کوئی شخص نہیں ہے لیکن جب میں نے زور سے آواز دی تو دُو سپاہی نظر آئے ان کی زبانی معلوم ہوا کہ جو قیدی سڑکوں پر کام کر رہے تھے انہیں فساد ہوتے ہی اسٹیشن ہاؤس میں پہنچا دیا گیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد دو مسلمان سوار گھوڑا دوڑاتے ہوئے آئے اور بلند آواز سے پوچھا کہ "کیا تم مذہب کے طرفدار ہو یا اس کے خلاف ہو"؟ جس کا کوتوال نے یہ جواب دیا کہ "ہم سب اپنے مذہب کے حمایتی ہیں" اس کے بعد قیدی لوہار کی دُکان میں گئے اور وہاں ایک دوسرے کی زنجیریں کاٹ دیں بعد ازاں دو آدمی اونٹوں پر سوار سبز لباس پہنے ہوئے آئے اور پکار کر کہا کہ "اے لوگو! مذہب کا ڈنکا بج گیا ہے" میرے مخبر کو یہ بات معلوم نہیں ہو سکی کہ سوار آئے کہاں سے تھے اور گئے کہاں، لیکن شہر کی

خوف زدہ آبادی نے انہیں فرشتہ ہی قرار دیا۔ قیدی جب آزاد ہو گئے تو سب سے پہلے انہوں نے جو کام کیا وہ یہ تھا کہ کوتوالی پر دھاوا بول دیا۔ اس کے دروازے بند کر دیئے گئے تھے۔ لیکن انہوں نے انہیں سپاہیوں کی مدد سے کھول لیا۔ کوتوال نے عقب کی دیوار سے کود کر اپنی جان بچائی اور روشن الدولہ کی مسجد کی جانب چل دیا نائب کوتوال نے بھی اسی طرح اپنی جان بچائی جب جیل کے قیدیوں کو اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی تو انہوں نے عمارت کو لوٹ لیا اور جو چیز انہیں مل سکی اسے تباہ و برباد کر ڈالا۔ میرے مخبر جو جنوبی ہندوستان کے رہنے والے تھے۔ حیران اور پریشان تھے اور ابھی تک وہیں پناہ لے رہے تھے۔

مجھے معلوم ہوا کہ باغی لوٹ مار کی غرض سے کشمیری دروازے گئے ہیں۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہاں کی یورپین آبادی کو تہ تیغ کر دیں۔ مزید خونریزی کی روک تھام کرنے کے خیال سے میں نے ان دونوں سپاہیوں کو حکم دیا کہ جسقدر سپاہیوں کو جمع کر سکتے ہو کرو۔ میں نے ان سے یہانتک کہدیا کہ مجھے شہر کا کوتوال مقرر کر دیا گیا ہے۔ مزید یقین دلانے کی غرض سے میں نے انہیں شکر خریدنے کے لیئے پانچ پانچ روپئے دیئے اور انہیں ہدایت کر دی کہ اگر باغی ادھر آنکلیں تو انہیں میرے تقرر کی اطلاع دے دی جائے۔ اور اگر سپاہی آجائیں تو شربت سے ان کی تواضع کی جائے۔ اس کے بعد میں قلعۂ معلیٰ گیا تاکہ بادشاہ سلامت سے ملاقات کروں اور ان کی خدمت میں عرض کروں کہ یورپینوں کو قتل سے بچانے اور اپنے گھر بار کی حفاظت کا تیقن کرنے کے مقصد سے وہ مجھے اختیارات عطا فرمادیں۔

شہر کے لاہوری دروازہ کے قریب ہندوستانی فوج کی والنٹیر کمپنی تیار کھڑی تھی۔ لیکن اس نے میرا چنداں خیال نہ کیا۔ "لال پردہ" کے قریب میں نے اپنے گھوڑے کو روکا اور وہاں سے پاؤں پیدل محل کی جانب روانہ ہوا۔ مگر وہاں سے سب لوگ جا چکے تھے۔ تصویر خانہ میں مجھے چار ملازم اور دو خواجہ سرا ملے جو اس وقت

پہرہ دے رہے تھے۔ ایک خدمتگار نے جو مجھے جانتا پہچانتا تھا میرے آنے کا سبب پوچھا۔ میں نے کہا کہ مجھے ظلِ سبحانی سے بہت ضروری ملنا ہے۔ چنانچہ اطلاع کرائی گئی اور مجھے باریابی حاصل ہوئی۔ کورنش بجالانے کے بعد میں نے ظلِ سبحانی کے سوالات کے جواب میں عرض کیا کہ باریابی حاصل کرنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ میں اس قتل و غارتگری کی اطلاع دوں جو اس وقت برپا ہو رہی ہے۔ اور یہ کہ شہر کے تمام بدمعاش یورپینوں اور کرسٹانوں کی تلاش میں ہیں تاکہ انہیں اور ان کے بال بچوں کو تباہ کردیں۔ میں نے ظلِ سبحانی سے عرض کی کہ خدارا خونریزی کو روکیئے اور شہر میں امن وامان قائم کردیجئے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ "میں بالکل عاجز ہوں۔ میرے تمام ملازمین کا دماغ الٹ گیا ہے یا وہ بھاگ گئے ہیں۔ میں تن تنہا رہ گیا ہوں۔ میرے پاس فوج نہیں ہے جو میرا حکم مانے۔ ایسی حالت میں میں کیا کرسکتا ہوں؟" میں نے جواباً عرض کیا کہ "اگر حضور مجھ پر اپنی خواہشات کا اظہار فرمائیں گے تو ممکن ہے کہ میں حضور کے احکام بجا لانے کے بارے میں کوئی کارروائی کرسکوں" پھر میں نے اپنے طریقۂ کار کو پیش کیا۔ ظلِ سبحانی نے فرمایا کہ "میرے بیٹے! میں تم سے یہی توقع رکھتا تھا، تم میرے پاس بڑی مصیبت اور خطرہ کے وقت میں آئے ہو۔ جو کام اچھا سمجھو اسے کر ڈالو۔ میں تمہیں اس کا اختیار دیتا ہوں" اس کے بعد میں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ "اگر کبھی کوئی شخص حضور کے روبرو میری برائی کرے اور شورش دبانے کا مجھ پر الزام رکھے تو حضور یہ فرمادیں کہ وہ میرے احکام کے مطابق عمل کر رہا ہے۔ اگر حضور اپنے چوبداروں میں سے ایک یا دو کی خدمات عطا فرمادیں اور انہیں میرے ساتھ قتل و خونریزی کے مقام پر جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں اور انہیں میری ہدایات پر چلنے کا حکم صادر فرمائیں تو بہت ممکن ہے کہ بے کس لوگوں کا قتل رک جائے۔ وہ حضور کے روبرو پیش کردیئے جائیں گے۔ اگر ان کی جان بخشی ہوگئی

تو یہ کارروائی حضور کے شایانِ شان ہو گی۔ بشرطیکہ احقر کی تجویز پر عمل درآمد ہوا"
میں نے یہ بھی عرض کیا کہ کسی شاہزادہ کو حکم دیا جائے تاکہ وہ شہر کے بازاروں میں
گشت لگائیں اور دُکانداروں کو اپنی اپنی دُکانیں کھولنے پر آمادہ کریں۔ بادشاہ
سلامت نے میری تجاویز کو پسند فرمایا اور حکیم احسن اللہ خاں کو طلب فرمایا۔ جب
وہ آ گئے تو انہیں میری تجاویز سننے کا حکم دیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ "چوبداروں کو
تمہاری مصیبت میں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ "باغی لوگ" عیسائیوں کے قتلِ
عام سے کبھی باز نہ آئیں گے۔ اگر ان کی مزاحمت کی گئی تو زیادہ خراب نتائج رونما
ہوں گے۔ جب عیسائیوں کے خون سے ان کا دل بھر جائیگا تو وہ پھر ہماری جانب
متوجہ ہوں گے اور ہمارے مال و اسباب کو لوٹ لیں گے۔ ہمیں صرف اپنی خبر گیری
کرنی چاہیئے" میں نے جواب دیا: "حکیم جی! آپ کی رائے صائب نہیں ہے۔
خدا تعالیٰ کی نظر میں بے گناہ بچوں اور عورتوں کا قتل بہت خراب چیز ہے۔ جب
یہ بغاوت دب جائے گی اور انگریزی طاقت ازسرِنو قائم ہو جائیگی تو جانیں بچانے
میں جو کوششیں آپ نے کی ہوں گی وہ نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی۔
اگر آپ کی رائے یہ بھی ہو کہ انگریزی راج کا خاتمہ ہو گیا ہے تب بھی جن جانوں کو
آپ بچائیں گے اس کی وجہ سے آپ کی عزت و احترام اور شان و شوکت میں
بے حد اضافہ ہو گا۔" میں نے ان پر اپنی رائے ظاہر کر دی کہ یہ شورش زیادہ دن نہ رہیگی
اور ان سے عاجزانہ درخواست کی کہ وہ میرے مشورے پر کاربند ہوں۔ حکیم احسن اللہ
خان نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ چُپ سادھ لی گویا کہ وہ گہرے خیالات میں غلطاں
و پیچاں ہیں۔

بادشاہ سلامت میری رائے کی تائید میں تھے اور اس لیئے انہوں نے
چوبداروں کو میرے ہمراہ چلنے کا حکم دیا۔ میں انہیں لیکر دریا گنج پہنچا جہاں زیادہ تر

یورپین آباد تھے۔ یہاں آکر بھیانک نظارہ دیکھا کہ ظالم جلاد بنگلوں میں آگ لگا رہے ہیں اور عورتوں اور بچوں کو قتل کر رہے ہیں۔ اللہ رحم کرے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان تمام خوفناک واقعات کا الزام مجھ پر عائد ہو جائے! میں نے اور چوبداروں نے بادشاہ سلامت کے احکام کو چلا چلا کر سُنانا شروع کر دیا۔ ہماری مُداخلت کا اتنا تو اثر ہوا کہ تقریباً چند درجن آدمیوں کی جانیں بچ گئیں۔ انہیں محل میں بھیجدیا گیا اور انہیں باقاعدہ کھانا کھلانے کے احکام نافذ کر دیئے گئے۔ تیسرے پہر تک میں اسی کوشش میں رہا اور ایک بنگلہ سے دوسرے بنگلہ تک اس امید میں پھرتا رہا کہ شاید وہاں کوئی شخص مل جائے جس کی میں دستگیری کر سکوں۔ صرف چند کرسٹان ملے جنہیں زندہ محل میں پہنچا دیا گیا۔

اس کے بعد مجھے کرسٹان مردوں، عورتوں اور بچوں کی ایک بڑی جماعت ملی جن کی سخت نگرانی کی جا رہی تھی۔ میں نے اپنے اختیارات کو کام میں لا کر حکم دیا کہ سماعتِ مقدمہ کے لیے انہیں محل میں یا کوتوالی میں لے جاؤ تاکہ یہ ثابت ہو سکے کہ وہ عیسائی ہیں یا نہیں۔ میں نے کہا "اگر اس کے بعد بھی وہ کرسٹان رہیں تو انہیں قتل کر دینا چاہیئے۔ لیکن اگر ان پر غلط الزام عائد کیا گیا ہے تو اس صورت میں بادشاہ سلامت کا حکم ہے کہ انہیں رہا کر دیا جائے۔ یہ لوگ یورپین نہیں ہیں بلکہ ہمارے ہی ملک کے رہنے والے ہیں" میں نے یہ تمام باتیں ان کی جان بچانے کے لیئے کہی تھیں۔ ان میں سے ۱۹ اشخاص میرے حوالے کیئے گئے جنہیں کوتوالی بھیج دیا گیا۔ چار بجے کے قریب مجھے اس زور کے دھماکے کی آواز سُنائی دی کہ میں ڈر گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سو توپیں ایک ساتھ چھوڑی گئی ہیں۔ سراسیمگی کی حالت میں میں کشمیری دروازہ کی طرف چلا اور جو لوگ بھاگ کر آرہے تھے ان سے معلوم ہوا کہ میگزین اُڑا دیا گیا ہے۔ پھر میں میگزین گیا۔ دریا کے قریب کی فصیل

کا حصہ اُڑا دیا گیا تھا اور کچھ لوگ اسی راستہ سے بچکر نکل گئے تھے۔ جب سب دھواں غائب ہوگیا تو میں میگزین میں داخل ہوا۔ وہاں مجھے چھ زخمی یورپین ملے میں نے انہیں محل بھجوا دیا اور اس طرح فوری قتل ہونے سے انہیں بچا دیا۔ اب شام ہو چلی تھی۔ خزانہ ابھی تک محفوظ تھا اور گارد بھی حسب معمول وہاں موجود تھا مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس دن باغی شہر میں داخل ہوئے تھے اس کی صبح کو میگزین کے افسروں نے دروازوں کو بند کر دیا تھا۔ انہوں نے توپ کا رُخ دروازوں کی جانب کر دیا تھا اور دروازوں کے گرداگرد لوہے کے گوکھرو ڈال دیے تھے دریا گنج کے چند یورپینوں نے بھی وہاں پناہ لے لی تھی۔ نہایت محنت و جانفشانی کے ساتھ انہوں نے کارتوسوں اور بارود کو اس طرح سے اکٹھا کر دیا تھا کہ ایک دیا سلائی کے دکھانے سے تمام عمارت اُڑ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ تمام ہندوستانی وہاں سے نکال دیے گئے تھے۔ جب باغیوں نے حملہ کیا تو توپوں کی مدد سے انہیں پیچھے ہٹا دیا گیا۔ وہ دوبارہ جمع ہوئے اور اس مرتبہ وہ اپنے ہمراہ سیڑھیاں بھی لے آئے تھے۔ ایسی حالت میں میگزین اُڑا دیا گیا جس سے صرف ۲۵ سپاہی مرے لیکن مجمع کے تقریبًا ۵۰۰ آدمیوں کا صفایا ہوگیا۔ بہت سی لاشیں اُڑ کر دور شہر میں جا پڑیں۔ چھ زخمی یورپینوں کو قلعہ میں بھیجنے کے بعد میں کوتوالی گیا۔ راستہ میں مجھے یورپینوں کی بہت سی لاشیں ملیں، کچھ گرجا کے پاس پڑی ہوئی تھیں اور بہت سی نائب مجسٹریٹ کی کچہری کے سامنے پڑی تھیں، راستہ میں خزانہ کے ڈپٹی کلکٹر اور ان کے بیٹے کی لاشیں بھی ملیں جو نظارہ میں نے دیکھا اس سے میرے جسم کی تمام طاقت زائل ہوگئی۔ مجھے دیکھنے کی ہمت نہ پڑی۔ جب میں خزانہ کے پاس سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ گارڈ اپنے مقام مقررہ پر بدستور پہرہ دے رہا ہے۔

کوتوالی پہنچکر میں نے بظاہر درشتی اختیار کرلی اور حکم دیا کہ کرسٹانوں کو جنہیں وہاں بھیجا گیا تھا، بحفاظت تمام رکھا جائے۔ میں نے دیکھا کہ دو سپاہیوں نے میرے احکام پر عمل درآمد کیا اور دن کے باقی ماندہ حصہ میں پولیس کی کثیر جماعت جمع ہوگئی اور کوتوالی پر باقاعدہ حاضری دینے لگی۔ جونہی رات ہوئی ہندوستانی عیسائیوں کو شہر کے باہر جانے کی اجازت دے دی گئی اور اس طرح وہ اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہوگئے۔ نصف رات کے قریب اپنے گھر پہنچا راستہ میں مجھے اطلاع ملی کہ میرٹھ سے ایک اور رجمنٹ آگئی ہے اور باغیوں سے مل گئی ہے اور یہ کہ باغیوں نے اسے سلامی بھی دی ہے۔

۱۲ مئی کی صبح کو میں سوار ہو کر چھاؤنی پہنچا اور دیکھا کہ وہاں افراتفری پھیلی ہوئی ہے جلے ہوئے بنگلوں کے آثار موجود تھے اور مال و اسباب ادھر ادھر بکھرا پڑا تھا۔ جو تین پلٹنیں یعنی ۳۸ ویں، ۵۴ ویں اور ۷۴ ویں وہاں مقیم تھیں وہ توپخانہ لیکر شہر میں آگئی تھیں۔ گزشتہ صبح کو ۹ بجے کے قریب مجھے یہ اطلاع مل چکی تھی کہ چھاؤنی کو اس امر کی خبر کر دی گئی تھی کہ میرٹھ سے باغی فوج دہلی میں آگئی ہے بریگیڈیر نے فی الفور پیدل فوج کے ایک دستہ کو دو توپوں کے ساتھ شہر کی محافظت کے لیے بھیجدیا۔ لیکن یہ دستہ باغیوں سے مل گیا۔ جونہی اس واقعہ کی خبر چھاؤنی میں پہنچی اور ساتھ ہی یہ اطلاع ملی کہ افسروں کو تہ تیغ کر دیا گیا ہے ۳۸ ویں پلٹن ساری کی ساری باغی ہوگئی اور اپنے افسروں اور ان یورپینوں کو مارنا شروع کر دیا جو ان کے ہتھے چڑھ سکے۔ ۵۴ ویں پلٹن کے سپاہیوں کا طرز عمل بہتر رہا صرف چند سپاہی باغیوں سے جا ملے اور باقی بالکل الگ تھلگ رہے۔ ۷۴ ویں پلٹن کے سپاہیوں نے اپنے افسروں کو بھاگ جانے دیا اور کسی قسم کا قتل نہیں کیا۔ ۳۸ ویں پلٹن کے سپاہیوں نے بنگلوں کو جلا دیا اور عجیب شرارت

مچا سکتے تھے مچائی۔

چھاؤنیوں کی اکثر عورتیں باؤنڈ چلی گئی تھیں جہاں کرسٹان اور ادنے ذاتوں کے اور بہت سے لوگ (جن میں مرد اور عورت دونوں شامل تھے) پہنچ گئے تھے۔ ۵۴ ویں اور ۷۴ ویں پلٹنوں کے آدمیوں نے ۳۸ ویں پلٹن کے باغیوں پر گولی چلانے سے انکار کر دیا تھا اور باؤنڈ کی حفاظت کی غرض سے تو پیں لے جانے میں بھی افسروں کو کوئی امداد نہیں دی۔ جتنے لوگ قتل ہوئے وہ سب ۳۸ ویں پلٹن کے سپاہیوں کا کام تھا اور وہی پلٹن ان تمام تکالیف کی ذمہ دار ہے جو عورتوں اور بچوں کو پہنچیں۔

جو افسر بچ کر بھاگے وہ سب کے سب اپنی بیویوں اور بچوں کے ساتھ باؤنڈ میں جمع ہو گئے۔ سہ پہر کے وقت تقریباً پانچ بجے جب وہ ہر قسم کی امداد و اعانت سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے بھاگ نکلنے کی تیاریاں شروع کر دیں اس کام میں ان کے ملازمین اور پلٹنوں کے سپاہیوں نے ان کا ہاتھ بٹایا۔ کچھ گاڑیوں میں بیٹھکر اور کچھ بگھیوں میں سوار ہو کر عازم کرنال ہو گئے۔ اب شہر اور چھاؤنی میں کہیں بھی کوئی افسر موجود نہ تھا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شہر میں بلڑ مچ گئی جس کا انتظام قابو سے باہر تھا چھاؤنی کا توپخانہ اس وقت تک نہیں پہنچا جب تک کہ یورپین نکل نہ گئے اور جس وقت وہ شہر میں داخل ہوا ہے تو اس وقت رات ہو چکی تھی۔ سپاہیوں نے دیوان عام میں اپنے ڈیرے جمائے۔ پیدل فوج اگلی صبح تک شہر میں داخل نہیں ہوئی۔

گوجر بھی بہت جلد نمودار ہو گئے۔ وزیر آباد اور چندراول سے گروہ کے گروہ ہر چہار طرف لوٹ مار کر رہے تھے۔ مٹکاف ہاؤس کو چندراول کے زمینداروں نے لوٹا اور بعدہٗ اسے جلا ڈالا۔ ہر یورپین اور کرسٹان کے مکان کو پہلے لوٹا گیا

اور اس کے بعد نذر آتش کر دیا گیا۔ مٹکاف ہاؤس اور چھاؤنی کی حالت کا معائنہ کرنے کے بعد میں واپس شہر میں آگیا۔ میں نے محمد خاں برقنداز اور گوپال چوکیدار کو مقرر کیا تاکہ وہ سر تھیوفلس کے پاس جائیں اور سارے حالات من وعن بیان کر دیں۔ میں نے انہیں اس مہم پر روانہ کر دیا اور اگرچہ میں خود جانا چاہتا تھا۔ تاہم میرے فرائض ایسے تھے کہ میرا ہر منٹ مصروف تھا۔ ہر لمحہ قتل و غارت کے واقعات رو نما ہو رہے تھے۔ تیس یورپین جن میں مرد اور عورت دونوں شامل تھے اور جنہوں نے راجہ صاحب کشن گڑھ کے مکان میں پناہ لی تھی نہایت سفاکی سے قتل کر ڈالے گئے۔ تیسرے دن مجھے یہ کہکر ڈرایا گیا کہ تمہارے متعلق شبہ کیا جا رہا ہے کہ تم نے انگریزوں کو چھپا رکھا ہے۔ مجھے محسوس ہوتا تھا کہ باغی مجھے شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

چوتھے دن میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہی خطرات پیش آئیں میں سر تھیوفلس سے جا کے ملوں گا چنانچہ میں اپنے ہمراہ ایک بہادر اور قابلِ اعتماد شخص مسمی امام خاں کو ساتھ لے کر روانہ ہو گیا۔ ابھی ہم اجمیری دروازہ سے نکلے ہی تھے کہ اس نے میری توجہ دو سواروں کی طرف مبذول کی جو بظاہر ہمارا تعاقب کر رہے تھے، ان کے ہاتھوں میں لوٹے تھے جن سے وہ یہ دکھانا چاہتے تھے کہ وہ رفع حاجت کے لیئے میدان میں جا رہے ہیں۔ یہ یقین کر کے کہ ان کا شبہ مجھ ہی پر ہے میں پہاڑ گنج کے ڈاک بنگلہ میں اُترا جہاں مسافر اُترا کرتے ہیں۔ میں نے کچھ دیر تو آرام کیا گویا کہ میں تھکا ہوا ہوں اور پھر ایک دُکان پر چونا لینے کے لیئے گیا۔ پھر میں نے اس سے اس امر کے متعلق بات چیت کی کہ آیا وہ کوتوالی کی مرمت کے لیئے چونا مہیا کر سکے گا۔ ان کے شبہ کو زائل کرنے کی غرض سے میں باطمینان تمام دہلی دروازہ کی جانب چلا۔ دونوں جاسوس بھی میرے ساتھ شہر میں داخل ہوئے۔ میں ان کی نقل و حرکت کو

شروع سے آخر تک دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ اپنے ساتھیوں میں مل جل گئے۔ اس واقعہ کی وجہ سے میں نے طے کر لیا کہ آئندہ سے میرا طریقہ کارروائی کیا ہونا چاہیئے۔ مجھے محسوس ہوتا تھا کہ مجھ کو شبہ کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے اور یہ کہ میری زندگی اور میرے اہل و عیال خطرہ میں ہیں۔ ایسے وقت میں ضروری تھا کہ میں فیصلہ کن طرز عمل اختیار کروں۔ مشکل اور خطرہ کے وقت میں فوری کارروائی ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہنے سے بہتر ثابت ہوا کرتی ہے۔ اس وقت میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر مجھے شہر میں اپنا اثر اور اپنی پوزیشن کو قائم رکھنا ہے تو مجھے بھی باغی ہو جانا چاہیئے اور ان لوگوں کے ارادوں کو ملیامیٹ کر دینا چاہیئے جو میری تباہی کے خواہاں تھے جب دو آدمی لڑتے ہیں تو جو سست ہوتا ہے وہی پچھڑتا ہے لہٰذا میں نے فی الفور قلعہ جانے اور بادشاہ سلامت کو اپنی خدمات پیش کرنے کا ارادہ کر لیا۔ دروازہ پر مجھے دیسی رضا کارانہ پیدل فوج کا ایک دستہ ملا۔ میں نے صوبہ دار کو بلایا اور تحکمانہ انداز میں پوچھا کہ تمہیں تنخواہ مل گئی ہے یا نہیں۔ اس پر چند نان کمیشنڈ افسروں نے مجھے گھیر لیا اور نہایت سرگرمی سے اپنی مشکلات پیش کرنی شروع کر دیں۔ ان پر کوئی افسر مقرر نہیں کیا گیا تھا اور نہ انہیں تنخواہ ہی دی گئی تھی۔ میں نے ان کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ تم سب بادشاہ سلامت کی خدمت میں جاؤ اور عرض کرو کہ انہیں (یعنی راقم الحروف کو) کمانڈر مقرر کر دیا جائے۔ شاہزادہ مرزا مغل سے دوران ملاقات میں میں نے یہ بات کہی کہ آپ اس پلٹن کو اپنے محافظی دستہ کے طور پر مقرر کر لیں اور ان کے کرنیل بن جائیں جس طرح سے آپ کے بھائی باقی پلٹنوں کے افسر بن گئے ہیں۔ انہوں نے میری تجویز کو منظور کر لیا اور بادشاہ سلامت سے ملاقات کے دوران میں ضروری احکام بھی حاصل کر لیئے۔ ان کارروائیوں سے میں بغاوت میں شریک ہو گیا۔ لیکن میرے دل میں انگریزوں کی طرف سے

کسی قسم کی عداوت موجود نہ تھی اور میں جانتا تھا کہ ان سے مقابلہ کرنا عبث ہے۔

اگر میں اس بغاوت کا محض تماشائی کی حیثیت سے مشاہدہ کرتا تو یقیناً میری زندگی کا خاتمہ ہو جاتا اور اگر میں شہر چھوڑ کر چل دیتا اور انگریزوں سے جاملتا تو یقیناً میرے اہل و عیال کی آبروریزی ہوتی اور باغی میرا بدلہ اُن سے لیتے کیونکہ میں کوئی گمنام آدمی نہ تھا۔ میں انگریزوں کی حالت سے واقف تھا اور یہ کہ کس طرح سے وہ از سرنو اپنے اقتدار کو قایم کرنے میں کامیاب ہو جائینگے اور اپنے ضمیر میں جانتا تھا کہ اس اثنا میں میرا طرز عمل بالکل صحیح ہے۔ پلٹن کے سپاہیوں پر رسوخ جمانے کے لیئے میں نے اپنی گرہ سے ۵۰۰۰ روپئے فوج میں تقسیم کر دیئے۔ رات بھر میں اپنی پلٹن کے ساتھ رہا۔ دوسرے دن ۱۵ مئی صبح کو مجھے معلوم ہوا کہ جو سپاہی اجمیری دروازہ کی محافظت پر تھے، وہ میری تلاش میں آئے ہیں۔ اپنی تلوار باندھ کر میں اپنی پلٹن میں گیا جو ڈرل کے لئے تیار ہو رہی تھی۔ میں نے اُن دونوں آدمیوں کو پہچان لیا جو ایک دن قبل میرا تعاقب کر رہے تھے۔ چونکہ ان دونوں نے مجھے سلام نہیں کیا اِس لیئے میں نے باقی سپاہیوں سے اِس کا ذکر کیا۔ جھگڑے کی سی صورت پیدا ہو گئی۔ اجمیری دروازہ کے سپاہیوں نے کھلم کھلا مجھ پر یورپینوں کو چھپائے رکھنے کا الزام عائد کیا۔ اس دن میں نے سر تھیوفلس کو کہلا بھیجا کہ صورت معاملات پہلی جیسی ہے اور یہ کہ فی الحال فوری امداد کی کوئی توقع نظر نہیں آتی، لیکن "جو کچھ ہونا ہو گا، ہو گا۔" قاصد بھیجنے کے بعد مجھے سب سے زیادہ سر تھیوفلس کی فکر ہوئی اِس لئے کہ بادشاہ نے اُن کی گرفتاری کے لیئے ۱ ہزار روپے کا انعام مقرر کیا تھا۔ ابھی میں اپنے دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ کیا کروں سر تھیوفلس کے پاس سے مجھے یہ زبانی پیغام ملا کہ جھجر جانے کے لیئے میری اعانت کرو۔ اسی دن شام کو میں نے ایک اعلیٰ درجہ کا گھوڑا اور کچھ

روپئے بھیجدئے اور سفر کے متعلق ہدایات بھی دے دیں۔ مجھے تشویش یوں ہوئی کہ اگر میں خود جاتا ہوں یا اگر میرے مقصد کی شہرت ہو جاتی ہے تو میری تمام محنت اکارت جائیگی۔ تجویز یہ تھی کہ سر تھیوفلس دیسی آدمی کا لباس پہنیں اور شیر خاں نام اختیار کر لیں اور یہ کہ آئندہ سے خط و کتابت میں اسی نام کا استعمال کیا جائے۔ دوسرے دن مجھے جھجر سے روپئے کی باضابطہ رسید وصول ہو گئی۔ یہ معلوم کر کے مجھے اطمینان ہو گیا کہ سر تھیوفلس، بھورے خاں اور ان کے دو بھائیوں کی معیت میں بخیر و عافیت جھجر پہنچ گئے ہیں۔

اس دن سے میں نے اپنا نام بیماروں کی فہرست میں لکھوا لیا اور تمام دن گھر میں رہنے لگا۔ فوجی فرائض میں سے صرف یہ خدمت میرے ذمہ تھی کہ میں بادشاہ سلامت کی خدمت میں حاضر رہا کروں۔ اس روش سے سپاہیوں کو اطمینان ہو گیا کیونکہ صوبہ دار اب بلا دخل غیرے فوج کے کمانڈر تھے اور چونکہ میرا عہدہ کرنیل کا تھا اس لیئے میرے دشمن مجھے کسی قسم کا گزند نہ پہنچا سکتے تھے۔

ایک شخص مسمی میر نواب نے میری منظوری سے کوتوالی کا چارج لیلیا تھا۔ بعد میں فرخ اللہ کوتوال مقرر ہوا اور عبدالحکیم اُس کا نائب مقرر ہوا۔ میری پوزیشن کوتوال سے بہتر تھی اس لیئے کہ شہر سپاہیوں کے قبضہ میں تھا اور یہ ملٹری کے علاوہ اور کسی اختیار کو نہ مانتے تھے۔ حسب ذیل شہزادے رجمنٹوں کے کرنیل مقرر ہوئے: مرزا جواں بخت۔ مرزا مغل۔ مرزا قدر سلطان۔ مرزا سہراب ہندی، مرزا سید و بیگ، مرزا بختیار شاہ، مرزا عبداللہ خلف مرزا صالح بخ اور مرزا ابو بکر۔

سب سے پہلے جس ہندوستانی شخص کا مکان لوٹا گیا وہ موہن لال تھا جن کی نسبت کہا جاتا تھا کہ وہ عیسائی ہے۔ مجھے اطلاع ملی کہ انہیں گرفتار کر کے

قید میں ڈال دیا گیا ہے اور یہ کہ ان کے خلاف فتویٰ قتل صادر ہونے والا ہے
منشی موہن لال نے جنگ افغانستان میں انگریزوں کی بہت خدمات کی تھیں۔ وہ
افغانوں کے ہاتھ میں قید ہو گئے تھے اور اپنی جان بچانے کی غرض سے وہ اپنے
تئیں مسلمان ظاہر کرتے تھے اور عزی خاں نام بھی اختیار کر لیا تھا۔ وہ شریف گھرانے
سے متعلق تھے اور انگریزوں کے وفادار تھے۔ یہ معلوم کر کے کہ وہ قتل کئے جانے والے
ہیں میں وہاں گیا جس جگہ وہ قید میں تھے اور اپنے اختیار کو کام میں لا کر میں نے
اُن کو رہائی کا حکم دے دیا۔ میں بدقت تمام انہیں اپنے گھر لے گیا اور نواب ولی
داد خاں تعلقہ دار کی حفاظت میں انہیں بلب گڑھ بھیج دیا۔ نواب صاحب بادشاہ
سلامت کے رشتہ داروں میں سے تھے اور چند دنوں سے دہلی آئے ہوئے تھے۔
ظل سبحانی نے انہیں صوبہ پنجاب کا گورنر مقرر کر دیا تھا اور جلو کے طور پر پچاس سپاہی
ساتھ کر دیئے تھے۔ موہن لال ولی داد خاں کی معیت میں بخیر و عافیت بلب گڑھ
پہنچ گئے اور پھر وہاں سے میرٹھ چلے گئے۔

حسب ذیل اشخاص کے مکانات کو بھی اس بنا پر لوٹ لیا گیا کہ ان کے متعلق
یہ اطلاع ملی تھی کہ وہ انگریزوں سے دوستی رکھتے ہیں: منشی رور مل۔ غلام مرزا۔ جوالی گم
یہ سب مکانات محلہ پوری بران (۹) میں واقع تھے۔ حامد علی کے مکان کو بھی
بعد میں لوٹ لیا گیا اس الزام پر کہ انہوں نے یورپینوں کو چھپا رکھا ہے۔ لوگوں
کی جائداد کو تباہی سے بچانے کے لیئے شرفائے شہر کا ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس
میں تجویز طے پائی کہ ماہواری چندوں سے ایک پلٹن رکھی جائے جو ان کی جانوں
اور جائداد کی حفاظت کرے۔ یہ تجویز کارگر ثابت ہوئی اور کچھ عرصہ تک وہ اطمینان
کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد شاہزادگان نے جو مختلف
پلٹنوں کی کمان کر رہے تھے اس تجویز کی مخالفت کرنی شروع کر دی اور جن اشخاص

نے مذکورہ بالا پلٹن ترتیب دی تھی اُن پر جرمانہ کیا گیا اور وہ قید میں ڈال دیئے گئے۔ جرمانے کی رقوم کو انہوں نے خود اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا۔

بغاوت کے بڑے بڑے لیڈر بھی خطرے سے بچے ہوئے نہ تھے کیونکہ اُن کے کسی بدخواہ نے محبوب علی خاں اور حکیم احسن اللہ خاں کو پھانسنے کے خیال سے اُن کی جانب سے آگرہ کے لفٹننٹ گورنر کے نام چٹھی لکھی جو بالآخر دروازوں کے محافظ باغی سپاہیوں کے ہاتھ میں پہنچ گئی۔ چٹھی بادشاہ کی خدمت میں پیش کی گئی اور لکھنے والوں کے فوری قتل کا مطالبہ کیا گیا۔ محبوب علی خاں اُس زمانہ میں صاحب فراش تھے اور اس لئے انہیں پالکی میں لٹا کر دیوان خاص میں لایا گیا۔ راستہ میں وہ باغیوں کے ہتھے چڑھ گئے مگر حکیم احسن اللہ خاں نے بھاگ کر محل میں پناہ لے لی بادشاہ کو جب اصل حقیقت معلوم ہوئی تو انہوں نے محبوب علی خاں کو رہا کر دیا تاہم باغیوں نے عالم ناراضگی میں ان کے مکان کو لوٹ لیا۔ واقعات کے رنگ سے خوفزدہ ہو کر حکیم احسن اللہ خاں نے نہایت دغا بازی سے اُن یورپین عورتوں اور بچوں کو حوالہ کر دیا جنہیں انہوں نے اپنی حفاظت میں لے رکھا تھا۔ اِن بدقسمتوں کو دیوان عام میں لے گئے اور پھر ملحقہ حوض میں انہیں بٹھا دیا گیا۔ ایک سوار نے پہلے تو کاربین چھوڑی اور اُس کے بعد انہیں نہایت بے دردی سے قتل کر دیا گیا جس سے تمام شہر میں دہشت بیٹھ گئی۔ شہر کے اور حصوں میں جہاں جہاں بھگوڑے یورپین ملے انہیں متفرق دستوں کے دیسی افسروں کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔

بادشاہ سے روزانہ برطانوی ہندوستانی فوج کی مختلف پلٹنوں کے نام پروانے زبردستی لکھوائے جاتے تھے اور اُن سے وعدہ کیا جاتا تھا کہ پیدل فوج کی صورت میں ۳۰ روپے ماہوار اور سواروں کی فوج کی صورت میں ۵۰ روپے فی کس تنخواہ دی جائیگی بشرطیکہ وہ بادشاہ کی فوج سے آملیں ہر جگہ بادشاہ کے پروانے کا

یہ اثر ہوتا تھا کہ فوج بغاوت کر دیتی تھی اور براہ راست دہلی کا رخ کرتی تھی۔ بادشاہ کا پروانہ دیکھتے ہی وہ سپاہی جو پہلے انگریزوں کی خاطر جنگ کر چکے تھے، دیسی بادشاہ کے ماتحت آجانے کے خیال سے اپنے ماضی کو فراموش کر چکے تھے۔ اس طرح سے شہر رفتہ رفتہ بغاوت کا مرکز بن گیا۔ انگریز حسب ذیل مقولہ کی اہمیت سے بالکل بے خبر تھے۔

دشمن نتواں حقیر و بیچارہ شمرد

انگریز عرصہ دراز تک اس غلط خیال کے ماتحت زندگی بسر کیا کیئے کہ ہماری حالت بہت محفوظ ہے۔ فطرت کی مثال سیاسیات پر بھی صادق آتی ہے یعنی یہ کہ بعض اوقات انسان کی ہتھیلی کے برابر کا بادل کا ٹکڑا طوفان کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہ بالکل سچ ہے کہ بغاوت کی ابتدا جدید کارتوسوں کے متعلق شورش کرنے سے ہوئی لیکن بغاوت کا حقیقی سبب یہ تھا کہ پرانا دشمن اگرچہ ہار مان چکا تھا تاہم ابھی تک موجود تھا۔ لیکن دشمن سارے ہندوستانی نہ تھے۔ ایک نہایت سرگرم باغی یورپین بھی تھا جسے ۷اوین پیدل فوج سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ یہ شخص میرٹھ میں رہتا تھا اور بعد میں مسلمان ہو گیا تھا اور عبداللہ بیگ نام رکھ لیا تھا۔ باغیوں کی آمد پر اس نے دہلی میں قیام کرنا شروع کر دیا اور فوراً ہی ان کا مشیر اور لیڈر بن گیا۔ اسی کے مشورہ سے بادشاہ فوجوں کے نام پروانے روانہ کرتے تھے۔ ۱۲ مئی سے باغیوں نے بادشاہ کے پرائیویٹ دفتر پر قبضہ جما لیا تھا اور دیوان خاص میں اپنا پہرہ بٹھا دیا تھا۔ انہوں نے بادشاہ پر زور دیا کہ حضور روزانہ دربار منعقد کیا کریں تاکہ ہم حاضر ہو کر دادرسی چاہا کریں۔ بادشاہ کے محافظ دستہ کی بجائے انہوں نے اپنے آدمی نصب کر دیئے تھے جو نہایت اکھڑ اور سخت مزاج رکھتے تھے اور بادشاہ کا ضروری احترام بھی

نہیں کرتے تھے۔

۱۲ مئی کو شہر میں باغیوں کی تعداد حسب ذیل تھی۔

۵ پلٹنیں پیدل دیسی فوج کی	۲۰۰۰
۱ پلٹن سواروں کی	۳۵۰
۱ باتری توپخانہ کی	۱۸۰
میزان	۲۵۳۰

ان میں سے دو پیدل پلٹنیں اور ایک سواروں کی پلٹن میرٹھ سے آئی تھی اور پیدل فوج کی تین پلٹنیں اور توپخانہ کی ایک باتری دہلی کی تھی۔ وہ حسب ذیل مقامات پر متعین تھیں:-

پیدل فوج کی ایک ایک پلٹن حسب ذیل چوکیوں پر متعین تھی:-
سلیم گڑھ، لاہوری دروازہ (قلعہ)، لاہوری دروازہ (شہر) اور اجمیری دروازہ (شہر) اور دہلی دروازہ۔ توپخانہ کی باتری دیوان عام ہی میں رہی۔ سواروں کی فوج نے مہتاب باغ میں پڑاؤ ڈالا تھا۔

۱۱ مئی سے لے کر ۲۵ مئی تک کا زمانہ شہر کا انتظام کرنے میں صرف ہوا۔ انگریزوں کی طرف سے حملہ کا اندیشہ تھا اور بارود کی سخت قلت تھی۔ بارود کا میگزین شہر دہلی کے باہر وزیر آباد میں واقع تھا جسے زمینداروں نے لوٹ لیا تھا اور بارود لے کر چمپت ہو گئے تھے۔ میگزین میں ایک لاکھ روپے سے زیادہ کی بندوقیں ملیں۔ یہ سب شاہی قبضہ میں چلی گئیں مگر بارود بالکل نہ تھی اس لئے اسکی تیاری کے متعلق ضروری احکام نافذ کئے گئے اور مئی کے آخر تک اس کی کچھ مقدار تیار بھی ہو گئی۔ بادشاہ بار بار میرٹھ پر حملہ کرنے کا مشورہ دیتے تھے لیکن باغی کسی نہ کسی بہانہ سے اسے ٹالتے ہی رہے۔ آخر کار جب شاہ

کے امر واقعہ یہ ہے مرزا ابوبکر کمانڈر انچیف کی حیثیت سے انگریزوں پر حملہ کرنے کی نیت سے روانہ ہوئے۔ فوج سواروں اور بڑی اور چھوٹی توپوں پر مشتمل تھی جنگ کی ابتدا گولہ باری سے ہوئی۔ کمانڈر انچیف دریائے ہنڈن کے پل کے قریب کے ایک مکان کی چھت پر سے جنگ کا معائنہ کر رہے تھے۔ وہ توپخانہ کے نام وقتاً فوقتاً اس قسم کا پیغام بھیجتے جاتے تھے کہ تمہارے لوگوں نے انگریزی فوج میں تباہی مچادی ہے۔ پل کے قریب انہوں نے ایک توپخانہ نصب کیا جس کے ذریعہ وہ انگریزوں پر گولہ باری کرتے رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپس میں سوال وجواب ہو رہے ہیں۔ معاً ایک گولہ توپخانہ کے قریب آکر پھٹا جس کی وجہ سے توپچی گرد آلود ہو گیا کمانڈر انچیف کو اپنی زندگی میں گولہ کے اثرات سے متاثر ہونے کا پہلا ہی موقع تھا اس لیے وہ بعجلت تمام چھت پر سے اترے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے محافظ سواروں کی معیت میں عقب میں چلے گئے اور فوج کے چلانے وغیرہ کی بالکل پروا نہ کی۔ اس کے بعد عام بھاگڑ مچ گئی۔ جب دہلی میں فوجوں کی شکست کی خبر موصول ہوئی تو شہر کے دروازے بند کر دینے کے احکام نافذ ہوئے تاکہ ہزیمت خوردہ سپاہی اندر داخل نہ ہو سکیں۔ لوٹتے وقت انہیں معلوم ہوا کہ جمنا کا پل شکستہ حالت میں ہے۔ چونکہ اسے عبور کرنے کی جلدی تھی لہذا بوجھ سے پل بالکل بیٹھ گیا اور تقریباً ۲۰۰ سپاہی ڈوب گئے۔ انگریزوں نے بھاگنے والی فوج کا تعاقب نہیں کیا۔ وہ کہیں دکھائی نہیں دیئے اور رفتہ رفتہ سپاہی اپنے ڈر اور دہشت کو بالکل بھول گئے۔

دوسرے دن صبح کو (۳۱ مئی) انگریزی فوج نے دریائے ہنڈن کو عبور کر لیا اور ان توپوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا جنہیں باغی پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ وہاں سے پھر وہ میر ٹھ لوٹ گئے۔ سپاہی انگریزوں سے کھلے میدان میں نبرد آزما ہوئے

تھے۔ انہیں اپنی کامیابی کا یقین تھا لیکن انہیں شکست ہوئی اور وہ مستقبل کی طرف سے سخت ہراساں ہو گئے۔

شہر کو چند روز آرام کرنے کا موقع مل گیا۔ پنجاب میں افواج کے جمع ہونے کی خبر ملی اور یہ کہ وہ دہلی پر چڑھائی کرنے والی ہے۔ انگریزوں کی آمد سے چار دن قبل احمد خاں جو چارنمبر کی سواروں کی فوج میں رسالہ دار تھے، شہر میں آپہنچے۔ انہوں نے ظل سبحانی سے ملاقات کی، اپنی وفاداری کا یقین دلایا اور کہا کہ میری پلٹن بھی باغیوں کے ساتھ شامل ہو جانے کے لئے تیار ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ جس دن فوجوں کا مقابلہ ہوگا میں اپنی فوج کو دائیں جانب لے آؤنگا اور باغیوں سے مل جاؤنگا۔ احمد خاں کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کیا گیا۔ تیسرے دن وہ رخصت ہو کر چلے گئے اور انگریزی فوج سے مل گئے۔ اس شخص نے بالکل بغاوت نہ کی بلکہ انگریزوں کا پکا وفادار رہا۔ اسی دن مرزا حضرت سلطان کی زیر کمان تمام باغی فوج کی پریڈ ہوئی اور بعدہٗ وہ علی پور چلی گئی جہاں اس نے خندقیں کھودیں اور آرام کیا۔

۹ جون کو پیر کے دن انگریز علی پور آ گئے۔ ایک پلٹن جو چوتھی بنگال کیولری کی وردی پہنے ہوئے تھی، میمنہ کی جانب سے آگے بڑھی۔ باغیوں نے ہراول فوج کو بڑھتے ہوئے دیکھکر یہ خیال کیا کہ وہ احمد خاں کی فوج ہے جو ہم سے ملنے کے لئے آرہی ہے۔ چنانچہ "دین۔ دین" کی آواز بلند کی گئی۔ جب سواروں کی فوج دیسی فوج کے قریب آگئی تو سواروں کے دستے یکایک مڑ گئے اور جونہی کہ وہ سامنے سے ہٹے توپوں کی باتری نے قلب سے گولہ باری شروع کر دی۔ ان لوگوں نے باغیوں کی فوج میں سخت تباہی پھیلا دی اور سپاہی فوراً بھاگ کھڑے ہوئے۔ بھگوڑوں میں سب سے پہلے کمانڈر انچیف بھاگے۔ محل دار خاں کے باغ کے قریب نواب محبوب علی خاں سے ان کے مڈبھیڑ ہوئی۔ یہ کہکر کہ میں مزید توپخانہ اور سامان حرب لینے کی غرض سے

شہر واپس جا رہا ہوں مرزا خضر سلطان گھوڑا سرپٹ دوڑاتے ہوئے روانہ ہو گئے۔
نواب صاحب نے فوج کو واپس ہونے سے ممکن طریقہ سے روکا لیکن جس حالت
میں وہ بعجلت تمام بھاگے ہوئے آرہے تھے اس وقت انہیں کوئی قوت نہیں
روک سکتی تھی۔ وہ شہر میں کشمیری دروازے، لاہوری دروازے، اور کابلی دروازے
سے داخل ہوئے اور افراتفری میں دروازوں کو بند بھی نہ کر سکے۔

انگریزی فوجیں سبزی منڈی میں خیمہ زن ہوئیں اور پھر وہاں سے راج پور کی
چھاونی کو چلی گئیں۔ اگر وہ فوراً ہی دھاوا بول دیتیں تو شہر بآسانی تمام ان کے قبضہ میں
آجاتا۔ چھاونی میں پہنچنے کے بعد سپاہیوں کو مختلف مقامات پر متعین کر دیا گیا۔ بہت
سی توپیں جو انگریزوں کی پیشقدمی روکنے کی غرض سے بھری گئی تھیں، میدان میں چھوڑ
دی گئیں اور انگریزوں نے ان پر اپنا قبضہ جما لیا۔ انگریزوں نے جو پیشقدمی کرنے میں
تامل کیا اس سے باغی سپاہیوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ انہوں نے بہت جلد چھاونی
کی سمت گولہ باری شروع کر دی۔ انگریزی فوجیں بڑھ کر مسٹر فریزر کے بنگلہ میں پہنچ
گئیں جہاں انہوں نے اپنا توپخانہ نصب کیا۔ دوسرا توپخانہ فتح گڈھ میں نصب تھا
اوران دونوں مقامات سے باغیوں کی گولہ باری کا جواب دیا جاتا تھا۔ دن رات
گولہ باری ہوتی رہتی تھی۔ باغیوں کے چار توپخانے مسلسل گولہ باری کر رہے تھے
ایک توپخانہ سلیم گڈھ میں تھا، دو کشمیری دروازے میں تھے اور چوتھا کابلی دروازے
کے قریب نصب تھا۔ انگریز صرف دو توپخانوں سے گولہ باری کر رہے تھے۔ انگریزوں
کی گولہ باری سے بہت کم نقصان پہنچا اس لئے کہ ان کے گولے خالی زمین پر پڑتے
تھے اور ان سے کسی کو نقصان نہیں پہنچتا تھا۔

باغیوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا بارود پہلے دیوان عام میں
تیار کی جاتی تھی لیکن اس خیال سے کہ کہیں عمارت بھک سے نہ اڑ جائے بارود کی

تیاری کا کام بیگم شمرو کی حویلی میں منتقل کر دیا گیا۔ روزانہ دو سو ڈھائی سو آدمی اس کام میں مصروف رہتے تھے۔ اطلاع ملی کہ ناصر الدولہ نظام حیدر آباد کا انتقال ہو گیا ہے اور یہ کہ ان کی جگہ افضل الدولہ تخت نشین ہوئے ہیں۔ ظل سبحانی نے حکم دیا کہ خلعت اور اعزازی خطابات نظام کو مرحمت کیے جائیں۔ ہر صبح دربار منعقد ہوتا تھا اور بادشاہ تخت پر جلوہ افگن ہوتے تھے۔

باغی فوجیں ہر روز صبح کے وقت پریڈ کے لیئے جمع ہوا کرتی تھیں اور پھر چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تقسیم ہو کر ہوا میں بندوقیں چھوڑا کرتی تھیں اور سہ پہر کو چار بجے اپنی اپنی لائنوں میں آجاتی تھیں۔ جو نئے باغی سپاہی آکر شامل ہوا کرتے تھے وہ لڑنے کے لیئے نہایت بیتاب ہوتے تھے لیکن رفتہ رفتہ ان کی بہادری اور جوش سب غائب ہو جاتا تھا اور وہ آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے ہٹنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ سپاہیوں کی جیبیں روپیہ سے بھری رہتی تھیں اور یہی وجہ ہے کہ لڑنے کی بجائے وہ لوٹ مار کا زیادہ خیال کرتے تھے۔

علیگڈھ کے تعلقہ دار امراؤ بہادر اور عمر شباب بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ اول الذکر اپنے ہمراہ پچاس بہادر سپاہی لائے تھے۔ ان دونوں کے نام سرداروں کی حیثیت سے شاہی فہرست میں داخل کر لیئے گئے۔

باغی تنخواہ کے لیئے شور مچا رہے تھے۔ اگرچہ ان کی جیبیں روپے سے بھری ہوئی تھیں لیکن وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ اینٹھنے کی فکر میں رہتے تھے۔ انہوں نے دھمکی دی کہ اگر ہمیں تنخواہ نہ دی گئی تو ہم ملازمت چھوڑ کر چلے جائینگے۔ اور اس لیئے انہوں نے تجویز کی کہ ہمارے اخراجات مالدار آدمیوں کے چندوں سے پورے کیئے جائیں۔ ایک کمیٹی بنائی گئی جس میں نواب حامد علی خاں، راجہ دیبی سنگھ، سالگ رام۔ نواب موسیٰ خاں، نواب احمد مرزا خاں اور حکیم عبدالحق

شامل تھے۔ کچھ روپیہ اس طریقہ سے حاصل کیا گیا لیکن وہ اسقدر قلیل تھا کہ باغی
اس سے مطمئن نہ ہوئے۔ اس کے بعد ایک اور چال کھیلی گئی۔ نواب امین الدین احمد
خاں اور نواب ضیاء الدین خاں کے متعلق یہ خیال کیا گیا کہ وہ مالدار آدمی ہیں اور
اور بادشاہ پر زور ڈالا گیا کہ ان دونوں سے روپیہ حاصل کرنے کا ڈول ڈالا جائے
رسیم خاں (؟) کے محلہ میں مسلح آدمیوں کی جماعتیں مقرر کی گئیں تاکہ سپاہی لوٹ
مار نہ کرنے پائیں۔ بعد ازاں ان دونوں کے نام شاہی مہر کے ساتھ احکام بھیجے
گئے کہ قلعہ میں حاضر ہوں۔ اپنے رشتہ داروں اور مصاحبوں کو جمع کر کے انہوں
نے مشورہ کیا کہ اس ٹیکس سے بچنے کے لئے کونسا طریقہ بہتر ہے۔ اپنے مکانوں
کو محفوظ حالت میں کرنے کے بعد وہ صرف چند مسلح سپاہیوں کے ساتھ قلعہ گئے
لال پردہ والے دروازہ کے قریب پہنچے پر سنتریوں نے انہیں ٹوکا اس لئے کہ
اندرونِ قلعہ میں مسلح آدمیوں کو جانے کی مطلق اجازت نہ تھی۔ نواب امین الدین
نے معاً سنتریوں کو دھکا دے کر نیچے گرا دیا اور دروازہ کو زبردستی کھول کر قلعہ
میں داخل ہو گئے۔ اس موقع پر میں بھی موجود تھا۔ بادشاہ کی خدمت میں باریابی
کی استدعا کی گئی جنہیں اسوقت باغی صوبہ داروں نے گھیر رکھا تھا۔ مجمع میں سے
بدقت تمام گذرنے کے بعد امین الدین خاں اپنے رشتہ داروں سمیت بادشاہ
سلامت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ ان سے مل کر خوش ہوئے لیکن
باغی گھبرا سے گئے اور ان سے جھگڑے کی صورت پیدا کرنی چاہی۔ باغیوں کے
مشورہ سے یہ طے پایا کہ مرزا مغل امین الدین سے مل کر اظہار خوشنودی کریں
اور بعد ازاں انہیں اپنے گھر میں مدعو کریں۔ باقی لوگ خود بخود وہاں پہنچ جائیں گے
اور ان سے روپیہ طلب کرینگے۔ چنانچہ مرزا مغل نے ظل سبحانی سے عرض کی
کہ امین الدین خاں کو میرے مکان پر جانے کی اجازت دیجیے کیونکہ مجھے

ایک نہایت اہم مسئلہ پر اُن سے رائے لینی ہے۔ بادشاہ نے اِس درخواست کو امین الدین خاں تک پہنچا دیا اور مرزا مغل نے بھی آکر دوبارہ مدعو کر دیا۔ بادشاہ کے اصرار سے امین الدین خاں نے اپنے رشتہ داروں سمیت مرزا مغل کے یہاں جانا قبول کر لیا۔ وہاں جا کر انہوں نے دیکھا کہ باغی کثیر تعداد میں جمع ہیں اور بڑی دقت سے انہیں بیٹھنے کی جگہ ملی۔ باغیوں کو بھی بیٹھنے کا حکم دیا گیا لیکن انہوں نے اس حکم کی تعمیل سے عذر خواہی کی۔ اثنائے گفتگو میں ایک باغی نے امین الدین خاں کو طعنہ دیا کہ آپ تو عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور ہم ہیں کہ پیٹ بھر کے کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ اِس کے بعد "تو تو میں میں" ہونے لگی۔ یہ رنگ دیکھتے ہی امین الدین خاں کے ہمراہیوں نے اپنی بندوقیں سنبھال لیں اور باغیوں کے نمائندہ کو دھمکی دی کہ اگر دوبارہ تو نے یہ الفاظ مُنہ سے نکالے تو جان کی خیر نہیں۔ جس سے باغی مرعوب ہو گئے۔ اِن واقعات کی خبر بادشاہ کی خدمت میں پہنچائی گئی اور وہ فوراً بنفس نفیس مرزا مغل کے یہاں تشریف لائے تاکہ خونریزی نہ ہونے دیں۔

بخت خاں جو کمانڈر انچیف مقرر کر دیئے گئے تھے، پچاس سواروں کی معیت میں مرزا مغل کے مکان پر پہنچے اور باغیوں کی سخت گوشمالی کی۔ بخت خاں اور اُس کے محافظ سپاہیوں کی زیر حفاظت امین الدین خاں شاہزادہ کے مکان سے روانہ ہوئے اور اپنے گھر بحفاظت تمام پہنچ گئے۔ انہوں نے شہر چھوڑ دینے کا مصمم ارادہ کر لیا: بلاشبہ اِن کی نسبت فوراً یہ گمان کر لیا گیا کہ وہ انگریزوں سے جا ملیں گے کشمیری دروازہ پر باغی محافظ دستہ نے انہیں ٹوکا اور نشانۂ بندوق بنا دیئے جانے کی دھمکی دی۔ باہر نہ جا سکنے کی صورت میں وہ اپنے گھر لوٹ آئے۔

آج کے دن نصیر آباد سے بھی ایک باغی پلٹن آ گئی اور بادشاہ سے روپیہ طلب کیا۔ مبارک باغ میں فروکش ہونے کے بعد وہ فی الفور انگریزوں سے

جنگ کرنے کے ارادہ سے باہر آئے۔ جنگ تین بجے شروع ہوئی اور استاد اور شاگرد ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہو گئے۔ لڑتے لڑتے وہ قریب آ گئے اور سنگینوں سے جنگ ہونے لگی۔ لڑائی تین گھنٹے تک جاری رہی۔ تمام سامانِ جنگ ختم ہو گیا تھا۔ شام کے وقت نصیر آباد کی پلٹن لوٹ آئی۔ صبح کے وقت میدان انگریزوں کے قبضہ میں آ گیا۔

جمنا کے پل کے داروغہ بلدیو سنگھ نے آج خفیہ طریقہ سے سر تھیو فلس کو سامان رسد بھیجا۔ مخبر نے دروازہ کے باغیوں کو بتا دیا کہ یہ فلاں شخص ہے۔ اسے روکا گیا اور تلاشی لی گئی۔ بھاگنے کی کوشش میں اسے گرفتار کر کے کوتوالی لے گئے جہاں اسے قتل کر دیا گیا اور اسکی لاش کو اوندھا نیم کے درخت میں لٹکا دیا گیا۔

مہاراجہ الور کی فوج کا کچھ حصہ آج کے دن آ پہنچا نیمچ سے بھی ایک پلٹن آ گئی جس کے کمانڈر ہیرا سنگھ تھے۔ آتے ہی اِن سپاہیوں نے انگریزوں سے لڑنے کی ٹھانی۔ نہر کا پل انگریزوں نے تباہ کر دیا تھا لہٰذا یہ تجویز ہوئی کہ نجف گڑھ ہوتے ہوئے چلیں اور انگریزی فوج سے نبرد آزما ہوں اور جوابی حملہ شہر کی جانب سے کیا جائے۔ چنانچہ فوج نجف گڑھ چلی گئی۔ انگریز افواج کی نقل و حرکت سے واقف تھے اور انہوں نے راستہ ہی میں حملہ کر دینے کا انتظام کر لیا تھا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ باغی گولہ باری کی تاب نہ لا سکے اور اپنی توپیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ فوج نے اسکے بعد سے کوئی جارحانہ کاروائی نہیں کی۔

جن قصابوں پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ وہ انگریزی فوج کو گوشت دیتے ہیں ان کے سر قلم کر دیئے گئے۔ باغیوں میں جدید افواج کا روزانہ اضافہ ہوتا تھا اور انگریزی موروچوں پر روزانہ حملے ہوتے تھے۔ لیکن ہر روز باغی پسپا کر دیئے جاتے تھے یہاں تک کہ پسپائی مسلمہ ہو گئی۔ بارود بنانے کا کارخانہ اڑ گیا اور یہ نہیں کہا

جاسکتا کہ یہ واقعہ اتفاقی تھا یا اِس میں کسی کا سازشی ہاتھ تھا۔ اِس کے ساتھ دوسو بارود ساز بھی اُڑ گئے ؎[1]

قاضی صاحب کے مکان کو بھی لوٹنے کی کوشش کی گئی۔ گھر کے رہنے والوں نے مدافعانہ کاروائی کی اور تیروں سے چند حملہ آوروں کو مار ڈالا۔ مرزا مغل نے دہلی دروازہ کے باہر فوج کی پریڈ کا حکم دیا۔ فوجیں کشمیری دروازہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ پیدل فوج کی ستر ہ پلٹنیں، سواروں کی بائیس پلٹنیں جن کے سپاہیوں کی مجموعی تعداد ۹۰۰۰ تھی، اِس پریڈ میں شریک ہوئیں۔ سواروں کی چھٹی پلٹن اور پیدل فوج کی ایک پلٹن میں باہمی رقابت کی وجہ سے تنازعہ ہوگیا اس پر چھٹی پلٹن کشمیری دروازہ سے نکل کر انگریزوں کے توپخانہ پر حملہ آور ہوئی۔ اور توپوں پر قبضہ کر لیا اور کیمپ کو لوٹنا شروع کر دیا۔ جب پیدل فوج وہاں پہنچی تو اُس نے دیکھا کہ لوٹ مار ہو رہی ہے۔ وہ بھی لوٹ مار میں شریک ہوگئی۔ محفوظ فوجوں کے آجانے پر انگریزوں نے دھاوا بول دیا۔ دوسو باغی مارے گئے اور باقی بھاگ کر شہر میں واپس چلے گئے۔

باغیوں نے بادشاہ سے عرض کی کہ چونکہ سپاہی انگریزوں پر حملہ کرنے میں پس و پیش کرتے ہیں اِس لئے میدان جنگ میں حضور کی موجودگی کی سخت ضرورت ہے۔ بادشاہ فوج کی سرکردگی میں دہلی دروازہ کے باہر آئے اور جمع شدہ فوج کو اپنے درشن کرائے۔ لال ڈگی سے ہوتے ہوئے وہ لاہوری دروازہ کی جانب گئے

---

[1] ہڈسن جو گائیڈز کا کمانڈر تھا اپنے مخبروں کو روزانہ شہر میں بھیجا کرتا تھا، انہوں نے اُسے اطلاع دی کہ بارود سازی کا کام زوروں سے جاری ہے اور بالآخر اِن کے یہ کہنے پر کہ کارخانہ کو اُڑایا جاسکتا ہے اس نے وعدہ کیا کہ اگر تم اُڑانے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو تمہیں ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا، کارخانہ کو اسی طریقہ سے اُڑا دیا گیا جیسا کہ روزنامچہ میں مذکور ہے، لیکن انعام کسی نے طلب نہیں کیا اور نہ وہ آدمی ہی لوٹ کر آئے، بلاشبہ وہ بھی کارخانہ کے ساتھ تباہ ہو گئے تھے۔ ۱۲

فوج کی اس نمائش کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ فوجیں پھر اپنے اپنے مقامات پر آگئیں اور مجوزہ حملہ بادہوائی ثابت ہوا۔

تین مہینے گزر چکے تھے اور شہر توپوں کے گولوں کی آواز کا جو شبانہ روز ہوتی رہتی تھی، عادی ہوگیا تھا۔ خان بہادر خاں بریلوی کے یہاں سے نذر موصول ہوئی مرزا عباس لکھنوی کے پاس سے بھی نذر آئی جو اشرفیوں پر مشتمل تھی اور جس پر حسب ذیل عبارت منقوش تھی :۔

بہ زرزد سکۂ نصرت طرازی
سراج الدین بہادر شاہ غازی

نذر لانے والے کو مظفر الدولہ کی حویلی میں ٹھہرایا گیا اور نذر حضور میں پیش کر دی گئی۔

رجب علی خاں محسن نے حکیم احسن اللہ خاں کو ایک خط لکھا جس میں یہ استفسار کیا گیا تھا کہ ایسی حالت میں جب کہ شہر میں انگریز باقی نہیں رہے علم نبوی کیوں بلند کیا گیا ہے۔ انہوں نے مفتی محمد صدر الدین خاں قاضی شہر کو ہدایت کی کہ وہ لوگوں کو سمجھا دیں کہ اس جھنڈے کا بلند کرنا حماقت ہے۔ اس واقعہ سے کچھ دیر بعد یہ اعلان کیا گیا کہ انگریز شہر پر عنقریب حملہ کرنے والے ہیں۔ انہوں نے کشمیری دروازہ کے ضد پر گولہ باری شروع کر دی۔ کشمیری دروازہ کے قرب وجوار کے رہنے والے اپنے اپنے گھر چھوڑ کر محفوظ مقامات میں پناہ گزیں ہو گئے۔ ۱۴ ستمبر سے پہلے پہلے وہ دمدمے جن پر انگریز گولہ باری کر رہے تھے، ریزہ ریزہ ہو چکے تھے۔

۱۴ ستمبر کو انگریزوں نے کشمیری دروازے پر حملہ کیا اور یہی وہ راستہ ہے جس کے ذریعہ وہ شہر میں داخل ہوئے اور بالآخر اس پر قابض ہو گئے۔ انگریزی فوجیں حملہ کرتے وقت کوتوالی اور جامع مسجد تک پہنچ گئی تھیں کوتوالی کے قریب ایک توپ نصب تھی جسے چند سوار اور بدمعاش چلا رہے تھے۔ یہ گولے انگریزی

ہ اول دستہ پہ پڑے جن سے تقریباً پچاس آدمی مجروح و قتل ہوئے۔ باغیوں نے جامع مسجد میں رہ کر مدافعت کی اور انگریزوں کی پیشقدمی کو روک دیا۔ انگریز پھر کشمیری دروازہ کی طرف پسپا ہو گئے۔ باغیوں نے مزید مقابلہ کلکتہ دروازہ پر کیا شہر میں پانچ دن تک جنگ و جدل جاری رہا۔ شاہزادے علی الصباح چار بجے بھاگ کر ہمایوں کے مقبرے میں پناہ گزیں ہو گئے اور ان کی یہ فراری بجائے خود بڑی فال تھی۔ اس کے بعد باغیوں اور شہر کے باشندوں میں بھاگڑ مچ گئی۔ بھاگنے والوں پر گوجروں نے حملہ کر دیا اور ان کے اسلحہ اور روپے پیسے کو لوٹ لیا۔ نواب یعقوب خاں جو محاصرہ کے ایام میں اپنے شہر کے مکان میں چھپے بیٹھے تھے اپنے بال بچوں سمیت خفیہ طریقہ سے فرار ہو گئے۔ ان پر گوجروں نے حملہ کیا اور ان کا مال واموال لوٹنے کے بعد انہیں قتل کر ڈالا۔

جنرل محمد بخت خاں تھوڑی سی فوج لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بمنت درخواست کی کہ حضور میرے ساتھ لکھنؤ بھاگ چلیں۔ انہوں نے منتشر افواج کو جمع کرنے اور شہر کے باہر انگریزی افواج کا مقابلہ کرنے کی غرض سے اپنی خدمات پیش کیں۔ مگر بوڑھے بادشاہ نے ان کی امداد قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد بخت خاں باقی ماندہ فوجیں لے کر لکھنؤ روانہ ہو گئے۔

مرزا عباس خاں یعنی شاہ اودھ کے وکیل جو انگریزی حملہ کے شروع ہونے سے چار دن قبل نذر لے کر آئے تھے، اپنے محافظ دستہ کی معیت مین راجپوتانہ کی سمت چلے گئے۔ بادشاہ بھاگ کر مقبرۂ ہمایوں میں چلے گئے۔ تمام شہر پھر انگریزوں کے قبضہ میں آ گیا۔ جب انگریزوں کو معلوم ہوا کہ بادشاہ بھاگ کر چلے گئے ہیں تو انہوں نے مرزا الہیٰ بخش اور حکیم احسن اللہ کو حکم دیا کہ بادشاہ شہر کے باہر نہ جانے پائیں اور انہیں ہدایت کی کہ بادشاہ کو لے کر انگریزی کیمپ میں آجائیں ان کے

ساتھ ۱۰۰ اسواروں کا دستہ بھیجا گیا جس کے ساتھ افسروں کی مناسب تعداد بھی موجود تھی اور اس شان کے ساتھ وہ پرانے قلعہ کی جانب روانہ ہوئے۔

مرزا الٰہی بخش اور حکیم احسن اللہ خاں بادشاہ کی خدمت میں گئے جو بہت خوفزدہ ہو رہے تھے لیکن انہوں نے جہاں پناہ کو یقین دلایا کہ حضور کے لیئے پلاؤ کی رکابی ہر وقت موجود ہے۔ بادشاہ کے ساتھ چار شہزادے تھے: مرزا مغل مرزا ابوبکر۔ مرزا خضر سلطان۔ مرزا مذ و قلعہ سے رخصت ہونے کے بعد انگریزی محافظ دستہ نے ان کو گھیر لیا۔ بادشاہ کو پالکی میں بٹھایا گیا اور شہزادے بیل گاڑی میں بیٹھے اور وہاں سے انہیں قلعہ لے گئے۔ جب شہزادگان دیوان عام کے سامنے پہنچے جہاں انگریزی عورتوں اور بچوں کو قتل کیا گیا تھا تو انہیں نشانہ بندوق بنا دیا گیا۔ شہر میں لاہوری دروازہ سے لے کر کشمیری دروازہ تک لوٹ مار جاری رہی، مرزا بختیار شاہ بھی جنہیں بعد میں گرفتار کیا گیا، قتل کر دیئے گئے۔ بادشاہ پر پہرہ بٹھا دیا گیا۔ شاہ سمند خاں جو شاہی باڈی گارڈ کے کمانڈر تھے، کشمیری دروازہ سے نکلتے ہوئے گرفتار ہوئے۔ ان کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ راجہ جھجر کی افواج کے جنرل ہیں اور اسی وقت انہیں گولی مار دی گئی۔ شہر میں کسی شخص کی جان محفوظ نہ تھی تمام صحیح الجثہ اشخاص جو دکھائی دیئے، باغی قرار دیئے گئے اور انہیں گولی مار دی گئی

نواب جنگ خاں کے صاحبزادے محمد علی نے جو دادری کے راجہ کے بھتیجے تھے، اپنے تحفظ کے لیئے مکان کے دروازے بند کر لیئے تھے۔ چند گورکھوں اور یورپینوں نے جو شہر میں لوٹ مار میں مصروف تھے دروازوں کو کھولنے کی کوشش کی۔ کوشش میں ناکام رہنے کے باعث وہ دیواروں پر چڑھ گئے۔ ایک انا جو یہ نظارہ دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئی، اپنے گود کے بچہ سمیت کوئیں میں گر پڑی گھر کی دیگر خواتین نے اس کی تقلید کی اور اسی کوئیں میں گر کر ہلاک ہو گئیں۔

محمد علی نے وسطِ مکان سے بندوق چلائی اور تین یورپینوں کو مار گرایا۔ اسپر ایک بڑی فوج مکان پر حملہ آور ہوئی اور تمام اہل خانہ کو قتل کر ڈالا۔ محمد علی بھی مقتولوں میں تھے مگر آخر وقت تک لڑتے رہے تھے تقریباً ۶۰ ہتیار بند آدمی جن میں شیخ امام بخش صہبائی اور ان کے صاجزادے بھی شامل تھے جو اسلامی کالج سے متعلق تھے، باغی سمجھکر قتل کر دیئے گئے۔ اِن ہی میں فلاح اللہ خاں بھی تھے جو اپنے زمانہ کے مشہور طبیب تھے اور اور لوگ بھی جنہوں نے بغاوت میں کسی قسم کا حصہ نہیں لیا تھا۔ بھوجلا پہاڑی میں میاں امین صاحب نے جو ایک مشہور معروف منشی تھے، بیوقوفی سے سپاہیوں کو اپنے مکان میں داخل ہونے سے روکا۔ انہوں نے داخل ہونے والے پہلے انگریزی سپاہی کو گولی ماری۔ اِس کے بعد خود انہیں سنگینوں سے ہلاک کر دیا گیا لیکن انہوں نے مرتے مرتے اپنے قاتل کو بھی مار ڈالا۔

مولوی فریدالدین صبح کی نماز پڑھکر واپس آرہے تھے کہ انگریزی دستہ انہیں راستہ میں ملا۔ جس شد و مد کے ساتھ انگریزوں کا رُکا ہوا دریا اُبل رہا تھا اُس کا تقاضا تھا کہ وہ اسی کی لہروں میں غائب ہو جائیں۔ حکیم احمد حسین خاں اور حکیم رضی الدین خاں بھی اِسی طوفان کی نذر ہوئے۔ مرزا اسداللہ خاں کے بھائی مرزا یوسف خاں جو مدّت دراز سے حالت جنون میں تھے گولیوں کے شور کی آواز سُن کر یکایک باہر نکلے اور مارے گئے۔ شہر کے اور بھی بہت سے نامی آدمی مارے گئے۔ کیونکہ ان کی نسبت غلطی سے یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ وہ باغی ہیں۔

خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اِس طرح سے قہر نازل کیا کہ خشک و تر سب ہی کچھ جل گیا۔ بے گناہوں اور مجرموں کو یکساں سزا ملی۔ جس طرح سے ۱۱ مئی کو بے گناہ عیسائی قتل ہوئے تھے اِسی طرح ۲۰ ستمبر ۱۸۵۷ء کو بے گناہ مسلمان قتل ہوئے۔ جو لوگ تلوار سے بچ رہے انہیں پھانسی پر لٹکایا گیا۔ ان میں نواب

مظفر الدولہ، محمد حسین خاں، مرزا احمد خاں، میر محمد حسین خاں، اکبر خاں، میر خاں، نوشہر خاں، حکیم عبدالحق، خلیفہ اسمعیل، محمد خاں، رسالدار صفدر بیگ خاں، عسجد یار خاں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ اِن کے علاوہ شاہزادے بھی دار پر کھینچے گئے۔ بہت سے آدمی جیلخانہ ہی میں مر گئے۔ باقی اور طریقوں سے ہلاک ہو گئے یہانتک کہ سر جان لارنس نے از سر نو امن وامان قایم کردیا اور مجرموں کی سماعتِ مقدمہ کے لیئے عدالتیں کھولدیں۔ ہر شخص جسے کسی کے ساتھ دشمنی تھی، وہ اُس کا نام بتا دیتا تھا ہر طرف جھوٹے گواہ کھڑے ہو گئے۔ ایک طرف باغیوں کا ڈر تھا۔ دوسری طرف رشتہ داروں اور ہمعصروں کے جھوٹے الزامات کا خوف دامنگیر تھا۔ بے گناہ اشخاص لاچار اور بیکس عورتوں اور بچوں کے قتل عام کا اِس طریقہ سے بدلہ لیا گیا کہ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ آیا تھا۔

دہلی کے قرب وجوار میں چند قدیم اور شریف خاندان آباد تھے: جھجر کی سالانہ آمدنی ۱۴ لاکھ تھی، دادری، پاٹودی، بلب گڑھ، دوجانہ، فرخ نگر اور لوہارو یہ سب دو دو لاکھ کی تھیں جھجر اور اُسکی شرکتِ غدر کی متعلق ذکر کردیا گیا ہے۔ دادری بھی انگریزوں کے خلاف تھا۔ پاٹودی نے بغاوت کی مخالفت کی۔ اِس پر باغیوں نے حملہ کیا اور شکست دی اور بعد ازاں اُس کے محل کو لوٹ لیا۔ مگر راجہ انگریزوں سے مل گئے تھے۔ دوجانہ بھی شروع سے آخر تک انگریزوں کا وفادار رہا۔ محاصرہ کے ایام میں راجہ بلب گڑھ شہر کا گورنر تھا۔ اِسے جھجر اور فرخ نگر کے ساتھ بغاوت کی پاداش میں پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔ لوہارو کا نواب محاصرہ کے زمانہ میں دہلی میں مقید تھا اِس کے محل اور مال واسباب کو گردوپیش کے زمینداروں نے لوٹ لیا۔ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں تینوں راجاؤں اور شہزادوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا اور اُن کی ریاستوں کو ضبط کر لیا گیا۔ نارنول کا پرگنہ جس کی سالانہ آمدنی

۲ لاکھ تھی پٹیالہ کو دے دیا گیا۔ پرگنہ کرونڈا کو بذریعہ نیلام فروخت کر دیا گیا اور مہاراجہ پٹیالہ کو اُن کی وفاداری کے صلہ میں اسے خرید لینے کی اجازت دیدی گئی۔ پرگنہ کول راجہ نابھ کے حوالہ کیا گیا۔ دادرا کے رئیس کی بیوفائی کی وجہ سے ریاست ضبط ہوئی اور جیندھ میں ملحق کر دی گئی۔ دادری کے راجہ کو لاہور میں جلاوطن کر دیا گیا۔ راجہ جھجر کے افسروں کو لدھیانہ میں بھیجدیا گیا۔ دوجانہ، پاٹودی اور لوہارو کی ریاستوں کے خلاف برطانوی گورنمنٹ نے کوئی کارروائی نہیں کی۔ بادشاہ اور اُن کی بیگموں کو جواں بخت اور اُن کی بیگم کی معیت میں رنگون جلاوطن کیا گیا اور یورپین گارڈ کی حفاظت میں انہیں منزل مقصود پر بھیجدیا گیا۔ اِن کے گذارہ کے لیئے ایک مناسب رقم انگریزی گورنمنٹ نے منظور کی اور بادشاہ کو اجازت دی گئی کہ وہ اپنے قدیمی جلوداروں میں سے چار آدمیوں کو ملازمین کی حیثیت سے اپنے ساتھ رکھیں ✤

روزنامچہ منشی جیون لال

۱۱ مئی کی صبح کو آٹھ اور نو بجے کے درمیان مجھے یہ عجیب و غریب خبر ملی جو بعد میں تمام شہر میں پھیل گئی کہ کچھ سوار اور پیدل سپاہی میرٹھ سے آئے ہیں اور بازاروں کو لوٹ رہے ہیں اور لوگوں کو قتل کر رہے ہیں۔ چونکہ بفضل ایزدی انگریزی حکومت ملک میں قایم ہو چکی تھی اس لیئے اس خبر پر بہت کم یقین کیا گیا اور یہ بات بیان کیگئی کہ چند جاہل سپاہی بھاگ کر میرٹھ سے آ گئے ہیں اور لوٹ مار میں مشغول ہیں اسکی تصدیق ہو گئی کہ انگریزی افواج ان کے تعاقب میں میرٹھ سے روانہ ہو گئی ہیں اور بہت جلد پہنچ جائینگی اور لوٹ مار کرنے والے اور جھوٹی افواہیں پھیلانے والے اشخاص کو قرار واقعی سزا دینگی۔ میں اس صبح کو کپتان ڈگلس سے جو اسسٹنٹ ریزیڈنٹ تھے، ملاقات کرنے کے لیئے گیا ہوا تھا اور آٹھ بجے کے قریب گھر واپس آیا۔ کپتان صاحب قلعہ کے گارڈ کے افسر تھے۔ اسسٹنٹ ریزیڈنٹ کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنی اور ریزیڈنٹ کی اطلاع کے لیئے قلعہ کے تمام معاملات کے متعلق میری ڈائری کی نقل لے لیا کرتے تھے گھر واپس لوٹنے کے بعد میں۔ ایجے کچہری جانے کی تیاری میں مصروف تھا اور اپنی پالکی کو تیار رکھنے کا بھی حکم دے چکا تھا کہ قلعہ کے چند مزدور میرے مکان پر آئے اور مجھ سے بمنت کہا کہ آپ گھر ہی میں رہیں اس لیئے کہ بازاروں میں سے امن وامان کے ساتھ گذرنا ناممکن ہے۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ شہر میں قتل و غارت زوروں پر ہے اور یہ کہ افواہ ہے کہ بعض افسروں کو قتل بھی کر دیا گیا ہے لیکن کمشنر اور مجسٹریٹ صاحبان جان بچا کر بھاگ گئے ہیں۔ میرے

ایک مخبر نے مجھ سے کہا کہ راستہ میں میری ملاقات افسروں سے ہوئی جو مورچوں کی جانب بعجلت تمام جارہے تھے۔ اس کی بھی اطلاع ملی کہ شہر کے دروازوں کو بند کردیا گیا ہے اور یہ کہ باہر جانے کا اب کوئی راستہ نہیں رہا۔ یہ اطلاع بھی موصول ہوئی کہ اسپتال کے تمام افسروں کو تہ تیغ کردیا گیا ہے اور یہ کہ شہر کے بدمعاش لوٹ مار میں مصروف ہیں۔ میں نے اپنے ایک ملازم شکور کو قلعہ میں کپتان ڈگلس کی خدمت میں بھیجا اور یہ معلوم کرایا کہ میرے لیئے کیا احکام ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آیا اور اطلاع دی کہ قلعہ جانے کا راستہ بند ہے۔ بہت سے سپاہی بادشاہ کے قلعہ کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔ قلعہ کا دروازہ بند ہے اور بدمعاش آدمی سپاہیوں کو یورپینوں اور مالدار ہندوستانیوں کا ارشارہ سے گھر بتا رہے ہیں۔ ہر طرف یورپینوں کو قتل کیا جارہا ہے اور ان کے مال واسباب کو لوٹا جارہا ہے۔ بنک کو توڑ کر روپیہ نکال لیا گیا ہے اور اس کے منیجر مسٹر بینفورڈ اور مسٹر اوبارا کو قتل کردیا گیا ہے۔ باقی یورپین چھپ گئے ہیں۔ کمشنر کے دفتر کے ہیڈ کلارک مسٹر نکسن بھی مارے گئے ہیں اور اُن کی لاش سڑک پر پڑی ہوئی ہے۔ اسسٹنٹ ہیڈ کلارک مسٹر نیل اور مسٹر ہیپ اپنے بچوں سمیت چھپ گئے تھے لیکن سپاہیوں نے اُن کی جگہ معلوم کرلی اور ان سب کو قتل کرڈالا ہے۔ شکور نے یہ بھی بیان کیا کہ کمشنر کی کچھری میں گیا تھا اور مسٹر نکسن کی لاش کو سڑک پر پڑے ہوئے دیکھا۔ اُن کو نشانہ بندوق بنایا گیا تھا۔ میں نے چیخ وپکار اور رونے کی ایسی دردناک آوازیں سنیں کہ میرے تمام ہوش وحواس جاتے رہے۔ میرا ملازم یہ واقعات بیان کرتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا۔ میں بھی دہشت میں رہ گیا۔ معلوم ایسا ہوتا تھا کہ میرے دل کی حرکت بند ہوگئی ہے۔ میں بھی اپنی بے بسی پر آنسو بہا رہا تھا۔ اس کے بعد یہ خبر ملی کہ مسٹر سیمسن فریزر (کمشنر) اور مسٹر ہنڈرسن بچ کر بھاگ نکلے ہیں اور یہ کہ جوائنٹ

میجسٹریٹ سر جان مٹکاف اور مسٹر لے باس (جج) بھی بھاگ گئے ہیں لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کہاں ہیں۔ سر جان کے متعلق عام خیال یہ تھا کہ وہ قطب صاحب چلے گئے ہیں۔ چونکہ وہ شہر اور اس کے مضافات سے اچھی طرح سے واقف تھے اس لیئے ہم نے قیاس کیا ممکن ہے کہ وہ مقبرۂ علاء الدین کی محراب دلکشا میں پناہ گزیں ہوں جسے ان کے والد نے سکونتی مکان کی شکل میں تبدیل کر لیا تھا۔ اتنے میں ایک آدمی آیا جس نے اطلاع دی کہ بدمعاش آپ کے متعلق یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ گورنر جنرل کے ایجنٹ کے میر منشی ہیں اور اس لیئے کشتنی اور گردن زدنی ہیں۔ اور پھر مجھے مشورہ دیا کہ مکان کو دفاعی حالت کے قابل بنا لینا چاہیئے۔ میرا مکان سلطان فیروز شاہ کے زمانہ کا تھا اور خالص پتھر کا بنا ہوا تھا اور اسقدر مضبوط تھا کہ قلعہ معلوم ہوتا تھا۔ کھڑکیوں اور دروازوں کو بند کر دیا گیا۔ مکان میں تہ خانے بھی تھے جن میں میرے گھر کے آدمی داخل ہو گئے اور وہیں چھپے رہے۔ میں نے آگے پیچھے بغرض نگرانی وحفاظت اپنے تمام ملازمین کو مقرر کر دیا اور یہ تاکید کر دی کہ کسی کو داخل نہ ہونے دیا جائے اور اگر کوئی آئے تو اس کی اطلاع مجھے کر دی جائے۔ میرے دل میں یہ خیالات آ رہے تھے کہ تو نے برسوں تک انگریزی حکومت کا نمک کھایا اور اسکی فلاح وبہبود کی ہمیشہ دعا مانگی ہے اور یہ کہ اب تیرے لیئے اپنے آقاؤں کی خدمت کرنے کا موقع آگیا ہے۔ اسپر میں نے شکور کو سر جان مٹکاف اور اپنے دیگر مربیوں اور دوستوں کے پاس یہ معلوم کرنے کی غرض سے بھیجا کہ مجھے بتایا جائے کہ میں کسطرح آپ کی خدمت کر سکتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی میں نے چند انگریزوں کے حالات بھی دریافت کرائے جو میرے رفقائے کار تھے اور شہر میں دریا گنج اور کشمیری دروازے کے قریب رہا کرتے تھے۔ ان میں مسٹر ڈیوس، اُن کے بھائی ٹامی اور مسٹر بیلے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ میں نے یہ بھی کہلوا بھیجا تھا کہ اگر

آپ کے پاس چھپنے کی کوئی جگہ نہ ہو تو میرے مکان میں آجائیے جہاں بفضل خدا میں اپنی آنکھ یا جان کی طرح ان کی حفاظت کرونگا اور میں خود ان کی خدمت کے لیئے موجود ہونگا۔ شکور سے میں نے کہدیا تھا انہیں گلیوں میں سے لانا اور خدا نے چاہا تو انہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

باغیوں کی کاروائیوں کی خبریں حاصل کرنے کے ارادہ سے میں نے دو برہمنوں گردھاری مصر اور ہیرا سنگھ مصر اور دو جاٹوں کی خدمات حاصل کیں انکا کام یہ تھا کہ وہ شہر کی اور قلعہ کی تمام خبریں مجھے لاکر دیا کریں تاکہ میں سلطنت کے اعلیٰ افسروں کی اطلاع دہی کے لیئے سچے واقعات کو قلمبند کر لیا کروں۔ بارہ بجے کے قریب کچہری کا محرر اور چوکیدار کپتان ڈگلس کے پاس سے آئے اور خبر دی کہ شہر میں افراتفری مچی ہوئی ہے۔ تمام دوکانیں اور مکانات بند ہیں اور لوگ اپنے اپنے گھروں میں خوف کی حالت میں بند بیٹھے ہوئے یا د اللہ کر رہے ہیں اس کے بعد دہلی کے ایجنٹ اور کمشنر مسٹر سائمن فریزر کے بارے میں خبر آئی اٹھنے کے بعد علی الصباح انہیں یہ اطلاع پہنچائی گئی کہ میرٹھ سے مختلف پلٹنوں کے سوار اور پیدل فوج کے کچھ سپاہی دہلی پہنچ گئے ہیں اور باقی اور عنقریب آنے والے ہیں۔ انہوں نے چنگی کے کلکٹر کا بنگلہ جلا دیا ہے اور متعینہ افسر کو گولی ماردی ہے اور اس کی لاش کو ریت پر چھوڑ دیا ہے۔ سپاہیوں کے ارادہ کے متعلق یہ بیان کیا گیا کہ وہ شہر پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ اُس وقت مجسٹریٹ شہر مسٹر ہنڈرسن سوار ہو کر آئے اور کمشنر سے رپورٹ کی اور معاً چھاؤنیوں کی طرف راجپور چلے گئے۔ غالباً ان کا مقصد فوج اور توپخانہ کو طلب کرنا تھا۔ مسٹر فریزر نے بھی اسی وقت اپنی گاڑی تیار کرنے کا حکم دیا اور پھر وہ نواب جھجر کے رسالے کے باڈی گارڈ کو جسے ہمیشہ رسالدار کی کمان میں کمشنر کے ساتھ رہنے کا حکم تھا،

اپنی معیت میں لے کر روانہ ہو گئے۔ انہوں نے اپنے نوکر کو حکم دیا کہ میرا پستول اور تلوار لے کر آجاؤ۔ وہ کلکتہ دروازہ میں سے ہوتے ہوئے دریائی دمدمہ میں پہنچے وہاں مسٹر لے باس سشن جج، کپتان ڈگلس[۱]، مسٹر نکسن اور اور لوگ پہلے سے موجود تھے۔ انہوں نے دوربین کی مدد سے دریا کے پاٹ کا اور پل کا نہایت غور سے معائنہ کیا۔ چلتے ہوئے بنگلہ سے شعلہ نکل رہے تھے۔ ابھی مشورہ ہو رہا تھا کہ اتنے میں مسٹر ہنڈرسن (مجسٹریٹ) بھی آپہنچے۔ تھوڑی دیر تک آپس میں بات چیت رہی۔ ہر لحہ ان کی نگاہیں دریا کی طرف اٹھ رہی تھیں گویا کہ وہ ایک طرف یورپین فوج اور دوسری طرف راجپور کی چھاؤنیوں سے یورپین فوج کی آمد کے منتظر ہیں۔ لیکن کہیں سے بھی کوئی امداد نہیں آئی۔ اتنے میں دمدمہ کے چند آدمی دوڑے ہوئے آئے اور اطلاع دی کہ باغی فوجیں راجگھاٹ دروازہ سے شہر میں داخل ہو گئیں ہیں اور سول سرجن ڈاکٹر چمن لال کو جو حسب معمول دریا گنج والے اسپتال میں اپنے مریضوں کے معائنہ میں مصروف تھے، قتل کر دیا ہے یہ بیان کیا گیا کہ اسپتال کا سارا عملہ بھاگ گیا ہے اور عمارت کو لوٹ لیا گیا ہے۔ یکایک پانچ سپاہی نمودار ہوئے اور ان افسروں پر بندوقیں چلائیں۔ ایک گولی کپتان ڈگلس کے پاؤں میں لگی۔ مسٹر ہنڈرسن، مسٹر لے باس اور باقی آدمی کچہری کی جانب

---

[۱] کہا جاتا ہے کہ کپتان ڈگلس نے مسٹر فریزر کو ایک چٹھی دی تھی اور یہ یقین کیا جاتا ہے کہ اس میں میرٹھ کے سپاہیوں کی بغاوت اور افسروں کے قتل اور دہلی پر چڑھائی کرنے کی اطلاع درج تھی۔ اس وقت بعض آدمی یہ کہتے تھے کہ چٹھی کی بھیجنے والی مل کے افسر جنگی کی بیوی ہے جو فقط اتنا چاہتی تھی کہ اس کے خاوند کی لاش کو دفن کرنے میں امداد دی جائے۔ لیکن اس کے پاس یہ اطلاع بھیجدی گئی کہ موجودہ حالات میں کوئی امداد نہیں دی جا سکتی۔ ۱۲

بھاگ گئے۔ مسٹر فریزر نے دمدمہ میں پناہ لی جہاں ایک سنتری متعین تھا[1]۔ گڑبڑ
میں وہ سپاہی دکھائی نہ دیا اور اُس کی بندوق جھپٹ کر جسے اس نے اپنی گنتی میں کھڑا
کر دیا تھا انہوں نے ایک سوار کو نشانہ بنایا جو اپنے گھوڑے سمیت وہیں ڈھیر ہو گیا
باقی سوار یہ خوفناک واقعہ اور اپنے ہمراہی کی موت کا نظارہ دیکھ کر سہم گئے اور فرار
ہو گئے۔ ممکن ہے کہ انہوں نے یہ خیال کیا ہو کہ وہاں اور بھی یورپین چھپے بیٹھے ہیں۔
اس کے بعد مسٹر فریزر نے اپنے ایک اردلی کو حکم دیا کہ نواب صاحب والی جھجر (عبدالرحمن)
کے ایجنٹ درگا پرشاد کے مکان پر جاؤ اور اس سے کہو کہ نواب صاحب کو اس شورش
کی فی الفور خبر کر دو اور ان سے دو پیدل پلٹنیں اور سوار بلا تاخیر دہلی بھیجنے کے لئے کہو
مسٹر فریزر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر قلعہ کی جانب گئے۔ راستہ میں کئی سواروں نے ان پر
حملہ کر دیا اور پستول سے فیر کیئے۔ انہوں نے جھجر کے اردلیوں کو حملہ آوروں کے قتل
کر دینے کا حکم دیا لیکن انہوں نے اس حکم کی تعمیل نہ کی۔ اس پر کمشنر نے انہیں انگریزی
میں گالیاں دیں اور گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے قلعہ کے لاہوری دروازہ
پہنچے اور بادشاہ کے ایجنٹ اور مختار کار کو بلوا بھیجا۔ بادشاہ کے وکیل کے آ جانے پر انہوں
نے اس سے کہا کہ بادشاہ کی خدمت میں جاؤ اور کہو کہ اپنی تمام مسلح فوج اور دو توپیں
بھیجدیں۔ مسٹر فریزر نے دو پالکیاں بھی طلب کیں تاکہ کپتان ڈگلس کے یہاں جو خواتین
مقیم ہیں یعنی مس جیننگز (پادری کی صاحبزادی) اور مس کلیفورڈ کو ان میں بٹھا کر حفاظت کی
غرض سے بیگم صاحب کے یہاں پہنچا دیا جائے۔ پیغام بادشاہ تک پہنچا دیا گیا اور
انہوں نے ضروری احکام بھی نافذ کر دیئے لیکن ابتری کا یہ عالم تھا کہ نہ تو گارڈ ہی سے ملے

[1] معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام عرصہ میں باڈی گارڈ مجہول تماشائی کی حیثیت سے کھڑا رہا۔
دوسرے بیان کے مطابق جھجر کے رسالہ کے کچھ آدمیوں نے پہنچکر سواروں کو سرپٹ بھاگ جانے
پر مجبور کیا۔ ۱۲

نہ پالکیوں کے لیئے تھے اور کہار ہی دستیاب ہو سکے۔ بادشاہ کے احکام کی کوئی پروا نہ کی گئی بات یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کا حکم نہ مانتا تھا۔ بادشاہ کے گھرانے کے آدمی بھی بادشاہ کا حکم ماننے سے انکار کر دیتے تھے۔ کمشنر نے تھوڑی دیر تو پالکیوں کا انتظار کیا لیکن یہ دیکھکر کہ ان کی کوئی نہیں سنتا انہوں نے کپتان ڈگلس کے مکان کا رُخ کیا۔ پھاٹک پر دیسی فوج کا ایک دستہ کھڑا تھا جب مجمع ان کی جانب بڑھا تو انہوں نے اسے دور کھڑے رہنے کا حکم دیا لیکن اس نے حکم نہ مانا مسٹر فریزر نے اس پر لوگوں کو ان کے طرز عمل پر ڈانٹا وہ خاموش رہے۔ اس کے بعد مسٹر فریزر کپتان ڈگلس کے کمرے میں داخل ہونے کے لیئے سیڑھیوں پر چڑھنے لگے ابھی انہوں نے پہلی سیڑھی پر اپنا قدم رکھا ہی تھا کہ دو بدمعاشوں نے ننگی تلواروں سے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں وہیں کے وہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ دمدمہ پر کپتان ڈگلس کس طرح سے زخمی ہوئے۔ زخمی ہونے کے بعد ان کے اردلیوں نے انہیں بگھی میں ڈالا اور ان کے گھر لے گئے وہاں جب وہ پہنچے ہیں تو وہ حالت بیہوشی میں تھے۔ پانی پینے کے بعد انہیں کچھ ہوش آیا اور انہوں نے حکم دیا کہ سب دروازوں اور کھڑکیوں کو بند کر دیا جائے۔ اس کے تھوڑی دیر پیچھے مسٹر جیننگز (پادری) اپنے ایک دوست دو شادی شدہ عورتوں اور دو لڑکیوں مس جیننگز اور مس کلیفورڈ سمیت وہاں آ گئے۔ عورتوں نے کپتان ڈگلس کے زخم کی مرہم پٹی کی جس کے درد سے بیہوش ہو جاتے تھے۔ یہ یاد کر کے کہ ان کی تلوار دمدمہ میں رہ گئی ہے انہوں نے اپنے اردلی سے دمدمہ تک جانے اور تلوار لے آنے کو کہا۔ اب مکان کے باہر سے زور زور کی چیخیں اور "اللہ اکبر" "اللہ اکبر" کے نعرے بلند ہونے شروع ہوئے، اس کے بعد باغی دروازوں کو توڑ کر مکان کے اندر داخل ہو گئے مسٹر جیننگز نے دروازہ کے باہر جانے کی کوشش کی لیکن خونی بدمعاشوں نے انہیں

فوراً ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا، اپنے جوش میں انہوں نے کسی یورپین کو نہیں چھوڑا حتےٰ کہ بیکس عورتیں بھی زندہ نہ بچیں[1]۔

۹ بجے کے قریب خوفناک دھماکہ کی آواز سنائی دی جس کے بعد دیر تک ایسی آوازیں آتی رہیں گویا کہ بھونچال کے ساتھ گرج کی آواز بھی پیدا ہورہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین ہل رہی ہے۔ تمام شہر دہشت زدہ تھا۔ یہ بہت جلد معلوم ہوگیا کہ میگزین پر باغیوں نے حملہ کردیا ہے اور یہ کہ اس کام میں شہر کے بدمعاش بھی ان کے ساتھ ہیں۔ اس پر افسر اعلیٰ نے بارود کو آگ لگادی اور اسے اُڑادیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے باغی، بدمعاش آدمی تماشائی اور شہر کے باشندے قید حیات سے مخلصی پائے گئے۔ اس واقعہ پر شہر میں خوشی بھی کی جارہی تھی اور غم کا اظہار بھی کیا جارہا تھا۔ خوشی اس لیے کہ بہت سے خونی اور باغی تباہ و برباد ہوگئے اور رنج اس پر کہ انگریزی افواج جن کا دن بھر نہایت اضطراب کے ساتھ انتظار کیا جارہا تھا نہیں پہنچیں اور یہ کہ گورنمنٹ اپنا وقار قائم کرنے سے قاصر رہی جوں جوں رات نزدیک آتی گئی ہر محلہ کے آدمیوں نے پہرہ دینے اور حفاظت کا کام اپنے ذمہ لیا، رات گزر گئی اور ہر شخص ہشیار رہا۔ یکایک میدانی توپوں کی آواز سنائی دی اور محافظوں نے شمار کیا تو معلوم ہوا کہ ۲۱ گولے چھوڑے گئے ہیں سب سے پہلا خیال یہ آیا کہ انگریزی فوج آ پہنچی ہے اور باغیوں کو شکست ہوگئی ہے اور اپنی آمد سے اہل شہر کو مطلع کرنے کی غرض سے سلامی کی توپیں داغی ہیں۔ شہر کے اکثر باشندے بہت خوش تھے۔ صبح کو دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ راج پور

[1] اس مقام پر روزنامچہ میں کپتان ڈگلس، مسٹر ہچنسن اور مسٹر ڈیوس کی نقل و حرکت اور سرجان مٹکاف کی رہائی کے بارے میں مزید واقعات درج ہیں جنہیں علیحدہ ضمیمہ کے طور پر آخر کتاب میں دیدیا گیا ہے۔ ۱۲

کی چاروں پلٹنیں بھی باغیوں سے مل گئی ہیں اور یہ کہ اسی خوشی میں باغیوں نے توپیں چھوڑی تھیں۔ بعد میں چھان بین کرنے سے مجھے یہ اطلاع ملی کہ جوں ہی بریگیڈیئر کمانڈنگ افسر نے چھاونی کی فوجوں کو مسلح ہونے کا حکم دیا تو اس وقت سپاہیوں نے اپنے طرزِ عمل سے بتا دیا کہ اگرچہ چند سپاہی ابھی تک وفادار ہیں لیکن اکثر ایسے ہیں جو غیر وفادار ہیں اور احکام کی خلاف ورزی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کسی قدر تاخیر اور منت سماجت کے بعد فوج کا کچھ حصہ شہر کی جانب روانہ ہوا۔ لیکن مارچ کرتے وقت یہ امر بالکل عیاں تھا کہ ان پر کسی قسم کا اعتماد نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ وہ بہت آہستہ آہستہ اپنے قدموں کو اٹھا رہے تھے اور اُن کے قدم بھی ایک ساتھ نہیں پڑتے تھے۔ کشمیری دروازہ پر باغیوں سے دو چار ہوئے۔ انہیں فیر کرنے کا حکم دیا گیا لیکن ایک فیر بھی نہیں کیا گیا، بلکہ سپاہیوں اور باغیوں نے آپس میں علیک سلیک کی۔ یورپین افسر ایک جگہ اکٹھے ہوئے اور سپاہیوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ افسر مختلف سمتوں میں بھاگ گئے۔ ایک دو کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا لیکن باقی ایک ساتھ روانہ ہوئے اور کسی قدر پس و پیش کے بعد وہ بالآخر چھاونیوں میں پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک دو زخمی بھی ہو گئے تھے۔ اس اثنا میں سپاہیوں اور باغیوں کے مراسم دوستانہ ہو گئے۔

اسی دن کچھ دیر بعد دو صوبہ دار جنہیں کپتان ڈگلس کی موجودگی میں بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہونے کی اجازت مل گئی تھی، دوبارہ ان بیشمار سپاہیوں کے نمائندگان کی حیثیت سے باریاب ہوئے جو محل کے قرب و جوار میں جمع تھے انہوں نے باضابطہ طور پر بادشاہ کے حضور میں افواج کی خدمات پیش کیں اُنہیں ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے متعلق حکیم احسن اللہ خاں سے احکام حاصل کریں۔ چنانچہ انہوں نے ان کو تلاش کر کے فوج کا پیغام سنا دیا۔ کہا جاتا ہے

کہ حکیم احسن اللہ خاں بہت پریشانی میں تھے کہ کیا جواب دیں اِن کا خیال تھا کہ شورش چلتی پھرتی چھاؤں ہے جو چند دن سے زیادہ قایم نہ رہیگی۔ انہوں نے جواب دیا "تم انگریزی حکومت میں عرصۂ دراز سے رہتے رہتے باقاعدہ تنخواہ کے عادی ہوگئے ہو۔ بادشاہ کے پاس کوئی خزانہ نہیں ہے۔ وہ تمہاری تنخواہ کہاں سے دینگے؟" افسروں نے جواب دیا! "ہم تمام سلطنت کی مالگذاری آپ کے خزانہ میں لاکر داخل کرینگے" حکیم احسن اللہ خاں نے پھر ان فوجوں کی فہرست طلب کی جنہوں نے بغاوت کر دی تھی۔ شاہی محل کے افسر منتظم کو بھی طلب کیا گیا۔ اِس کے بعد چند مقتول افسروں کی خبر محل میں پہنچی اور معاً سواروں کی ایک نئی پلٹن بھی آگئی اور دیوان خاص کے صحن میں خیمہ زن ہوئی۔ بہت سے آدمی زبردستی بادشاہ کے حضور میں پہنچ گئے جو اِس وقت دیوان خاص میں جلوہ فرما تھے۔ حکیم احسن اللہ نے بادشاہ کی خدمت میں باریابی حاصل کی اور اِن کے مشورے سے آگرہ کے لفٹنٹ گورنر کے نام ایک چھٹی سانڈنی سوار کے ہاتھ بھیجی گئی۔ محل کا صحن ابتری، گھبراہٹ اور باہمی تنازعات کا بدترین نظارہ پیش کر رہا تھا۔ فوج میں ڈسپلن (انتظام) پیدا کر دینے کی غرض سے حکیم احسن اللہ خاں نے شاہزادگان کو مختلف رجمنٹوں کی کمان لینے کا حکم دیا۔

علی الصباح (۱۲ مئی) مجھے جیل کے واقعات کا علم ہوا۔ دوپہر کے وقت (۱۱ مئی) قیدیوں کو معلوم ہوگیا تھا کہ شہر میں شورش برپا ہے اور یہ کہ انگریزوں کو مغلوب کر لیا گیا ہے۔ قیدیوں نے اس تعجب انگیز خبر کو سنتے ہی چیخنا چلانا شروع کر دیا اور اُن میں بے انتہا جوش و خروش پیدا ہوگیا۔ مگر لالہ ٹھاکر داس جیلر نے جو بہت بہادر اور وفادار آدمی تھے، سہ پہر کے ۵ بجے تک انتظام قایم رکھا۔ اسوقت یہ بات معلوم ہوئی کہ جیل کے محافظین سے ایسی حرکات سرزد ہوئی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی بغاوت کی ہوا سے متاثر ہوگئے ہیں۔ انہوں نے سختی سے شکایت کی کہ اپنی

اپنی جگہ پر رہنے سے ہم اُس لوٹ میں شریک نہیں ہو سکتے جو ہر طرف برپا ہے
اس کے بعد انہوں نے اپنی خباثت ظاہر کرنی شروع کر دی۔ اس پر بھی جیلر نے
نہایت صبر و تحمل سے کام لیا اور احکام اور امداد کے منتظر رہے۔ لیکن افسوس وہاں
کون تھا جو احکام بھیجتا یا امداد روانہ کرتا! بہر حال بیچارگی کی حالت میں انہوں نے
شام تک انتظار کیا اور پھر وہ خاموشی سے اپنے گھر چلے گئے۔ اہل دہلی اُن کی
روش اور طرز عمل کے بیحد مداح ہیں۔ وہ ان کے مشکور ہیں کہ انہوں نے ان غیر محتاط
آدمیوں کو من مانی کارروائی کرنے کی اجازت نہ دینے سے اس خوفناک دن کے
دہشت آمیز افعال میں اضافہ ہونے سے روکا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب اوّل اوّل
قیدیوں نے جیلخانہ سے بھاگ نکلنے کی کوشش کی تو عین اس وقت ایک سوار جیلخانہ
میں آیا اور گارڈ کو قید خانہ کے دروازے کھولدینے کی تحریص و ترغیب دلائی تو اسوقت
ٹھاکر داس نے سنتری سے بندوق لے کر اُسے وہیں ڈھیر کر دیا۔ تمام دن اُن کی
موجودگی کا یہ اثر رہا کہ قیدی کسی قسم کی شرارت نہ کر سکے۔

آج صبح کو (۱۲ مئی) پلٹنوں کے تمام دیسی افسر جو کل پہنچ گئے تھے، مجتمع ہوئے
اور بادشاہ کی خدمت میں باریابی چاہی جو منظور ہوئی۔ انہوں نے نذریں پیش کیں
اور اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ حکیم احسن اللہ نے بیچ کے طور پر بادشاہ کو متنبہ کر دیا
کہ ان پر کسی قسم کا اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ جونہی وہ کافی
تعداد میں جمع ہو جائینگے تو شہر کی عام لوٹ مار شروع ہو جائیگی۔ بعد میں حکیم
احسن اللہ نے شہر کے عمائدین سے مشورہ کیا۔ انہوں نے امین الدین خاں، مرزا
ظہیر الدین خاں اور حسن علی خاں (جو والی جھجر کے چچا تھے) کو بھی مشورہ کی غرض سے
طلب کیا۔ انہیں یاد دلایا گیا کہ سابقہ اسلامی طاقت کے ساتھ آپ کے کیا کیا تعلقات
رہ چکے ہیں۔ اس کے بعد اس سے خواہش ظاہر کی کہ شہر میں امن و امان قائم رکھنے اور

سپاہیوں کے لئے خوراک کا انتظام کرنے کی غرض سے ایک ایگزکٹو کونسل مرتب کریں
حسن علی نے صاف انکار کر دیا اور وجہ یہ بیان کی کہ میں ایگزکٹو فرائض کے لئے موزوں نہیں
ہوں۔ کونسل کوئی خاص فیصلہ کئے بغیر برخاست ہوگئی اور صرف اتنا طے کیا کہ فوج کے
لئے کھانے کا انتظام کیا جائے تاکہ وہ لوٹ مار نہ کر سکے۔ یہ کام محبوب علی خاں کے سپرد
ہوا۔ عدالت دیوانی کے پلیڈر تفضل حسین کے صاحبزادے محمد میر نواب شہر کے گورنر مقرر
کئے گئے۔ شہر کا تمام کاروبار بالکل بند تھا۔ اس لئے کہ جو دکان کھلتی تھی اس کا سامان لوٹ
لیا جاتا تھا۔ آج نواب حامد علی خاں پر یہ الزام لگایا گیا کہ انہوں نے یورپینوں کو چھپا رکھا
ہے اور اس لئے ان سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا گیا۔ نواب کشاں کشاں محل میں لائے
گئے اور صرف بادشاہ کے وزیر کا حکم ملنے پر انہیں رہائی نصیب ہوئی۔ سپاہی ان کی رہائی
پر صرف بدیں شرط راضی ہوئے کہ ان کے مکان کی پوری طرح تلاشی لی جائے اور یہ کہ
اگر ایک بھی یورپین ان کے یہاں سے برآمد ہوا تو پھر ہمارے کہنے کے مطابق انکا فیصلہ کیا
جائے۔ پٹیالہ۔ جھجر۔ بلب گڑھ۔ بہادر گڑھ اور الور کے رئیسوں کے نام چٹھیاں بھیجی گئیں
اور ان سے کہا گیا کہ بادشاہ کی افواج میں شامل ہوجائیں اور شہر کے خلاف انگریزوں
کے حملوں کی مدافعت کریں۔ تیسرے پہر محل میں سپاہی بھر گئے اور وہ چلا چلا کر یہ شکایت
کر رہے تھے کہ اناج کی تمام دوکانیں بند پڑی ہیں اور وفادار سپاہی بھوکوں مر رہے
ہیں۔ سپاہیوں نے بادشاہ سے مطالبہ کیا کہ آپ فوج لے کر شہر کے بازاروں میں
گشت لگائیں اور اہل شہر کے خدشات کو زائل کر کے ان سے دکانیں کھولنے کے
لئے کہیں۔ بادشاہ نے اسے تسلیم کر لیا اور ہاتھی پر سوار ہو کر جلوس کے ساتھ بازاروں
میں گشت لگایا۔ انہوں نے بہ نفس نفیس حکم دے کر چند دکانیں کھلوائیں۔ لیکن عام طور
پر دکانداروں نے ان کی ایک نہ سُنی۔ جب بادشاہ محل میں واپس آئے ہیں تو دیکھا
کہ دیوان خاص کا صحن سواروں سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے۔ انہوں نے بادشاہ کو دیکھتے ہی

چلانا شروع کیا اور شکایت کی کہ دہلی کے باغی دہلی کی کلکٹری کے خزانہ میں جسے انہوں نے لوٹا تھا، میرٹھ کے باغیوں کو حصہ دار بنانا نہیں چاہتے بلکہ اسے اپنے ہی پاس رکھنا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے مختلف قسم کے شوروں سے پریشان ہو کر شاہزادوں کو جو مختلف پلٹنوں کے کمانڈر مقرر کر دئے گئے تھے، حکم دیا کہ وہ باغی کو شہر کے باہر نکال دیں، مختلف پلٹنوں کو الگ الگ مقام پر متعین کر دیں اور صرف ایک پلٹن شہر کی حفاظت کے لئے چھوڑ دی اور دوسری محل کے بالمقابل قلعہ اور دریا کے بیچ میں متعین کر دیں۔ بادشاہ نے ان صوبہ داروں سے جو موجود تھے کہا کہ دیوان خاص اب تک خاص شاہی گھرانے کے لئے مخصوص رہا ہے اور مسلح آدمی کبھی بھی یہاں بزور داخل نہیں ہوئے۔ ایک پلٹن شہر کے اجمیری دروازہ پر اور چوتھی دہلی دروازہ پر اور پانچویں کشمیری دروازہ پر متعین کی گئی۔ یہ احکام جزوی طور پر عمل میں لائے گئے۔ ہر مکان سے بادشاہ کے نام پریشان کن عریضے آتے تھے، کبھی تو مقتول یورپینوں کے ملازمین کی طرف سے آتے تھے اور کبھی بنیوں کی جانب سے جنکی دکانیں لوٹ لی گئی تھیں، اور کبھی معزز اشخاص کے پاس سے جن کے مکانوں کے اندر سپاہی زبردستی داخل ہو گئے تھے۔ یہ سب بادشاہ سے فوری دادرسی کے طالب تھے۔ لوٹ مار اور غارتگری کو جو شہر میں عام ہوتی جاتی تھی، روکنے کے لئے بھی بادشاہ سے مرافعات کئے گئے۔

بادشاہ نے فارسی روبکاری کے ذریعہ جسکی زبان نہایت فصیح و بلیغ تھی، صوبہ داروں کو بتایا کہ موجودہ صورت حالات نہایت ناخوشگوار ہے بالخصوص ایک مسلمان بادشاہ کے عہد حکومت کے کسی طرح شایان شان نہیں ہو سکتا، وہ بادشاہ جسکا زمانہ دنیا کی تاریخ میں نہایت زریں ہے اور جس کے آگے تمام بادشاہ سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں اور ساتھ ہی اُنپر زور دیا کہ کسی نہ کسی طرح موجودہ صورت حالات کا خاتمہ کر دینا چاہئے شام کے قریب چند ہندوستانی افسر حاضر ہوئے اور انہوں نے راشن نہ ملنے کی

شکایت کی صبح کے محکم کی شاندار زبان اور اُس کی فصاحت وبلاغت کی جس سے بادشاہ کی شان کا پورے طور پر اظہار ہو سکتا تھا، کچھ پروانہ کی گئی بلکہ انہوں نے گستاخانہ اور بے ادبانہ الفاظ سے بادشاہ کو خطاب کیا۔ کسی نے کہا "او بادشاہ، میری سن!" دوسرے نے کہا "ارے بڈھے! ارے بادشاہ" تیسرے نے ہاتھ پکڑ کر کہا کہ "میری سُن" بادشاہ نے اُن کے طرز عمل سے کبیدہ خاطر ہو کر اور ساتھ ہی یہ سمجھ کر کہ مجھ میں ان کی گستاخی کو روکنے کی کوئی قوت موجود نہیں ہے، انہوں نے اپنے ملازمین کے روبرو اپنی قسمت کا شکوہ کرنا شروع کر دیا۔ محل کے دروازوں پر پھر لوگوں نے چیخنا چلّانا شروع کر دیا اور ان کے مطالبہ پر وہ دوبارہ جلوس کے ساتھ شہر میں سے گذرے اور دکانداروں کو اپنی اپنی دوکانیں کھولنے اور اپنا کاروبار جاری رکھنے کا حکم دیا آج سارے دن بادشاہ پریشان خاطر رہے اور یہ دیکھ کر کہ وہ مجمع کے ہاتھ میں محض کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں، بہت ہی رنجیدہ تھے حالانکہ یہی مجمع پہلے ان کے احکام بجالانے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا تھا مگر شہر کی لوٹ مار کے بعد سے وہ اسقدر سرکش ہو گیا تھا کہ بادشاہ کا مذاق اڑانے اور اُس کی بے حرمتی کرنے سے بھی اُسے شرم نہ آتی تھی۔

۱۴ مئی۔ قلعہ میں خبر پہونچی کہ راجہ کشن گڑھ کی حویلی کو سپاہیوں نے گھیر لیا ہے کیونکہ انہوں نے چند یورپینوں کو وہاں دیکھ پایا ہے۔ یہ سنتے ہی میں نے اپنے ملازمین کو بھیجا کہ اگر کچھ امداد پہونچانی ممکن ہو تو فوراً پہونچا دی جائے۔ لیکن وہاں جا کر انہوں نے دیکھا کہ ایسی ناکہ بندی کی گئی ہے کہ وہاں کوئی شخص نہیں پہنچ سکتا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ۳۰ اشخاص کی جماعت جن میں یورپین اور کرسٹان دونوں تھے، راجہ کی حویلی کے تہ خانوں میں جا چھپے تھے۔ کامل دو دن تک پناہ گزیں وہیں چھپے رہے اور بھوک اور پیاس سے سخت تکلیف برداشت کرتے رہے۔ تیسرے دن جب ان میں سے کسی نے سقے کو دیکھا تو اُس سے پانی مانگا۔ اُس نے پانی تو پلا دیا لیکن جب اُسے

سپاہی ملے تو اُن سے کہدیا کہ فلاں جگہ یورپین چھپے ہوئے ہیں۔ مکان بہت مضبوط تھا اور پناہ گزیں اشخاص نے جو مسلح تھے، ان سپاہیوں پر فیر کرنے شروع کردئیے جنہوں نے مکان کے قریب پہنچنے کی ہر طرح کوشش کی تھی۔ یہ دیکھ کر کہ یورپینوں پر بزور قابو پانا غیر ممکن ہے۔ سپاہیوں نے نامہ و پیام کرنا شروع کر دیا اور وعدہ کیا کہ اگر آپ مکان چھوڑ دینگے تو ہم سب کو بادشاہ کے حضور میں پیش کر دینگے۔ اسی اثنا میں سید غلام عباس عرف سیف الدولہ نے بادشاہ کو مطلع کیا کہ مسٹر ڈیوس، مسٹر بیلی اور ایجنٹ کے دفتر کے چند اور کلارک بہت خطرے میں ہیں۔ غلام عباس نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ نے ان کی جانیں بچالیں تو انگریزوں کے سامنے سرخرو ہونے کا موقع رہیگا۔ بادشاہ نے سنتے ہی ان سے دلچسپی شروع کر دی اور پوچھا کہ وہ کہاں ہیں۔ اس کے بعد احکام نافذ کر دئیے گئے کہ اُن کی جانوں پر کسی طرح کی آنچ نہ آنے پائے اور ایک قاصد اس غرض سے بھیجا گیا کہ وہ سب پناہ گزینوں کو حضور میں پیش کر دے۔ بادشاہ کے سب سے بڑے بیٹے کو قاصد بنا کر بھیجا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے پناہ گزینوں کو باغیوں کے ہاتھ سے بچالینے کی مقدور بھر کوشش کی۔ بادشاہ مسٹر ڈیوس کا بہت خیال رکھتے تھے اس لئے کہ کئی برس سے بادشاہ کی پنشن کی ذمہ داری انہی کے ہاتھ میں تھی جو انہیں ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے ماہوار ادا کیجاتی تھی۔ مسٹر ڈیوس کی تنخواہ بادشاہ کے الاؤنس میں سے دی جاتی تھی اور بادشاہ اور برطانوی ایجنٹ کے درمیانی معاملات کے متعلق جسقدر نامہ و پیام ہوتا تھا اس کے کرنے دھرنے والے یہی مسٹر ڈیوس تھے۔ مگر افسوس کہ قاصد کے پہنچنے سے پہلے ہی پناہ گزینوں نے بھوک پیاس کی شدت سے تنگ آکر باغیوں کی باتوں کا یقین کر لیا اور باہر نکل آئے۔ پناہ سے نکلتے ہی انہیں صحن میں بٹھا دیا گیا۔ کسی سپاہی نے ایک بے کس عورت کو پہلے تو گالیاں دیں پھر اس سے پوچھا کہ اگر تمہاری جان بچ جائیگی تو کیا دلواؤ گی۔ اس پر مسٹر ڈیوس کی بہن نے جواب دیا کہ "کیا تجھ

جیسے شخص کو بھی موت اور زندگی پر اختیار ہو سکتا ہے؟ صرف خدا کی ذات ہی ایسی ہے جو زندہ کرتی ہے اور مارتی ہے۔ یہ جواب سنکر سپاہی طیش میں آگیا اور اپنی تلوار اٹھالی خاتون نے اپنے ننھے بچے کو جو اُس کی گود میں تھا، بچانے کی غرض سے آڑمیں لے لیا۔ پھر جو کچھ ظہور میں آیا اس کے بیان کی ضرورت نہیں[1]۔ اسے سنکر آنسو بے اختیار نکل پڑتے ہیں۔ صرف چند آدمیوں کی جانیں بچ سکیں اور انہیں محل میں پہونچا دیا گیا[2]

مرزا معین الدین حسن خاں آج کے دن کوتوال شہر مقرر کئے گئے۔ اور انہیں حکم دیا گیا کہ سپاہیوں کے راشن کے لئے فوری انتظامات عمل میں لائے جائیں۔ مرزا معین الدین، مرزا خضر سلطان اور مرزا عبداللہ پیدل پلٹنوں کے کرنیل مقرر ہوئے۔ اطلاع ملی کہ مسٹر جوزف اسکینر کالڑکا ہندوستانی لباس میں دیکھا گیا ہے۔ بدمعاشوں نے اُسے پکڑلیا اور کوتوالی لے گئے جہاں وہ بالآخر قتل کر دیا گیا۔ معین الدین خاں کو اس امر کے اعلان کرنے کا حکم دیا گیا کہ جو شخص بادشاہ کی خدمت کرنا چاہے وہ اپنے تئیں پیش کر سکتا ہے۔ نواب ولی داد خاں اور نواب حامد علی خاں کو آج باریابی عطا ہوئی اور انہوں نے نذریں گذرانیں۔ انہیں حکم ملا کہ احکام بجالانے کی غرض سے روزانہ حاضری دیا کریں۔ مجھے اطلاع ملی کہ یورپین عورتوں اور مردوں میں سے جو کشن گڑھ کی حویلی کے نیچے کے تہ خانہ میں چھپے رہ گئے تھے۔ انہیں باغیوں نے نہایت سفاکی سے قتل کر دیا۔ نہر کے ایک افسر نرائن داس کے مکان پر تقریباً ۲۰۰ باغیوں اور بدمعاشوں نے حملہ کیا اور تمام سامان وغیرہ لوٹ کرلے گئے۔ ایک انگریز بھی جو اس مکان میں چھپا ہوا تھا، قتل

---

[1] اس قتل عام کے متعلق دوسرا بیان ضمیمہ میں درج ہے۔

[2] معین الدین خاں کے روزنامچہ میں مذکور ہے کہ تمام آدمیوں کو قتل کر دیا گیا تھا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہ کے قاصد قتل عام ہونے سے پہلے پہنچ گئے تھے اور قیدیوں کو محل میں بھیجدینے کا مطالبہ بھی کیا تھا مگر ان کے احکام کو نفرت وحقارت سے ٹھکرا دیا گیا۔

کر دیا گیا۔ آج بادشاہ کی جانب سے احکام نافذ کئے گئے کہ مہاراجہ جے پور کو فوجی امداد بھیجنے کے لئے لکھا جائے۔

۱۴ مئی۔ بادشاہ پریشان اور رنجیدہ تھے اور اس نے کسی کو باریاب ہونے کا موقع نہیں دیا۔ امین الدین خاں اور ضیاء الدین خاں نے ضروری کام کے سلسلہ میں باریابی کی اجازت چاہی لیکن انکار کر دیا گیا۔ دن کے آخری حصہ میں بادشاہ نے مولوی صدر الدین خاں بہادر کو بلایا اور انہیں شہر کا مجسٹریٹ مقرر کر دیا تاکہ وہ تمام مقدمات کا غیر جانب داری اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں۔ مگر مولوی صاحب نے عدم صحت کی بنا پر معذوری چاہی۔ اس کے بعد کلکٹری کے خزانچی کی طلبی ہوئی اور اس سے پوچھا گیا کہ ۱۱ مئی کو خزانہ میں نقد روپیہ کسقدر تھا۔ مگر اُس نے یا تو بتانا نہ چاہا یا بتا نہ سکا۔ اور بھی مسلمان معززین طلب کئے گئے۔ جے پور، جودھپور اور بیکانیر کے راجگان کے نام احکام نافذ کئے گئے کہ یا تو خود آؤ یا بادشاہ کی امداد کے لیئے اپنی فوجیں بھیجو۔ مرزا امین الدین خاں کو حکم دیا گیا کہ فیروز پور جائیں اور وہاں جاکر اسلامی حکومت کی بنیا ڈالیں اور میواتیوں کی فوج بھی جمع کریں۔ مرزا نے کہا کہ مجھے شہر میں ہر جگہ آنے جانے کی اجازت دی جائے چنانچہ اس کے بارے میں احکام نافذ کر دئے گئے خبر ملی کہ چندراولی کے گوجر دامر رام کی سرکردگی میں جمع ہوکر مضافات کو لوٹ رہے ہیں۔ مرزا ابوبخش کی سرداری میں ایک دستہ اس شورش کو دبانے کے لیئے بھیجا گیا۔ گوجروں کے ایک موضع میں آگ لگادی گئی۔ دو اشخاص جن میں ایک مرد اور ایک عورت تھی اور جو یورپین نژاد تھے، باہر نکال لئے گئے اور ان کے متعلق احکام نافذ کر دیئے گئے کہ انہیں بہ حفاظت تمام قلعہ میں رکھا جائے۔ شہر میں اس خبر سے بہت جوش پھیل گیا کہ یورپینوں کی فوج میرٹھ سے کوچ کرکے دہلی آرہی ہے۔ جو قاصد یہ خبر لائے ان کے متعلق گمان کیا گیا کہ وہ انگریزوں کے جاسوس ہیں اور اس لیئے وہ قید میں

ڈال دئے گئے۔ شہر کے منتظم افسر نے خبر دی کہ بہت سے یورپینوں کی لاشیں ادہر اُدہر پڑی ہیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ مسٹر سائیمین فریزر (کمشنر) اور کپتان ڈگلس کی لاشوں کی تلاش کی جائے تاکہ اگر وہ مل جائیں تو انہیں عیسائیوں کے قبرستان میں دفن کرا دیا جائے مگر باقی لاشوں کو دریا برد کر دیا جائے۔ دیسی افسروں نے پھر فوجوں کے راشن کے لئے مطالبہ کیا اور کہا کہ فوجوں کو لوٹ مار سے نہیں روکا جا سکتا۔ حکیم احسن اللہ خاں اور نواب محبوب علی خاں کو اناج کا فوری بند و بست کرنے کا حکم ملا تاکہ شہر لوٹ مار سے محفوظ رہے۔ دو آدمیوں کو بدمعاش سمجھکر جیلخانہ میں ڈالدیا گیا۔

۱۵ مئی۔ شہر کی حفاظت" کی غرض سے ۱۰۰ سپاہیوں کا دستہ قایم کرنے کے متعلق احکام نافذ ہوئے۔ عبد القادر کو باریابی عطا ہوئی تاکہ جدید انتظام کے لیئے ایگزکٹو افسروں کی فہرست پیش کریں۔ محبوب علی خاں نے عبد القادر کو سواروں کی دو پلٹنوں کی کمان سپرد کی۔ نواب جھجر کے ایجنٹ غلام خاں اپنے اردلی اکبر علی کی معیت میں آئے اور بیان کیا کہ جھجر کی فوجوں نے بغاوت کر دی ہے اور یہ کہ جھجر کے افسر اُن کے انتظام میں مشغول ہیں لیکن پھر بھی ۵۰ سوار شاہی فوج میں شامل ہونے کے لیئے بھیج دیئے گئے ہیں۔ مولوی احمد علی نے راجہ بلب گڑھ کی طرف سے یہ بیان کیا کہ مجھے شورش دبانے کے کام پر لگایا گیا ہے اور جونہی کہ یہ کام ختم ہو جائیگا میں اپنے گھوڑے لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونگا۔ ان کی فوری طلبی کے متعلق احکام جاری ہوئے۔ خبر ملی کہ میجسٹریٹ اور کلکٹر پیدل فوج اور سواروں کی ایک ایک پلٹن کے ساتھ خزانہ کی محافظت کے لیئے آ گئے ہیں۔ عبد الکریم خاں کو حکم دیا گیا کہ پیدل فوج کے ۴۰۰ سپاہی اور ۱۰۰۰ سوار علیحدہ علیحدہ ۵ روپئے اور ۲۰ روپئے کی شرح کے حساب سے بھرتی کریں۔ الٰہی بخش کو اس کی پلٹن کی کمان سے علیحدہ کر دیا گیا اور یہ حکم نافذ ہوا کہ جب تک بادشاہ حکم نافذ نہ کریں

کسی حکم پر عمل نہ کیا جائے۔ قاضی محمد فرض اللہ نے پانچ روپے نذر کے طور پر پیش کیے اور اس کے بعد انہیں شہر کا کوتوال مقرر کر دیا گیا۔ خبر ملی کہ باغی شہر کے باشندوں سے بہ جبر روپیہ وصول کر رہے ہیں اور یہ بھی کہ ۲۰۰ باغی کچھ روپیہ لوٹنے کے بعد اپنے گھروں کو لوٹکر جا رہے تھے کہ راستے میں گوجروں نے ان پر حملہ کر دیا اور سارا روپیہ چھین لیا۔ سپاہیوں نے حکیم احسن اللہ خاں اور محبوب علی خاں کے احکام ماننے سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ وہ انگریزوں سے نامہ و پیام رکھتے ہیں۔ انہوں نے اس سے انکار کیا اور آئندہ کے لئے قسم کھائی کہ ہم انگریزوں سے نامہ و پیام نہ کرینگے۔ یہ بھی خبر ملی کہ سر جان مٹکاف اور مسٹر فورڈ جھجر میں دیکھے گئے ہیں جہاں نواب نے انہیں پناہ دینے اور مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ نواب کے نام تہدید آمیز چٹھی لکھی گئی اور یہ جتلا دیا گیا کہ اگر آپ فوراً بادشاہ سے آکر نہ مل جائینگے تو آپ پر حملہ کر دیا جائیگا۔ سپاہی اس خبر سے بہت ہراساں ہوئے کہ گورکھوں اور انگریزوں کی متحدہ فوج شملہ سے کوچ کرتی ہوئی آرہی ہے۔ سکھی چند کے بیٹے گردھاری لال کے مکان کے گرداگرد گھیرا ڈال دیا گیا۔ شہر کے مہاجنوں سے کہا گیا کہ سپاہیوں کے لیئے رسد مہیا کرو۔ چند قابل عزت آدمیوں کو گرفتار کر کے اُن سے بوجھ اٹھوایا گیا تاکہ وہ روپیہ ادا کریں۔ شہر کے سنجیدہ طبقہ کی تکالیف اتنی زیادہ ہو گئی تھیں کہ انہوں نے انگریزوں کی آمد اور باغیوں کی شکست کی دعائیں مانگیں۔ تمام قیمتی اشیا زمین کے نیچے دبا دی گئی تھیں اور شہر کے شرفا نے رضاکاروں کی ایک فوج اپنی حفاظت کے لیئے مرتب کی تاکہ اُن کا جان و مال غارت گری سے بچا رہے۔

۱۶ مئی۔ سپاہی محل کے سامنے علی الصبح جمع ہو گئے اور بادشاہ اور اُن کے افسروں کو دھمکی دی اور یہ الزام عاید کیا آپ نے یورپین مردوں اور عورتوں کو قلعہ میں پناہ دے رکھی ہے اور ان کی وساطت سے میرٹھ کے انگریزوں سے سلسلۂ نامہ و پیام قائم ہے

حسب ذیل افسر شہر کے انتظام میں ہاتھ بٹانے کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔ مفتی یوسف علی خاں۔ میر عادل بہادر۔ کپتان علی دلدار خاں۔ محمد حیدر حسین خاں۔ سید شرف علیخاں فوجدار۔۔۔۔۔۔

مجھے آج معلوم ہوا کہ تقریباً ۴۰ یورپین شاہی محل میں چھپے ہوئے ہیں۔ سپاہی غصہ میں بھرے ہوئے محل میں گئے اور کہا کہ ہمارے ہاتھ ایک قاصد لگ گیا ہے جسکے پاس سے چٹھی برآمد ہوئی ہے جس میں باغیوں کو برا بھلا کہا گیا ہے۔ سپاہیوں نے حکیم احسن اللہ خاں اور نواب محبوب علی خاں کو قتل کر دینے کی دھمکی دی اور کہا کہ زینت محل بیگم کو بادشاہ کی وفاداری کی ضمانت کے طور پر لئے جاتے ہیں۔ محل میں بے انتہا غل مچ رہا تھا۔ ایک طرف سپاہی اور دوسری طرف بادشاہ کے گھر کے آدمیوں نے آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا اور آپس میں ایک دوسرے کو سخت سُست کہہ رہے تھے۔ سپاہیوں کے غصہ کو فرو کرنے کی غرض سے نواب محبوب علی خاں نے حلف لیکر کہا کہ وہ چیٹھی میرے ہاتھ کی نہیں ہے اور نہ مجھے اس کا علم ہے۔ (آج محل کے پناہ گزیں یورپین نہایت بے دردی سے قتل کر دئے گئے۔ تمام بھلے آدمی اُس دن کا خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "خدائے تعالیٰ جو ہم سب کا محافظ اور زندہ رکھنے والا ہے، دین و دنیا میں ہمیں بچائے")۔ بادشاہ اور اُن کے مشیر سب کے سب دم بخود کھڑے رہے۔ بادشاہ نے سپاہیوں کی دو ٹولیاں کر دیں ہندو اور مسلمان، اور ہر ایک سے کہا کہ اپنے مذہبی آدمیوں سے پوچھو کہ بےکس مردوں، عورتوں اور بچوں کا قتل کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ لیکن "خونی جنونی کس کی سنتے ہیں؟" بہتر یہی ہے کہ اُس دن کے خوفناک واقعات پر خاموشی کا پردہ ڈالدیا جائے۔ سہ پہر کو ایک سوار گرفتار کیا گیا جو عین لوٹ مار کی حالت میں پکڑا گیا تھا۔ اسے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا جنہوں نے حکم دیا کہ چرایا ہوا مال اس سے واپس لے لیا جائے اور اُسے

تنبیہ دے کر چھوڑ دیا جائے۔ باغیوں کی روزمرہ کی کارروائیوں سے بادشاہ کا جی بہت کڑھتا تھا کیونکہ باغی نہ تو شہر چھوڑ کر جاتے تھے اور نہ اس کی حفاظت ہی کرتے تھے۔ وہ وہاں صرف لوٹ مار کی غرض سے ٹھہرے ہوئے تھے۔ آج کے دن بادشاہ نے مولوی محمد باقر اور مولوی عبدالقادر کو باریاب ہونے کی عزت بخشی کیونکہ انہوں نے اپنے فرائض منصبی کو نہایت ذہانت اور بہادری سے سرانجام دیا تھا۔ موخرالذکر نے اطلاع دی کہ میں ایسے انتظامات مکمل کر رہا ہوں جن کی وجہ سے باغی خود بخود شہر چھوڑ کر چلے جائیںگے۔ بادشاہ نے مولوی محمد باقر کو خلعت عنایت کیا اور مولوی عبدالقادر کو نہایت تزک واحتشام کے ساتھ شاہی ہودہ میں بٹھا کر ان کے گھر روانہ کیا۔ باغیوں کی ایک جماعت نے منشی موہن کے مکان پر حملہ کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ اُسے مار ڈالیں مگر حضرت میاں نظام الدین نے جو شہر کے ایک درویش صفت بزرگ کے صاحبزادے تھے یہ کہکر اُنکی جان بچائی کہ منشی مسلمان ہے۔ بہت سے پڑوسیوں نے بھی یہی گواہی دی کہ وہ مسلمان ہے اور عیسائی نہیں ہے۔ لاہوری دروازے کے دکانداروں نے بادشاہ کے حضور میں یہ شکایت گذرانی کہ کاشی نالی تھانہ دار ۱۰۰۰ روپیہ رشوت لینے کی غرض سے ہمیں سخت تکلیف دے رہا ہے۔ بادشاہ نے تھانہ دار کو فی الفور جیلخانہ بھجوا دیا۔ آج کے دن بادشاہ نے سرجان مٹکاف کے بارے میں خاص تحقیقات کرنے کا حکم دیا۔ ان کی ہدایت کے موافق مقتول یورپین کی لاشوں کو بغور دیکھا گیا کہ ممکن ہے وہ بھی کہیں انہی میں نہوں۔ اِن کے دوست بھی جو ان کی سلامتی کے لئے بیچین تھے، ان کے متعلق کچھ معلوم نہ کر سکے۔ سول افسروں کا حال معلوم کرنے کی غرض سے میں نے دو قابل اعتماد برہمنوں گردہاری مصر اور ہیرا سنگھ کو متعین کیا کہ باہر جا کر ان کا حال معلوم کریں۔ میں نے انہیں خاص طور پر سرجان مٹکاف کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا لیکن وہ کچھ حال معلوم نہ کر سکے۔ بعد میں بادشاہ

کو اطلاع دیدی گئی کہ سرجان مٹکاف کا مقتول اشخاص میں کچھ پتہ نہیں چل سکا۔

۱۷ مئی۔ چند سوار آج کچھ ذخیرۂ اجناس لائے جسے انہوں نے شاہ درہ میں لوٹا تھا۔ بادشاہ کو خبر ملی کہ سرجان مٹکاف ابھی تک جھجر ہی میں مقیم ہیں اور نواب کی زیر حفاظت ہیں۔ مسٹر ہتھاریسٹ نے جو نواب کی زیر حفاظت تھے، اپنی جان کی سلامتی کے لیئے کلیر جانے کی اجازت چاہی۔ نواب نے انہیں جانے کی اجازت دیدی آج باغیوں نے ابوبکر کو بوڑھے بادشاہ کی جگہ اپنا بادشاہ مقرر کرلیا کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ بہادر شاہ بہت معمر اور کمزور ہو گئے ہیں۔ حکیم احسن اللہ خاں کو باریابی حاصل ہوئی اور انہوں نے عرض کیا کہ باغی پُرفریب اور خونی لوگ ہیں اور ان پر کسی قسم کا اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ بادشاہ نے بہت سے سپاہیوں کو بلا کر خوب دھمکایا۔ ایک سپاہی نے آکر بیان کیا کہ کئی لاکھ کا خزانہ پیدل فوج کی ایک پلٹن اور چند سواروں کی زیر حفاظت گڑگاؤں سے دہلی آرہا ہے اور یہ کہ میواتیوں کی ایک جماعت نے اُن پر حملہ کردیا ہے اور میں امداد کے لیئے بھاگ کر آگیا ہوں۔ مولوی باقر نے پیدل فوج کی دو پلٹنوں اور سواروں کے ایک دستہ کو حکم دیا کہ جاکر خزانہ کی حفاظت کریں

۱۸ مئی۔ حسب ذیل شہزادگان باغی افواج کی کمان کے لیئے مقرر ہوئے تھے

(۱) مرزا مغل۔ (۲) مرزا خضر سلطان۔ (۳) مرزا ابوبکر۔ (۴) مرزا عبداللہ۔ اجین کی رانی کے پاس سے پیغام ملا اور جواباً اسے لکھدیا گیا کہ آپ کا دربار میں حاضر ہونا آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ سفرمینا کی دو پلٹنیں آج دریائے جمنا کے کنارے پہنچیں اور وہیں مقیم ہوگئیں۔ احکام نافذ کئے گئے کہ خوش آمدید کہنے کی غرض سے انکے لئے مٹھائی وغیرہ بھیجی جائے۔ علی خاں کے پاس بہت سے رنگروٹوں کی درخواستیں آئیں لیکن انہوں نے یہ کہکر معافی چاہی کہ مجھے اپنے فرائض کا علم نہیں ہے۔ دو سوار جنہیں چٹھیاں دے کر روانہ کیا گیا تھا واپس لوٹ آئے کیونکہ راستہ میں گوجروں

نے اُن پر حملہ کر دیا تھا اور ان کے گھوڑے چھین لئے تھے اور چٹھیوں کو پھاڑ ڈالا تھا۔ ایک سانڈنی سوار کے ساتھ بھی یہی کیفیت گذری۔ اُسے نہ صرف لوٹ لیا گیا تھا بلکہ زخمی بھی کر دیا گیا تھا۔

سفر مینا کے صوبہ دار نے بادشاہ کی خدمت میں یہ شکایت پیش کی کہ میرے انگریز افسر نے میرے سپاہیوں کو میرٹھ ہی میں رہنے کا حکم دیا اور اُن کے انکار کر دینے پر اُن پر گولیاں چلائی گئیں جس کی وجہ سے تقریباً ۲۰۰ سپاہی مر چکے ہیں۔ انہوں نے خبر دی کہ باقی ماندہ سپاہی میرے ساتھ دہلی آ گئے ہیں۔ اُنہیں قلعہ سلیم گڑھ میں خیمہ زن ہونے کا حکم ملا۔ چند مہاجن محبوب علی خاں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم افواج کے اخراجات برداشت کرنے کی مقدرت نہیں رکھتے اس لئے کہ ہم بہت غریب ہو گئے ہیں۔ مگر انہیں آگاہ کر دیا گیا کہ اگر آپ لوگ سپاہیوں کے اخراجات کی کفالت نہ کرینگے تو بلا شبہ وہ آپ کو لوٹ لینگے اور بجبر آپ کا روپیہ چھین کر لے جائینگے

۱۹ مئی۔ بادشاہ نے دربار منعقد کیا۔ مولوی علی تھانہ دار بھی حاضر تھے اور انہوں نے نذر کے طور پر چند اشرفیاں پیش کیں۔ سکوں پر یہ الفاظ کندہ تھے "سکہ زد بر سیم و زر در ہند۔ شاہ و دین پناہ ظلِ سبحانی سراج الدین بہادر بادشاہ" دوسری جانب حسب ذیل عبارت درج تھی: "سکہ صاحب قرانی زد بہ تائید الٰہ۔ سایۂ یزداں سراج الدین بہادر بادشاہ"۔ بادشاہ نے مرزا جواں بخت کو خلعت عنایت فرمایا اور انہیں اپنا وزیر مقرر کیا۔ بادشاہ نے باغی افواج کے ہندوستانی افسروں کو بھی باریابی دی جنہوں نے میرٹھ میں انگریزوں اور ہندوستانی سپاہیوں کی باہمی لڑائی کے واقعات بیان کیے اور کہا کہ الہ آباد کی فوج بھی انگریزوں سے بگڑ گئی ہے جس کی وجہ سے لفٹننٹ گورنر نے شہر کے دروازے بند کرا دیئے ہیں جن میں سے کوئی شخص بھی بغیر اجازت گذر نہیں سکتا۔ گڑگاؤں کے خزانے کے متعلق خبر ملی کہ اسکا

بہت سا حصّہ میواتیوں سے چھین لیا گیا ہے اور دہلی آرہا ہے۔ بادشاہ اس خبر سے بہت محظوظ ہوئے اور حکم دیا کہ روپیہ شاہی خزانہ میں داخل کر دیا جائے۔ خبر ملی کہ مہاراجہ پٹیالہ اپنی فوج سمیت انگریزوں کے ساتھ مل گئے ہیں اور یہ کہ انبالہ سے جو باغی فوجیں آرہی تھیں ان پر پٹیالہ کی فوجوں نے حملہ کر دیا اور ان کے ہتھیاروں کو اُن سے چھین لیا۔ باغیوں نے اس کا انتقام یوں لیا کہ مہاراجہ پٹیالہ کے بھائی کنور اجیت سنگھ کے مکان پر حملہ آور ہوئے اور اُنہیں گرفتار کر لیا چونکہ وہ چلنے سے معذور تھے اس لیئے ان کے ملازمین انہیں شاہی محل تک لے گئے۔ بادشاہ ان کی آمد کی خبر سن کر ان سے ملنے کے لیئے باہر آئے اور اشرفیوں کی نذر قبول کی جسے اجیت سنگھ نے پیش کیا تھا۔ بادشاہ نے نہایت تپاک آمیز اخلاق کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور سپاہیوں کو ڈانٹا اور بتایا کہ کنور صاحب کے تعلقات اپنے بھائی کے ساتھ اچھے نہیں ہیں۔ بادشاہ نے کنور صاحب کے لیئے علیحدہ مکان کا بندوبست کر دیا۔ نواب اکبر علی خاں والی پاٹودی کے پاس سے ایک عریضہ موصول ہوا جس میں انہوں نے حاضری سے معذوری ظاہر کی تھی انہیں حکم ملا کہ جسقدر جلد ممکن ہو دربار میں حاضر ہو جاؤ۔ آج کے دن ایک درزی کے مکان میں دو یورپین مرد، ایک بچہ اور تین خاتونیں پائی گئیں۔ انہیں باغیوں نے گرفتار کر لیا اور مکان کو تباہ کر دیا۔ آج کے دن جامع مسجد میں مسلمانوں نے جہاد کا علم بلند کیا۔ یہ کارروائی دھرمپورہ کے باشندوں اور شہر کے بدمعاش آدمیوں کی تھی۔ بادشاہ بہت ناراض تھے اور انہوں نے بہت کچھ زجر و توبیخ بھی کی اس لیئے کہ اس قسم کی کاروائی ہندوؤں کی علیحدگی کا باعث ہو جائیگی۔

۲۰ مئی۔ اطلاع ملی کہ انگریزی فوج آرہی ہے۔ اس خبر کو سنتے ہی سواروں اور پیدل فوج کے حواس باختہ ہو گئے۔ وہ اِدھر اُدھر دوڑ رہے تھے

اور صلاح و مشورہ کر رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ معلوم ہو گیا کہ یہ خبر سراسر صداقت
سے معرّا ہے۔ جو جاسوس خبریں لینے کے لئے بھیجے گئے تھے وہ عریاں لوٹ کر آ گئے کیونکہ
گوجروں نے ان کو لوٹ لیا تھا اور ان کے کپڑے بھی اتروا لیئے تھے۔ مولوی محمد سعید نے
باریابی چاہی اور بادشاہ سے عرض کیا کہ علم جہاد اس لیئے بلند کیا گیا ہے کہ مسلمانوں
کے خیالات کو ہندوؤں کے خلاف مشتعل کیا جائے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ایسا جہاد
بالکل ناممکن ہے اور نہایت بُری حماقت ہے اس لیئے کہ زیادہ تر باغی فوج کے آدمی
ہندو ہی ہیں مزید برآں اسکا نتیجہ باہمی خونریزی کی شکل میں نکلیگا اور بہت خراب نتائج
پیدا کریگا۔ یہ ظاہر کیا گیا کہ ہندو انگریزوں سے اتحاد کرنے کی جانب مائل ہو رہے ہیں اور
انہیں مسلمانوں سے کوئی ہمدردی نہیں ہے اور ابھی سے وہ علیحدگی اختیار کرتے جاتے
ہیں۔ ہندو افسروں کا وفد آج بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے شکایت
کی کہ مسلمان ہندوؤں کے خلاف اعلان جنگ کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ
"جہاد تو صرف انگریزوں کے خلاف ہے۔ میں نے منع کر دیا ہے کہ ہندوؤں کے خلاف
جہاد نہ کیا جائے"۔ بادشاہ نے مرزا امین الدین احمد خاں اور حسین علی خاں کو چند چیزیں
ہدیۃً دیں۔ آج کے دن چند آدمیوں نے پیتل کی توپ چرانے کی کوشش کی۔ انہیں گرفتار
کر لیا گیا اور حکم ملا کہ انہیں توپ سے اڑا دیا جائے۔ تین بجے حکیم احسن اللہ خاں نے عرض
کیا کہ سپاہی شہر میں لوٹ مار کر رہے ہیں اور درخواست کی کہ انہیں شہر بدر کر دیا جائے
ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی غرض سے مرزا مغل کو حکم دیا گیا کہ وہ طاقتور دستہ کے
ساتھ میرٹھ کی جانب جائیں اور انگریزی فوج پر حملہ آور ہوں۔ آج دو یورپین برآمد ہوئے
جنہیں باغیوں نے قتل کر ڈالا۔ محبوب علی خاں نے اطلاع دی کہ ایک یورپین خاتون برآمد
ہوئی ہے اور باغیوں کے قبضہ میں ہے جو اُسے قتل کرنا چاہتے ہیں مگر اسلامی شرع کی
بنیاد پر انہیں ایسا کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ بادشاہ نے اس کارروائی کو پسند کیا

بعد کو معلوم ہوا کہ فوجوں کو انگریزوں سے جنگ کرنے کے لئے میرٹھ بھیجنے کی کارروائی حکیم احسن اللہ خاں کی اختراع تھی جو شہر کو باغیوں اور سپاہیوں سے پاک رکھنا چاہتے تھے کیونکہ وہ بہت بے قابو ہوئے جاتے تھے۔

۲۱ مئی۔ بادشاہ کے بیحد اصرار سے جدید مقرر شدہ افسروں اور شہر کے مہاجنوں نے افواج کی ادائیگی کے لئے ایک لاکھ روپے کا چندہ اکٹھا کیا۔ پنجابیوں اور دوسرے مسلمان سوداگروں سے جنہیں سود لینے کی اجازت نہیں ہے، روپیہ جمع کرنے کے لئے نہیں کہا گیا۔ تین سوار شہر میں گئے۔ ایک سپاہی نے ان میں سے ایک سے تلوار مانگی جسکی وجہ سے آپس میں تو تو میں میں ہونے لگی۔ سوار نے بڑھکر سپاہی کو قتل کر ڈالا۔ سپاہی کے رفقا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جنہوں نے اسکی فوری گرفتاری کے احکام نافذ کر دیئے۔ چنانچہ اُسے توپ کے منہ سے باندھ دیا گیا تاکہ بالآخر اُسے اڑا دیا جائے مگر بعد میں اُسے معافی دیدی گئی۔ خبر ملی کہ مہاراجہ پٹیالہ نے پوربیوں کی دو پلٹنوں کو اپنی طرف ملا لیا ہے جنہوں نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ اپنے تمام رشتہ داروں کے دلوں سے جنہوں نے میرٹھ میں بغاوت کی تھی، بغاوت کی آگ کو فرو کر دینگے۔ اسکی بھی خبر ملی کہ جے پور اور پٹیالہ ہر دو باغیوں کو اپنے اپنے علاقہ میں رہنے سے روکنے کی تدابیر عمل میں لا رہے ہیں۔ بعض سواروں اور تلنگوں کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ گوڑگاؤں میں مارے گئے ہیں۔ بادشاہ نے نواب جھجر کے ایجنٹ غلام نبی خاں کو حکم دیا کہ فوراً جاؤ اور اپنے آقا کو دہلی لے آؤ۔ آج قلعہ سپاہیوں سے بھر گیا جو اپنی تنخواہ کے لئے چلا رہے تھے۔ بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ چونکہ کل (۲۲ مئی) ماہ رمضان کا آخری دن ہے لہذا ہندوؤں کے خلاف جہاد کا اعلان ہو جانا چاہیئے۔ بادشاہ اور شاہی کونسل نے نہایت سختی سے مخالفت کی اور کہا کہ اکثر باغی ہندو ہیں اور پورے طور سے مسلح ہیں اور یہ کہ وہ بآسانی تمام مجاہدین کو تباہ و برباد کر دینگے۔ اطلاع ملی

کہ راجہ ناہن سنگھ والی بلب گڑھ نے پلول تک قبضہ کر لیا ہے۔ تمام یورپین وہاں سے بھاگ گئے ہیں اور موہا کوانی (؟) بلب گڑھ آ گیا ہے۔ بادشاہ نے تمام شہر میں منادی کرا دی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو آپس میں لڑنا نہیں چاہیے۔ ہندوؤں نے جان کے خوف سے اپنے تمام مکانات بند کر لیے ہیں۔ جالندھر سے باغی فوجوں کے دستے شہر میں داخل ہوئے۔ وہ اپنی بہادری کے قصے بیان کرتے تھے اور بتاتے تھے کہ ہم نے اپنے افسروں کو کس طرح سے قتل کر ڈالا۔ بادشاہ آج شاہی جلوس کے ساتھ نماز ادا کرنے کی غرض سے جامع مسجد گئے۔ مرزا مغل بہادر اور مرزا ابو بکر بھی ان کی معیت میں تھے۔ آج کے دن سوبھا چند کایستھ کے مکان کو لوٹ لیا گیا۔ ان کے خلاف الزام یہ تھا کہ وہ انگریزوں سے ساز باز رکھتے ہیں اور انہیں شہر کی خبریں بھیجتے رہتے ہیں۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ باغیوں نے بہت سا روپیہ جمع کر لیا ہے اور یہ کہ وہ ۳۲ روپے فی مہر کے حساب سے اشرفیاں خرید رہے ہیں۔ انہیں یہ بھی اطلاع دی گئی کہ بہت سے باغی جو روپیہ لے کر بھاگ گئے تھے انہیں گوجروں نے راستہ میں لوٹ لیا اور وہ صرف اپنی جانیں بچا کر شہر میں واپس آ گئے ہیں۔ شام کی پریڈ میں ۲۰۰ سپاہیوں کی کمی تھی۔ سپاہیوں میں سونے کی مانگ بہت بڑھ گئی ہے۔ شہر کے بدمعاشوں نے بہت سے سپاہیوں کو اسطرح سے دھوکہ دیا کہ وہ انہیں ایک محلہ میں لے گئے اور انہیں یہ کہکر مکان میں بٹھایا کہ ہم جا کر اشرفیاں لاتے ہیں۔ پھر ان سے روپیہ لے لیا اور دوسرے دروازے سے چمپت ہو گئے۔ سپاہیوں نے اس دھوکہ کا بدلہ محلہ کے بے گناہ آدمیوں سے لیا۔ آج تین بجے کے قریب نواب صاحب جھجرؒ کے خسر عبدالصمد خاں ۱۰۰ سواروں کے ساتھ آ پہونچے سپاہیوں کا ایک دستہ خزانہ لانے کی غرض سے رہتک بھیجا گیا۔

۲۳ مئی۔ ان مظالم کو دیکھ کر جو باغی شہر والوں پر ڈھا رہے تھے حکیم احسن اللہ خاں

نے بادشاہ سے کہہ کر ایک حکمنامہ شایع کرا دیا جس میں فوجوں کو اس بنا پر شہر چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ سوائے لوٹ مار اور خونریزی کے اور کچھ نہیں کرتیں۔ جالندھر سے جو فوجیں آئی تھیں انہوں نے اس خزانہ کا کچھ حصہ تو آپس میں تقسیم کر لیا جسے وہ اپنے ساتھ لائے تھے اور باقی ماندہ حصہ یعنی ۸۰ ہزار روپے شاہی خزانہ میں داخل کر دیئے۔ مرزا ابوبخش کوتوالی گئے اور جو یہودی اور عیسائی قید میں تھے ان کو مار ڈالنے کا فیصلہ صادر کر دیا۔ شاہی احکام نافذ ہوئے کہ رنجیت جوہری کے مشورہ سے یہ طے پایا ہے کہ پرانے سکّوں کو چلنے سے روک دیا جائے اور ان کی بجائے نئے سکے جاری کیے جائیں۔ سپاہیوں نے کنہیا لال حیدرآبادی کے مکان کو لوٹ لیا مگر لوٹنے سے پیشتر کنہیا لال کے ملازمین اور باغیوں میں خوب جنگ ہوتی رہی۔ آخر کار مرزا خضر سلطان کو بذریعہ رشوت اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ وہ وہاں جائیں اور اس کی جان بچائیں۔ چنانچہ وہ گئے اور اسکی جان بچائی۔ گامی خاں بدمعاش کے متعلق آج حکم نافذ ہوا کہ اسے توپ سے اڑا دیا جائے مگر اس نے بھی رشوت دیکر اپنی جان بچائی۔ نواب میر احمد علی خاں نے بادشاہ کی ہدایات کے ماتحت حکم دیا کہ شہر کے تمام مہاجنوں اور مالدار اشخاص کو گرفتار کر لیا جائے بالخصوص ان کو جو انگریزوں کے ہوا خواہ ہیں اور ان سے باغیوں کی تنخواہ کے لیئے روپیہ اینٹھا جائے۔ مرزا محمد علی بیگ مہرولی کے تحصیلدار مقرر ہوئے۔ جیون لال کے مکان اور باغ کو آج باغیوں نے لوٹ لیا اور تقریباً ۲ ہزار کا مال لے گئے ان پر شبہ یہ تھا کہ وہ انگریزوں سے سازباز رکھتے ہیں۔

۲۴ مئی۔ بعض خوشامدی آج دربار میں حاضر تھے۔ انہوں نے اطلاع دی کہ تمام انگریز ملک سے چلے گئے ہیں اور یہ کہ سوائے چند بیمار آدمیوں کے میرٹھ میں کوئی انگریز باقی نہیں رہا۔ جنرل عبدالصمد خاں کے پھر نام احکام جاری کیے

گئے کہ نواب جھجرؒ کو حاضر کریں۔ اکثر شاہزادگان دربار میں موجود تھے اور انہوں نے بادشاہ کی خدمت میں نذریں پیش کیں۔ شام کو عید رمضان کا چاند دکھائی دینے پر سلامی سر کی گئی۔ اس خبر سے کہ سر جان مٹکاف زندہ بچ گئے ہیں اور جھجرؒ سے ہانسی حصار چلے گئے ہیں، بہت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔

۲۵ مئی۔ بادشاہ نے آج جامع مسجد میں عید کی نماز ادا کی۔ شاہزادگان بھی ہمراہ تھے۔ نماز کے وقت راجہ بلب گڑھ کی طرف سے ایک سانڈنی سوار آیا اور یہ اطلاع دی کہ مہاراجہ نے انگریزی فوج دیکھی ہے جو سیدھی دہلی کی جانب پیشقدمی کررہی ہے۔ اس خبر نے بیحد ہیجان پیدا کر دیا۔ سپاہی اور بادشاہ کے مشیر ادھر اُدھر پھر رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ کیا کارروائی اختیار کی جائے اور یہ کہ شہر کو چھوڑ دینا چاہیئے یا نہیں۔ دیسی سواروں نے اپنے گھوڑوں کے زین کسنے شروع کر دیئے شہر کے بدمعاش ان کا مذاق اڑاتے رہے کیونکہ جلد جلد تیاری کرنے میں اُن کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ انگریزوں کی عدم موجودگی میں باغی شیر کی طرح تھے لیکن ان کی آمد کی خبر سنتے ہی انہوں نے اسطرح اپنے لیئے جائے پناہ تلاش کرنی شروع کی جسطرح سے بلی کی موجودگی میں چوہا ڈھونڈا کرتا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ انگریزی پیشقدمی کی خبر غلط ہے اور یہ کہ سانڈنی سوار کو عید کے جلوس کو دیکھ کر انگریزی ہراول فوج کا دھوکہ ہوا تھا۔ جب ذرا جوش دھیما پڑ گیا تو شہر کے عمائدین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جیسا کہ عید کے موقع پر ان کا دستور تھا۔ محل میں خبر پہونچی کہ جھجرؒ اور باغیوں کے درمیان بمقام رہتک جنگ برپا ہوئی جس میں باغی فتحیاب ہوئے اور یہ کہ وہ اب خزانہ کا کچھ حصہ ساتھ لے کر جسے انہوں نے لوٹا تھا، واپس آرہے ہیں۔

۲۶ مئی۔ آج یہ بات معلوم ہوئی کہ کسی نے اسلام گڑھ کی توپوں کو

کنکروں اور پتھروں سے بھر دیا ہے۔ شبہ حکیم احسن اللہ خاں پر کیا گیا اور اس الزام میں کہ وہ انگریزوں سے ملی بھگت رکھتے ہیں، انہیں بادشاہ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ باغیوں نے حکیم صاحب اور محبوب علی خاں دونوں کو قتل کر دینے کی دھمکی دی اور تلواریں بھی میان سے نکال لیں۔ ہر دو ملزموں نے حلف اٹھائے کہ ہم بیگناہ ہیں اور کہا کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کیونکہ توپوں پر سنتری ہر وقت نگراں رہتے ہیں۔ بادشاہ نے ملزموں کی حمایت کی اور سپاہیوں کے غصہ کو فرو کر دیا۔ سہ پہر کو تین بجے کے قریب ایک صوبہ دار کو شبہ کی بنا پر گرفتار کر لیا گیا اور اس پر پہرہ بٹھا دیا گیا۔ چند گوجر اس الزام میں قید کر دیئے گئے کہ وہ بارود چرا رہے تھے۔ رہتک کے شاہی خزانہ سے تقریباً ایک لاکھ روپیہ لایا گیا۔

۲۷ مئی۔ پنجابیوں کی دو پلٹنیں بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوئیں۔ انہوں نے شکایت کی کہ فیروز پور کے صاحبوں نے ہماری پلٹنوں کے چند سپاہیوں کو گولی ماری ہے۔ اور بادشاہ سے درخواست کی کہ حضور ہمیں اپنی حفاظت میں لے لیں تاکہ ہمارا حشر ہمارے ہمراہیوں کا سا نہ ہو۔ انہوں نے بادشاہ سے حفاظت کی ضمانت طلب کی اور کہا کہ اگر حضور ہماری حفاظت نہیں کر سکتے تو ہمیں غیر مسلح ہو جانے کی اجازت دیجئے۔ بادشاہ نے انہیں اپنی حفاظت کا یقین دلایا۔ رہتک سے آنے والی فوجوں نے یہ اطلاع دی کہ مجسٹریٹ اور کلکٹر کسی نہ کسی ترکیب سے بھاگ کر نکل گئے ہیں۔ اس خبر سے بہت دلچسپی پیدا ہو گئی۔ آج یہ بات معلوم ہوئی کہ دمدموں کی بعض توپوں میں میخیں ٹھونک دی گئی ہیں اور باقیوں میں پتھر بجری اور کنکر بھر دیئے گئے ہیں۔ اس سے بہت جوش پھیل گیا کیونکہ اس سے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ شہر میں انگریزوں کے چند زبردست دوست موجود ہیں۔ ۲۰۰ کے قریب مسلح سپاہی مسجد میں گئے اور وہاں جا کر شاہی ملازمین پر یہ الزام رکھا کہ وہی توپوں کو خراب کرتے ہیں بادشاہ کے دوستوں نے یہ جواب دیا کہ تمہارا الزام بالکل غلط ہے اور پھر کہا کہ تم

کیسے سپاہی ہو کہ تم اپنی توپوں کی پوری طرح حفاظت نہیں کر سکتے۔ یہ شور و غوغا دو گھنٹے تک برپا رہا۔ اس کے بعد کہیں جا کر سکون ہوا۔ مصر محمد لال نے ابوبکر پر بے وفائی کا الزام عائد کیا اور کہا کہ یہی توپوں کو بگاڑتا ہے۔ سہ پہر کو تین بجے کے قریب یہ اطلاع ملی کہ ایک حولدار پر توپوں میں کنکر اور بجری بھر دینے کا شبہ کیا جا رہا ہے۔ اسے گرفتار کر کے ایک توپ سے باندھ کر چھوڑ دیا گیا۔ گوجروں کی ایک جماعت ایک میگزین سے بارود اور سامان اسلحہ چراتی ہوئی گرفتار ہوئی۔

۲۸ مئی۔ آج دربار کے موقع پر بادشاہ سے یہ بات بیان کی گئی کہ گوجر پانی پت میں آ گئے ہیں۔ فوجی پولیس کی طرف سے جسے شہر کی حفاظت کے لئے قائم کیا گیا تھا، بادشاہ کی خدمت میں ایک بیان پیش کیا گیا کہ رہتک کے خزانہ سے جو پونے دو لاکھ روپیہ آیا تھا اس کی جانچ کی گئی۔ تو بہت سی تھیلیوں میں سے صرف پیسے ہی برآمد ہوئے۔ باغیوں نے حکیم احسن اللہ خاں پر پھر انگریزوں سے سازش کرنے کا الزام لگایا اور ان پر پہرہ بٹھا دیا گیا۔ ان سے کہدیا گیا کہ آپ بادشاہ سے گارڈ کی موجودگی کے بغیر بات چیت نہیں کر سکینگے۔ نواب محبوب علی خاں کے مکان پر بھی پہرہ بٹھا دیا گیا۔ تمام رات شور ہوتا رہا اور پریشانی کی سی حالت طاری رہی۔ حکیم احسن اللہ خاں اور محبوب علی خاں رات بھر بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہے۔ باغیوں کو تنخواہ کی ادائیگی کے بارے میں احکام جاری ہوئے۔ یہ کارروائی محبوب علی خاں کے اشارے سے عمل میں آئی تھی۔ جو پیشگی رقوم سپاہیوں کو دی جا چکی تھیں وہ وضع کر لی گئیں۔ سوار کے لیئے نو روپے اور پیدل سپاہی کے لیئے سات روپے۔ مقرر ہوئے۔ اسپر بے حد شور و غوغا بلند ہوا۔ سوار ۳۰ روپئے کے حساب سے تنخواہ طلب کرتے تھے اور پیشگی رقوم وضع کرنا نہیں چاہتے تھے۔ دہلی کی پلٹن کے صوبہ داروں نے اپنی فوج کے لیئے سات روپیہ ماہوار منظور کر لئے۔ اسپر

دہلی کی باغی فوج اور میرٹھ کے سواروں میں تکرار ہوئی اور آپس میں خوب گالی گلوچ ہوئی۔ میرٹھ کے سواروں نے دہلی کی فوج پر یہ الزام عائد کیا کہ تم نے لوٹ مار کر کے کافی روپیہ پیدا کر لیا ہے حالانکہ ہم نے اپنے شریفانہ طرزِ عمل سے لوٹ مار سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ انہوں نے ۹ روپئے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پیدل فوج کے سپاہیوں نے جواب دیا کہ تم باغی ہو اور بہت خراب آدمی ہو۔ تم نے نہ صرف سب سے پہلے بغاوت کی اور ان افسروں کو جنکا نمک تم نے کھایا تھا، مار ڈالا بلکہ دوسروں کو بھی بغاوت پر آمادہ کیا اور اب تم ہم سے جھگڑا کرنا چاہتے ہو۔ دہلی کے سپاہیوں نے کہا کہ ہم اپنے کئے پر پشیمان ہیں اور ہم سے یہ غلطی سرزد ہوئی کہ جب تم دہلی آئے تو ہم نے تمہیں توپ سے نہیں اڑا دیا۔ جذبات اسقدر مشتعل ہو گئے تھے کہ ایک دفعہ تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ بس اب دونوں میں ٹھن جائیگی۔ مگر بادشاہ کے ملازمین نے بیچ بچاؤ کرا دیا اور بہت دقّت سے فریقین کے غصہ کو رفع کیا۔ محبوب علی خاں نے سواروں سے وعدہ کیا کہ تمہیں ۲۰ روپیہ ماہوار دیئے جائینگے۔ لاہور اور فیروز پور سے ۲۰۰ کے قریب باغی دہلی پہنچے۔ ان میں سے کچھ زخمی تھے مگر سب کے سب غیر مسلح۔ انہوں نے شکایت کی کہ جب ہم زمین پر غیر مسلح اور وردی پہنے بغیر بیٹھے ہوئے تھے تو مہاراجہ پٹیالہ کے سپاہیوں نے ہم پر حملہ کر دیا اور بھاگ گئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ اور لوگ ہم سے زیادہ خراب حالت میں ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ دہلی آ رہے ہیں۔ گوالیار سے ۲۰۰ سپاہیوں کی ایک پلٹن آئی اور کہا کہ ہمیں بھی فوج میں شامل کر لیجئے۔ یہ سپاہی شیخی بگھار رہے تھے کہ ہم نے اپنے افسروں کو قتل کر ڈالا ہے۔ چونکہ یہ وردی پہنے ہوئے تھے اور ہر طرح سے مسلّح تھے اس لیئے شہر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ وہ انگریزی فوج کی ہراول ہے جسے اس لیئے بھیجا گیا ہے کہ وہ باغیوں سے مل جائیں اور انگریزوں کے آنے پر

وہ شہر کے اندر باغیوں پر حملہ کر دیں۔ بادشاہ کو خبر دی گئی کہ مغل پورہ میں بہت سے یورپین چھپے ہوئے ہیں۔ سپاہیوں کے ایک دستہ کو متعین کیا گیا کہ وہ انہیں ڈھونڈ نکالیں اور قتل کر دیں۔ بادشاہ نے اپنے چند آدمیوں کو بھیجا کہ اگر یورپین مل جائیں تو انہیں محل میں لے آنا۔ چنانچہ ضروری احکام نافذ ہو گئے۔ سپاہیوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر خوب لوٹ مار کی۔ تین بجے کے قریب بادشاہ کی خدمت میں باغیوں کی فوجی حالت کے متعلق ایک بیان پیش کیا گیا۔ یہ بیان روزانہ پیش ہوتا تھا اور وہ یہ تھا۔

میرٹھ کے سوار:۔
میرٹھ کی پیدل فوج:۔
۲۰۰ پیدل والنٹیر۔
۲۰۰ فیروز پور کے پیدل سپاہی۔
۲۰۰ انبالہ کی پوربیہ پلٹن کے سپاہی:۔
۱۴۷ جنگی کے پیادے
۲۰۰ گوالیار کی پیدل پلٹن کے سپاہی:۔
۱۰۰ میرٹھ کی پلٹنوں کے باغی سپاہی:۔
۲۰۰ دہلی کی پلٹنوں کے باغی سپاہی:۔

بادشاہ کی خدمت میں شکایات پیش کی گئیں کہ کوئی نہ کوئی شخص شہر میں ایسا ہے جو انگریزوں سے خط و کتابت رکھتا ہے۔ بادشاہ سے درخواست کی گئی کہ اُس شخص کا کھوج لگانا چاہیئے۔ یہ بھی بیان کیا گیا کہ میرٹھ کے یورپین چاروں طرف سے گھر گئے ہیں اور نقل و حرکت کرنے سے بالکل عاجز ہیں اور جو باغی اُن کے ہتے چڑھ جاتے ہیں اُن کو پھانسی دے دیتے ہیں۔ کنور وزیر علی خاں کے متعلق اطلاع

دی گئی کہ وہ مورچوں کو روزانہ دیکھنے کے لیئے آتے ہیں۔ یہ خبر ملی کہ گوالیار اور اکبر آباد سے فوجی دستے شہر میں آنے والے ہیں اور یہ خبر بھی ملی کہ کچھ یورپین سپاہی کرنال پہنچ گئے ہیں۔ باغی سپاہیوں کے کمان افسر نے بیان کیا کہ میں نے کل انگریزی فوجوں پر حملہ کرنے کے انتظامات مکمل کر لیئے ہیں۔

۲۹ مئی۔ حکیم احسن اللہ خاں اور محبوب علی خاں پر باغی فوجوں کے افسروں نے آج حملہ کر دیا کیونکہ محل کے اناج خانہ میں گولے بارود کی کچھ مقدار پائی گئی تھی جسکی نسبت یہ گمان کیا گیا تھا کہ وہ انگریزوں کو بھیجی جانے والی ہے۔ باغی بہت دیر تک غل مچاتے رہے۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ بادشاہ کی بیگم زینت محل اور محمد حیدر علی خاں دونوں نے ملکر یہ کارروائی کی ہے۔ بعد میں ان کے غصہ کو فرو کر دیا گیا۔ آج ایک یورپین کو قلعہ میں لایا گیا جو قدسیہ باغ سے برآمد ہوا تھا۔ سب سے پہلے اس کے متعلق یہ ظاہر کیا گیا کہ وہ سر جان لارنس ہے کیونکہ اس کی پیٹھ پر زخم کا نشان ہے لیکن جب اس کے کپڑے اتارے گئے تو زخم کا کوئی نشان موجود نہ تھا۔ خونیوں نے اس بدبخت کی زندگی کے کپڑے بھی اتار لیئے۔ یہ شخص ہندو منجم کے بھیس میں تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک جنتری تھی اور گمان یہ تھا کہ وہ جاسوس ہے۔ تحقیقات کی گئی کہ کل کس آدمی کے حکم سے اناج کی گاڑیاں جن میں گولہ بارود رکھا ہوا تھا بھیجی گئی تھیں۔ شبہ مرزا ابوبکر پر تھا۔ بہادر گڑھ کے رئیس بہادر جنگ خاں نے چار اشرفیاں نذریں پیش کیں۔ پیدل فوج کی دو پلٹنوں نے اور ۲۰۰ سواروں نے میرٹھ جاتے ہوئے سلیم پور میں قیام کیا۔

۳۰ مئی۔ جو فوجیں سلیم پور تک گئی تھیں وہاں انہوں نے فساد مچا دیا اور یہ بہانہ کر کے لوٹ آئیں کہ ہماری رسد کے لیئے کوئی انتظام نہیں کیا گیا ہے۔ یہ خبر ملی کہ یورپینوں کا چھوٹا سا دستہ نہر ہنڈن کے کنارے خیمہ زن ہے اور پل کی

حفاظت کا قصد رکھتا ہے۔ ایک سوار جاسوس جسے یورپینوں نے زخمی کر دیا تھا، یہ خبر لایا لیکن وہ زخموں سے جانبر نہیں ہو سکا۔ انگریزوں سے لڑنے کے لیئے فوجیں باہر بھیجی گئیں۔ تین بجے کے قریب دربار کے موقع پر مہاراجہ پٹیالہ کے وکیل میر حسن علی پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ انگریزوں سے خط وکتابت کرتے ہیں۔ مہاراجہ پٹیالہ نے جو تکالیف باغیوں کو دی تھیں انکا بدلہ ان کے وکیل سے لیا گیا۔ شام کے وقت یہ خبر ملی کہ نہر ہنڈن پر انگریزوں سے جھڑپ ہوئی ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ باغیوں سے توپخانہ چھین لیا گیا ہے اور توپچی بھاگ گئے ہیں۔ انگریزوں کا نشانہ ایسا اچھا تھا کہ بہت سے باغی جہنم واصل ہو گئے اور بہت سے پرندوں کی طرح اُڑ کر شہر میں آ گئے۔ رات کے وقت بہت سے زخمی سپاہیوں کو ڈولیوں میں بٹھا کر لایا گیا۔ دہلی کے ہندوؤں نے جنہیں باغیوں سے بیحد تکالیف پہنچی تھیں، اس خبر پر اظہار خوشی کیا کیونکہ اب یہ شریر سپاہی ادھر اُدھر مارے مارے پھر رہے تھے اور ان کی بہادری اور مردانگی سب رخصت ہو چکی تھی۔ انگریز اب ان کی بجائے آ رہے تھے۔ بادشاہ نے باغیوں کی مدد کے لیئے محفوظ فوج بھیجی۔ مرزا ابوبکر نے جو اس کے کمان افسر تھے، آکر خوب شیخی بگھاری کہ میں نے میدان جنگ میں یہ بہادری دکھائی۔ سننے والوں کو یقین تھا کہ یہ سب بے بنیاد باتیں ہیں، بادشاہ بہت مضطرب تھے۔ تمام رات بیٹھے بیٹھے کاٹ دی ان کے مشیر اور درباری خوشامدی بھی حالات کی تبدیلی پر بحث کر رہے تھے اور ایک دوسرے سے مشورے کر رہے تھے۔

۳۱ مئی۔ نہر ہنڈن سے سواروں کے چند دستے آئے اور بڑا چھوٹا جو آدمی انہیں ملا اسے سلسلۂ رسل ورسائل کے لیئے پکڑ لیا۔ شہر میں اس کی وجہ سے ایک طوفان بے تمیزی برپا تھا۔ لوگوں نے اس ظلم کا بزور اسلحہ مقابلہ کیا

دو تین یورپین عیسائی یا یہودی آج برآمد ہوئے، انہیں کوتوالی لے گئے اور حسب معمول قتل کرڈالا۔ پیدل فوج کے صوبہ دار بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کل کے معرکہ میں بہت سے مسلمان مقتول ہوئے ہیں اور یہ کہ وہ سب کے سب شہید ہیں کیونکہ وہ جہاد میں کام آئے ہیں۔ سپاہیوں کے طرزِ عمل کے متعلق تحقیقات کی گئی یہ تسلیم کیا گیا کہ جونہی باغیوں پر انگریزوں کی طرف سے باڑ ماری گئی، ان کی ہمت جاتی رہی اور وہ بھاگ کر شہر کی طرف لوٹنے لگے۔ حاضرین میں سے کسی نے بیان کیا کہ تین سو انگریز اور ایک دیسی پلٹن انبالہ سے نریلا پہنچ گئی ہے اطلاع ملی کہ دو ہزار کے قریب سپاہی موال (؟) میں ہیں اور باغیوں سے ملنا چاہتے ہیں۔ کسی نے یہ بات بھی بیان کی کہ اس فوج کے پاس تیرہ یورپین توپچی بھی قیدی کی حیثیت سے ساتھ تھے کیونکہ سپاہیوں نے ان کی توپوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ بادشاہ کو خبر دی گئی کہ چند زخمی سپاہی نہر ہنڈن سے واپس آئے ہیں اور اپنے مال غنیمت کی شیخی بگھار رہے ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ انگریز نہر ہنڈن کی ایک جانب خیمہ زن تھے اور چونکہ سپاہی ان کا مقابلہ کرنے سے معذور رہے لہٰذا وہ واپس چلے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ تقریباً ایک ہزار سپاہی اپنی وردیاں پھینک کر فقیروں کے بھیس میں اپنے اپنے گھر چل دیئے ہیں۔ دمدموں میں بہت کم توپچی موجود تھے۔ سپاہی کو کاگڈی (؟) گاؤں میں سے گذرنے اور بعد ازاں اسے آگ لگا دی۔ یورپین فوج آج پورے اسلحہ کے ساتھ خیمہ زن ہو گئی۔ سپاہیوں کے پاس پانی ٹھہر گیا ہے۔ بادشاہ کمسریٹ سے پانی طلب کر رہے ہیں۔ سپاہی بھوکے، پیاسے اور پریشان حالت میں شہر کو لوٹے۔ خبر ملی ہے کہ ہانسی اور کرنال کی فوجیں انگریزی کیمپ کی جانب پیشقدمی کر رہی ہیں۔

۱ جون۔ احکام نافذ کئے گئے کہ جھومک پور کے مکانات کو گوجروں اور میواتیوں سے خالی کر لیا جائے اور وہاں مہاراجہ جے پور کے وکیل لچھمن سنگھ کو ٹھہرایا جائے۔

افواج کے استعمال کے لیئے شکر کی کچھ مقدار بھی بھیجی گئی - وہاں ایک جھگڑا برپا ہو گیا
اس لیئے کہ چند مسلمانوں نے رکابیوں کو ہاتھ لگا دیا تھا - ہندوؤں نے اس کا بدلہ یوں
لیا کہ انہوں نے مٹھائی والوں کی دکانوں کو لوٹ لیا - آج کے دن مہاراجہ پٹیالہ کے
وکیل میر چوکلی کی بری گت بنائی گئی اور انہیں بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا - ان پر
یہ الزام تھا کہ وہ انگریزوں کے نامہ نگار ہیں - بادشاہ نے سپاہیوں سے کہدیا کہ انکے
ساتھ جو سلوک چاہیں کریں - راجہ بلب گڑھ کی ایک چٹھی موصول ہوئی جس میں لکھا تھا
کہ میں نے ۱۱ سپاہیوں کو گرفتار کر رکھا ہے جو فوج سے بھاگ کر اپنے گھروں کو واپس
جا رہے تھے اور یہ کہ ان کے پاس سے ۲ ہزار کی مالیت کی اشرفیاں برآمد ہوئی
ہیں - قید کے احکام کی تصدیق کر دی گئی - چند سپاہیوں کے پاس سے یہ درخواست
موصول ہوئی کہ ہم میں سے پانچ آدمیوں کو کشن داس کے تالاب کے قریب گوجروں نے لوٹ
لیا اور ایک آدمی کو مار ڈالا - انہوں نے لکھا کہ ہم انصاف چاہتے ہیں - بریلی سے محل
میں یہ خبر پہنچی کہ میرٹھ میں انگریز قتل کر دیئے گئے ہیں - شکایات کی گئیں کہ دکانوں
کے بند ہونے کی وجہ سے اجناس وغیرہ کے ملنے میں بیحد دقت ہو رہی ہے - بادشاہ
کے احکام کے ماتحت سپاہی بازاروں میں متعین کر دیئے گئے تاکہ دکانوں کو کھلا رکھیں
پٹیالہ سے خبر ملی کہ دو دیسی پلٹنیں جو انگریزوں کی مدد کے لیئے روانہ کی گئی تھیں باغیوں
سے مل گئی ہیں اور انگریزوں سے نبرد آزما بھی ہو چکی ہیں - یہ اطلاع ملی کہ پٹیالہ کی تمام
افواج انگریزوں کی مخالف ہیں اور یہ کہ سپاہیوں نے مہاراجہ سے انگریزوں کے
ساتھ ہمدردی کرنے کی وجہ سے کھلم کھلا اظہار ناراضگی کیا کیونکہ دیسی فوجیں اپنے
مذہب کی حمایت کے لیئے برسرپیکار ہو رہی ہیں - انہوں نے ان سے کہا کہ پنجاب
کی لڑائی میں جو طرز عمل آپ نے اختیار کیا تھا اس سے آپ کو کچھ فائدہ نہیں
ہوا بلکہ انگریزوں کو بھی آپ کی روش پر اعتراض تھا -

بادشاہ نے آج ایک اعلان کے ذریعہ یہ بات مشتہر کرائی کہ آئندہ سے براہ راست بادشاہ کی خدمت میں عرائض پیش نہیں کیجائینگی بلکہ انہیں پہلے محبوب علی خاں اور نواب حکیم احسن اللہ خاں کے پاس بھیجا جائیگا۔ گردار سنگھ اور گردھاری لال مہاجن کے نام احکام نافذ ہوئے کہ شاہی خزانہ میں تین لاکھ روپئے داخل کردو ورنہ تمہیں سزا دی جائیگی اور تمہارے مال پر قبضہ کر لیا جائیگا دونوں مہاجنوں نے مال کی ضبطی کو روکنے کے لیئے دو لاکھ اور چند ہزار روپئے دیدیئے۔ آج اطلاع ملی کہ نمک اور شکر سے بھری ہوئی پچاس کشتیاں جو آگرہ سے آرہی تھیں، دریا میں ڈوب گئیں۔ انبالہ اور کسولی کی چار باتریاں کرنال میں انگریزوں سے جاکر مل گئیں۔ یہ خبر ملی کہ انگریزوں نے پٹیالہ سے کہا کہ اپنی فوجیں بھیجو اور یہ کہ مہاراجہ اس شرط پر راضی ہوگئے ہیں کہ میرے سالانہ خراج میں سے فی روپیہ چھ آنے کی کمی کردی جائے۔ یہ خبر آئی کہ پٹیالہ کی فوجیں دو انگریزی پلٹنوں کیساتھ رہتک پہنچ گئی ہیں۔ دکانداروں کو حکم دیا گیا کہ ہر شخص آٹا اور دال کی مقررہ مقدار (بیس بیس) سیر اور نمک اپنی دکان میں بطور رسد تیار رکھے۔ دوسرا حکم یہ نافذ ہوا کہ یہ سب چیزیں کوتوالی میں بھیجدی جائیں بادشاہ نے مرزا مغل بیگ، مرزا ابوبکر اور مرزا عبداللہ کو بلوا بھیجا اور سپاہیوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کرنے پر انہیں ڈانٹا، اور آگاہ کیا کہ جب انگریز شہر میں داخل ہو جائینگے تو ایک نہ ایک دن تم کو پھانسی پر چڑھا دینگے۔ رہی میری قسمت تو وہ اس شعر کے مطابق ہے:-

"کفن پہن کر زندگی کے ایام[۱]
کسی باغ میں گذران دونگا"

باغیوں کو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ معلوم ہوا کہ راجہ نابھ اور دوسرے

---

[۱] یہ شعر جوں کا توں درج کر دیا گیا ہے لوازِمے موزوں کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ مترجم

رئیسوں کی فوجیں میرٹھ میں انگریزوں کی امداد پر آگئی ہیں۔ پیشقدمی کا خیال تھا۔ اسلیئے بھاری توپیں میگزین سے نکال کر فصیلوں پر لگا دی گئیں اور اُن کی آزمائش کی گئی گولہ باری کی آواز سنتے ہی تمام دکانیں بند ہوگئیں۔ متھرا کے مشہور و معروف مہاجن سیٹھ لکشمی چند کے گماشتہ نے محل میں یہ خبر دی کہ شہر کے سابق کوتوال شرف الحق آگرہ پہنچ گئے ہیں جہاں انہوں نے لفٹننٹ گورنر سے ملاقات کی اور یورپینوں اور دیگر اشخاص کے قتل کے متعلق انہیں ایک بیان بھی دیا۔ لفٹننٹ گورنر نے انہیں یقین دلایا کہ انگریز عنقریب ان بدکرداروں کو قرار واقعی سزا دینگے۔ گماشتہ نے مزید اطلاع یہ دی کہ گورنمنٹ نے جنگ کے اخراجات کے لیئے سیٹھ لکشمی چند سے ۲۵ لاکھ روپیہ قرض مانگے ہیں۔

۴ جون۔ آج بادشاہ کے دربار میں شہر کے تمام عمائدین شریک تھے۔ خبر ملی کہ انگریزی پیدل فوج کی نو پلٹنیں اور سواروں کی تین پلٹنیں میدانی باتریوں اور محاصرہ کے ساز و سامان سمیت علی پور آگئی ہیں۔ باغیوں کے افسروں نے کہا کہ ہم شہر کی مدافعت کرسکینگے۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ کون کون سے موقع پر ان کا مقابلہ کیا جائیگا۔ انہوں نے بتایا کہ پہاڑی دھیرج، کنگھڑ، پر توسا... دار خاں اور سلیم پور پر۔ انہوں نے کہا کہ ہر موقع پر جسقدر فوج کی ضرورت ہوگی اُس کی تصریح کردی جائیگی اور امید ظاہر کی کہ شہر پر عنقریب حملہ کیا جائیگا۔ لاہور کی دو پلٹنوں کی روش پر بحث و مباحثہ کیا گیا۔ انہوں نے خفیہ طریقہ سے باغیوں سے ملجانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا مگر سر جان لارنس نے ان سے ہتھیار رکھوا لیئے خبر ملی کہ پنجاب کے چیف کمشنر مہاراجہ پٹیالہ سے ملنے کے لئے پٹیالہ گئے تھے اور واپس لاہور آ گئے ہیں۔ بادشاہ نے احکام جاری کیئے کہ مرزا امین الدین خاں کی اجازت کے بغیر کوئی شخص میگزین سے اسلحہ وغیرہ نہیں لے سکیگا۔ چند مغل حاضر ہوئے

اور کہا کہ انگریزوں کا مقابلہ کرنے کا جوش پیدا کرنے کے لئے علم جہاد بلند کرنے کی اجازت دی جائے۔ آج شام کو تمام بنگلوں کو آگ لگاکر تباہ و برباد کردیا گیا۔ پونہ اور سانگاؤں کے زمیندار غازی الدین نے اعلان جاری کیا کہ انگریزوں کے لئے کوئی شے مہیا نہیں کرنی چاہیئے۔ انگریزی فوج کا جو شخص آئیگا اُسے گرفتار کرنے کے بعد قتل کر دیا جائیگا دوسرے زمینداروں نے بھی یہی کارروائی کی اور انگریزوں سے اظہار نفرت کیا اور بادشاہ سے ہمدردی فیروزپور سے خبر آئی کہ انگریزوں نے شہر سے تین دیسی پلٹنوں کو نکال دیا ہے

۴ جون۔ بادشاہ کے احکام کے مطابق مہاجنوں کا ایک جلسہ ہوا جس میں ایک لاکھ روپیہ کا چندہ جمع ہوا اور دوسرے ایک لاکھ کے وعدے ہوئے جسکی نسبت یہ کہا گیا کہ چار دن کے اندر یہ رقم بھی جمع کر دی جائیگی۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ نہر کے پل کو توڑ دیا گیا ہے اور وہاں ایک باتری نصب کر دی گئی ہے۔ امین الدین خاں چہل قدمی کرکے لوٹ آئے۔ حصار سے ایک کہار آیا اور اطلاع دی کہ وہاں کی پانچ پلٹنوں نے بغاوت کر دی ہے اور تین سو میواتی بھی اُن کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کلکٹر کو بھی قتل کر دیا ہے اور خزانہ لے کر دہلی روانہ ہو گئے ہیں۔ بعد میں اِس خبر کی تصدیق دو سواروں نے بھی کی اور یہ بھی کہا کہ باغی خزانہ لئے ہوئے بادلی کی سرائے تک آپہنچے ہیں بادشاہ نے سواروں کا ایک دستہ خزانہ کی حفاظت کے لئے روانہ کیا جو شام کو آگیا۔ باغیوں کو جیلخانہ کے قریب ٹھہرایا گیا۔ متھرا سے ایک چوبدار آیا اور اطلاع دی کہ وہاں بھی ایک پلٹن باغی ہو گئی ہے اور بہت ابتر حالت میں ہے اور باغیوں سے ملنے کے لئے دہلی آرہی ہے۔ باغیوں کی تنخواہ کے طور پر آج چھ ہزار روپے خزانہ سے ادا کئے گئے۔ راولجی کے ایجنٹ نے بادشاہ کی خدمت میں جے پور

کے میووں کا ٹولا پیش کیا جسے شرف قبولیت بخشا گیا۔ایک سوار نے یہ خبر دی کہ جو پلٹن گوڑگاؤں سے خزانہ لا رہی تھی اُس پر میوائیوں نے حملہ کر دیا۔مولوی محمد باقر کے نام فوراً احکام جاری کیے گئے کہ پیدل فوج کی دو پلٹنوں اور سواروں کے ایک دستہ کو ساتھ لے جا کر خزانہ کی حفاظت کرو۔

۵ جون۔حصار کے باغیوں کے استعمال کے لیئے کھانے پینے کا کچھ سامان جیلخانہ بھیجا گیا۔لکھن لال کے مکان پر گارد بٹھائی گئی۔نواب جھجر کے نام چیٹھی لکھی گئی جسکا مضمون یہ تھا کہ جسقدر فوج جمع کر سکتے ہو اُسے لے کر آ جاؤ اور بادشاہ کو جو فقیر کے بھیس میں ہونگے،قطب صاحب اپنے ساتھ لے جاؤ۔دیلا پور کے ایک برہمن نے خبر دی کہ جب سپاہی اپنی توپیں چھوڑ کر چلے گئے تو گوجر توپخانہ کی گاڑیوں کو لے کر چلے گئے اور یہ کہ بعد میں انگریزوں نے ان گاڑیوں پر قبضہ کر لیا اور ان پر توپیں چڑھانے کے لیئے اُنہیں میرٹھ لے گئے ہیں۔انگریزی فوج کا ایک حولدار فرار ہو کر علی پور میں فروکش ہوا۔اُس کے گلے میں سونے کی مالا تھی۔اس نے باغیوں کے سامنے لکچر دیا اور انہیں انگریزوں کا حکم ماننے کی نصیحت کی۔اس کے ساتھ سخت بدسلوکی کی گئی،اُس کے زیور اتار لئے گئے اور لاہوری دروازہ کے قریب لے جا کر اسے قتل کر دیا گیا۔معلوم ہوا کہ علی پور کا تھانیدار انگریزوں کو رسد بھیجتا ہے۔کوڑیا محلہ میں اس کے دو بھائیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔انہوں نے اپنی بے گناہی کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم تو مدت سے اپنے بھائی سے الگ ہو گئے ہیں اور اس سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔پڑوسیوں کی گواہی پر ان دونوں کو رہا کر دیا گیا۔

۶ جون۔بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ نوکروں کی تنخواہیں ادا کر دی گئی ہیں۔بادشاہ اس خبر سے بہت مسرور ہوئے۔ایک گاڑی بان نے بیان کیا

کہ مہاراجہ پٹیالہ اور مہاراجہ جیند کی فوجیں اور انگریز لوگ انبالہ اور دہلی کے درمیان دیکھے گئے ہیں۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اُن کے ساتھ بھاری توپیں بھی ہیں جنہیں ہاتھی کھینچکر لا رہے ہیں۔ باغیوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شہر میں یہ خبر گشت لگا رہی ہے کہ انگریز آج رات کو شہر میں داخل ہو جائینگے اور اس لیئے ضروری ہے کہ سپاہیوں کو فصیلوں پر متعین کر دیا جائے۔ بادشاہ نے ضروری احکام نافذ کر دیئے۔ حکیم احسن اللہ خاں کو راشن تقسیم کرنے کا حکم ملا۔ ایک بنیئے سے سو من آٹا اور دال حاصل کی گئی۔ گھیسارام اور تارا چند کے نام لاہور سے خطوط آئے جن میں لکھا تھا کہ یہاں ہر طرح سے امن و امان ہے۔ دلی دروازہ کے تمام دکانداروں کو اپنی دکانوں کے باہر نکال دیا گیا اور باغیوں نے انہیں اپنی بارگوں کے طور پر استعمال کیا۔ خبر ملی کہ ہانسی سے خزانہ آ رہا ہے اور یہ کہ تین پلٹنیں جن کے ساتھ چند ہزار بے قاعدہ فوج بھی شامل ہے اور کچھ میواتی بھی ہیں، انگریزوں کی پیشقدمی کو روکنے کے لیئے جا رہی ہیں۔ افواہ گشت کر رہی ہے کہ انگریزوں نے پانی پت اور کرنال کے مہاجنوں سے تین لاکھ روپے حاصل کیئے ہیں۔ پٹیالہ، انبالہ اور کیتھل میں یہ بات مشہور ہو رہی ہے کہ باغی فوجیں عنقریب ان تینوں مقامات پر حملہ آور ہونے والی ہیں۔ باغیوں نے شہر اور پل تک پہنچنے کے تمام ذرائع کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔

۷ جون۔ تقریباً ۵۰ مغل بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم نے علم جہاد بلند کر دیا ہے اور اب ہم انگریزوں سے لڑنے کے لیئے جا رہے ہیں اس کے بعد وہ توپخانہ کی طرف چلے گئے۔ پیدل فوج کی دو پلٹنوں اور سواروں کی ایک رجمنٹ کے افسر جو لکھنؤ میں متعین تھی، بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اظہار وفاداری کیا۔ معلوم یہ ہوا کہ جب انہوں نے بادشاہ کی فتوحات کی خبر

سُنی تو اُسی وقت انہوں نے بازار، میگزین اور خزانہ کو تباہ و برباد کر کے سیدھا دہلی کا رخ کیا۔ علی پور سے ستر سوار آئے اور اطلاع دی کہ ہم نے انگریزوں کو شکست فاش دی ہے اور ان کا چھ میل تک تعاقب کیا ہے۔ پولیس کے ذریعہ احکام نافذ کئے گئے کہ ہر مٹھائی والا بارہ روپئے کی مٹھائی تیار کرے تاکہ اُسے فاتح فوج کے پاس بہادری کے انعام کے طور پر بھیجدیا جائے۔ خبر موصول ہوئی کہ انگریزوں نے آگرہ کی دیسی پلٹن کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی تھی جس کے باعث سپاہیوں نے بغاوت کردی اور تمام یورپینوں کو قتل کر ڈالا اور یہ کہ اب وہ فوج دہلی آرہی ہے۔ اس کی بھی خبر ملی کہ انگریزوں نے چند دیہات کو جلا ڈالا ہے اور ایک انگریزی خاتون کے ساتھ ذلیل برتاؤ کرنے کی پاداش میں چار معزز زمینداروں کو پھانسی پر چڑھا دیا ہے۔ خبر ملی کہ رسد کی سولہ گاڑیاں جو انگریزی افواج کے لئے تھیں، راستہ میں گوجروں کے ہاتھوں لٹ گئیں۔ یہ گاڑیاں بادشاہ کی خدمت میں پیش کی گئیں۔

۸ جون۔ قاضی فیض اللہ خاں کو حکم ملا کہ فوجوں کو سامان رسد بھیجنے کی غرض سے تمام بیل گاڑیوں کو جمع کرلیں۔ ایک سوار نے آکر اطلاع دی کہ انگریزوں سے ایک معرکہ ہوا تھا جس میں پچاس سپاہی کھیت رہے۔ انگریزی علاقہ سے چالیس اونٹ چرائے گئے اور انہیں شہر میں لایا گیا۔ جھجھر سے اطلاع ملی کہ وہاں کی ایک رجمنٹ بگڑ گئی ہے اور اس نے ساول سنگھ کو مار ڈالا ہے اور نواب کو بھی مار ڈالنے کا ارادہ کیا تھا مگر وہ کہیں چھپ گئے ہیں۔ بلب گڑھ سے مسٹر منن کے قتل کی خبر موصول ہوئی کوتوال شہر کے پاس سے یہ خبر ملی کہ فوجیں شہر سے روانہ ہوگئی ہیں۔ لاہور سے ایک خط موصول ہوا جس میں درج تھا کہ باغیوں اور انگریزوں میں جنگ ہوئی اور یہ کہ مہاراجہ گلاب سنگھ والی کشمیر اپنے دو بیٹوں سمیت لاہور سے آگئے ہیں اور

انگریزوں سے مل گئے ہیں۔ پشاور کے ایک اخبار سے معلوم ہوا کہ سردار دوست محمد خاں کابل پہنچ گئے ہیں اور قلعوں کو مستحکم حالت میں کر دیا ہے تاکہ اگر ایرانی حملہ آور ہوں تو اُنکا مقابلہ کیا جا سکے۔ خبر موصول ہوئی کہ انبالہ اور کرنال کے درمیانی علاقہ کا انتظام مہاراجہ پٹیالہ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ پچاس سپاہی پیا مل سواری کے مکان پر گئے اور اُن پر انگریزوں کو رسد پہنچانے کا الزام عاید کیا۔ اور دھمکی دی کہ ہم تمہیں قتل کرڈالینگے۔ انہوں نے پیا مل کے لڑکے کو گرفتار کرکے بادشاہ کے حضور میں پیش کر دیا۔

۹ جون۔ باولی کی سرائے سے ایک سوار آیا اور اُسنے بادشاہ کو اطلاع دی کہ ہماری فوج آج دوپہر کو انگریزی فوج پر حملہ آور ہوگی۔ ساتھ ہی بادشاہ کو اطلاع دی کہ انگریزوں کے جاسوس چوتھی کیولری کے بھیس میں جو بادشاہ کی محافظ تھی، باغیوں کے کیمپ میں داخل ہوئے جسپر جنگ شروع ہوگئی اور انگریزوں نے باغیوں کے کیمپ پر بالآخر قبضہ کرلیا۔ باغی آج کے دن جانب شہر پسپا ہوگئے اور بیرونی علاقہ انگریزوں کے قبضہ میں چھوڑ دیا۔ چارسو کے قریب باغی آج کے معرکہ میں کام آئے۔ انگریز سواری منڈی کے قریب مبارک باغ تک بڑھ آئے ہیں۔ ۴ بجے سہ پہر تک شدید گولہ باری ہوتی رہی۔ دن بھر میں ۱۷ توپیں انگریزوں کے قبضہ میں آئیں۔ چیا مل آج بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پیا مل کے لڑکے کی رہائی کے بارے میں معروضہ پیش کیا اور کہا کہ اس کے والد نے باغی فوج کے لیئے روزانہ راشن مہیا کیا ہے اور کوئی بات ایسی نہیں کی جسکی وجہ سے ان پر انگریزوں کی دوستی کا الزام قایم کیا جا سکے۔ دمدمے پورے طور پر مسلح تھے اور فوجیں اپنے اپنے مقامات پر جنگ کے لیئے تیار تھیں۔ شہر کے لوگ اپنے مکانوں کی چھتوں پر سے دور کی گولہ باری کا مشاہدہ کر رہے تھے اور بہت خوفزدہ تھے۔ اس لڑائی

میں صرف مسلمان ہی مارے گئے اور ایک ہندو بھی نہیں مرا۔ سامان حرب اور رسد میدان جنگ کی جانب مسلسل بھیجی جا رہی تھی۔ شہر کے لوگ باغیوں کو جو واپس آئے ہوئے دکھائی دیئے، مغلظات سنا رہے تھے اور ان پر بزدلی کا الزام رکھتے تھے۔ برخلاف اس کے سپاہی سواروں کو برا بھلا کہہ رہے تھے جو پہلے ہی سے شہر میں آکر پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ مرزا مغل نے افواج کو حکم دیا کہ ہر وقت ہشیار رہیں لیکن آج کی لڑائی کا جو نتیجہ نکلا اُس سے فوج میں بددلی پھیل گئی اگرچہ مرزا مغل نے فوجی احکام میں یہ بیان کر دیا تھا کہ شطرنج کے رخ کی طرح میں اپنے مقام پر مضبوطی سے قایم ہوں اور مجھے شکست کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود باغی حواس باختہ تھے۔ افسوس ہے کہ انگریزوں نے آج پیشقدمی نہیں کی۔ اگر وہ ایسا کرتے تو وہ شہر پر فوراً قابض ہو سکتے تھے کیونکہ دروازے سب کے سب کھلے ہوئے تھے۔ شہر کے لوگ متعجب تھے کہ کیوں انہوں نے پیشقدمی نہیں کی

۱۰ جون۔ بادشاہ نے حکم نافذ کیا کہ شہر کی تمام دکانوں کو زبردستی کھلوا دیا جائے۔ ولی محمد لاہوری کا ملازم آیا اور بیان کیا کہ انگریزوں اور باغیوں کے درمیان جنگ ہوئی اور ولی محمد، حسین بخش اور قطب الدین خاں کی دکانوں کو لوٹ لیا گیا۔ راولپنڈی اور امرتسر سے بھی بغاوت کی خبریں موصول ہوئیں۔ شہر میں داخل ہونے کے تمام ذرائع خطرناک قرار دیدیئے گئے۔ بمبئی سے خبر موصول ہوئی کہ سر جان لارنس نے بمبئی سے فوجی امداد طلب کی تھی اور یہ کہ بمبئی کی فوجیں ماہ جون کے آخر تک دہلی پہنچ جائینگی۔ اطلاع ملی ہے کہ بمبئی کی گورنمنٹ نے مشورہ دیا ہے کہ جب تک بمبئی کی افواج نہ پہنچ جائیں اُسوقت تک کوئی حملہ نہ کیا جائے، اور اگر انگریزی فوج پر حملہ ہو تو وہ صرف مدافعت پر اکتفا کیا جائے جنرل صمد خاں بادشاہ کی طلبی پر حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ اگر شاہی

افواج میری کمان میں دیدی جائیں تو میں انگریزوں پر حملہ کرنے کو تیار ہوں بادشاہ نے انہیں کمانڈر انچیف مقرر کر دیا اور حسب معمول خلعت بھی عطا کیا۔ اپنی وفاداری کا یقین دلانے اور ایک اشرفی اور پانچ روپیوں کی نذر دینے کے بعد وہ واپس چلے گئے۔ فوج کے نام حکم صادر ہوا کہ جمع ہو جاؤ اور جنرل صمد خاں کی زیر کمان حملہ آور ہو۔ فتحمندی کی صورت میں انعام کا بھی وعدہ کیا گیا۔ ۱۰ بجے کے قریب لاہوری دروازہ اور کشمیری دروازہ سے ۱۸ ہزار سپاہی اور بارہ بھاری توپیں روانہ ہوئیں۔ انگریزی مورچے کے قریب پہنچکر صمد خاں نے انگریزوں کو کہلا بھیجا کہ مجھے راجہ جھجر نے آپ کی امداد کے لیے بھیجا ہے۔ لیکن یہ حیلہ کارگر ثابت نہ ہوا اور اس لیے انگریزوں پر دھاوا بول دیا گیا۔ تقریباً ۱۰۰ انگریز مارے گئے اور اس کے بعد انگریزی توپخانہ آگے بڑھا۔ جنرل خود گولہ باری کی زد میں آگیا اور اس لیے اس نے فوری پسپائی کا حکم دیدیا۔ اس کی چند توپیں بھی میدان جنگ میں رہ گئیں۔ تمام فوج کشمیری دروازہ کے ذریعہ شہر میں داخل ہوئی۔ اس کے بعد کشمیری دروازہ کے مورچے سے گولہ باری ہوتی رہی۔ شام ہوتے تک تمام سپاہ شہر میں آچکی تھی۔ جو یورپین لڑائی میں کام آئے تھے ان کے سر قلم کر دیئے گئے، اور شہر میں ان کا گشت کرایا گیا۔ انگریزی توپخانہ کا ایک گولہ سعادت علی خاں کے مکان پر بھی پڑا جس سے گھر کے تمام آدمی تباہ ہو گئے۔ تقریباً پچاس سپاہی راجہ اجیت سنگھ کے مکان پر گئے اور اسے گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کر دیا۔ احسن اللہ نے سفارش کی کہ راجہ اپنے بھائی کے طرز عمل کا ذمہ دار نہیں ہے، اور یہ کہ دونوں بھائیوں کے درمیان عرصہ سے ناچاقی ہے اور اسی کا نتیجہ تھا کہ راجہ اجیت سنگھ نے پٹیالہ کی بجائے دہلی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ راجہ نے خود کو بادشاہ کے قدموں میں ڈالدیا اور رحم کی درخواست کی جس پر بادشاہ نے

فوری رہائی کا حکم دے دیا۔

۱۱ رجون:- کالے خاں نے جو پہلے انگریزی فوج میں ۲۸ روپئے مشاہرہ پر توپچی کا کام کرتا تھا، نہایت مستعدی سے فرض منصبی کو ادا کیا اور اپنے مورچوں سے انگریزوں پر مسلسل گولہ باری کی۔ تمام شہر اس کی تعریف میں رطب اللسان تھا۔ بادشاہ اس شخص کی جرأت و ہمت سے بیحد مسرور ہوئے اور سو من بارود کی تیاری کا حکم دیا۔ شورہ اور کوئلہ خرید اگیا۔ اطلاع ملی کہ آگرہ کے لفٹنٹ گورنر کو یہ خبر پہنچی ہے کہ دہلی ابھی تک فتح نہیں ہوئی اور اس لیئے اُنہوں نے آگرہ چھوڑنے کی ٹھان لی ہے کمانڈر انچیف کے متعلق بھی معلوم ہوا کہ وہ شملہ سے فوج میں شامل ہونے کے لیئے روانہ ہوگئے ہیں اور ۱۲ تاریخ کو دہلی پہنچ جائیں گے۔ بادشاہ کو خفیہ اطلاع ملی کہ ملکہ معظمہ نے بغاوت ہند کی خبر پاتے ہی ۴۲ ہزار افواج روانہ کردی ہیں۔ آج ۲ بجے کے قریب انگریزوں نے کابند (؟) کے مورچہ سے کشمیری دروازہ پر گولے برسانے شروع کردیئے۔ شاہی توپخانہ کی گولہ باری انگریزوں کو اپنا منصوبہ پورا کرنے سے مانع آتی رہی۔ دو ہزار سپاہی کشمیری دروازہ کی جانب بھیجے گئے۔ شہر میں دو سوار آئے اور کہا کہ شاہی فوج پر بے انتہا دباؤ پڑ رہا ہے اور اس لیئے فوج محفوظ کو جلد سے جلد وہاں بھیجدینا چاہیئے۔ فوج محفوظ تیار کی گئی۔ مگر جس حملہ کا ارادہ انگریزوں نے کیا تھا اُسے اُنہوں نے ترک کردیا اور اپنے مقام کو لوٹ گئے۔ بادشاہ کو خبر دی گئی کہ انگریزوں کا ارادہ قدسیہ باغ پر حملہ آور ہونے کا تھا اور یہ کہ ۱۲ ہزار فوج تمام رات اس کے لیئے تیار رکھی گئی تھی۔ آج انگریزی گولہ باری سے شہر کو بہت نقصان پہنچا۔ ایک خانساماں کے گھر سے چار انگریز برآمد ہوئے جنہیں باغیوں نے مار ڈالا۔

۱۲ رجون:- پیارے لال کو زبردستی بادشاہ کے حضور میں لے گئے اور ان پر

انگریزوں کو رسد بھیجنے کا الزام عائد کیا گیا۔ چند سوار باولی کی سرائے سے آئے اور کہا کہ تین سو سواروں اور چھ ہزار روپیوں کی آمد کی عنقریب توقع کی جا رہی ہے۔ خزانہ تھوڑی دیر کے بعد آ گیا اور اس کی فوج محافظ کو شمرو کے بیگم کے باغ میں ٹھہرایا گیا۔ بادشاہ باغیوں کی بے اعتنائی سے سخت ناخوش تھے کیونکہ ان کی جانب سے انگریزوں کو نکال دینے کی کوئی سنجیدہ کوشش عمل میں نہیں آئی۔ بادشاہ نے کمانڈر انچیف کو سرزنش کی اور کہا کہ ابھی تک تم نے ایک فتح بھی حاصل نہیں کی۔

۱۳ر جون:۔ تمام فوج جمع ہوئی جس میں سفر مینا کے آدمی اور بادشاہ کے باڈی گارڈ بھی تھے اور انگریزوں سے لڑنے کے لیے کشمیری دروازہ سے باہر نکلے بعض چوروں نے چاوڑی محلہ میں ایک تھانہ دار کے مکان کو لوٹ لیا، اور چند آدمیوں کو زخمی بھی کر دیا۔ تھانہ دار نے ایک چور کو گرفتار کر لیا۔ میدانِ جنگ سے ایک سوار آیا اس نے اطلاع دی کہ سپاہی گنبد تک پہنچ گئے ہیں اور انگریزی گولہ باری کی زد میں آ پہنچے ہیں۔ چونکہ باغیوں کے ۲۰ سوار اور ۶۰ سپاہی کھیت رہے۔ اس لیے تمام فوج پسپا ہو رہی ہے جن پلٹنوں نے پسپائی کی مثال قائم کی وہ وہ تھیں جو انبالہ سے آئی تھیں۔

۱۴ر جون:۔ لچھمن سنگھ کے بھائی بلدیو سنگھ جو علی پور کے تھانے دار تھے، پکڑے ہوئے کوتوالی میں لائے گئے، ان پر انگریزوں سے ساز باز رکھنے کا الزام تھا، انہیں نشانۂ بندوق بنا دیا گیا اور ان کی لاش کو درخت سے لٹکا دیا گیا۔ کابلی دروازہ کے تیرہ نانبائیوں کو انگریزوں سے سازش رکھنے کے الزام میں گھروں سے باہر نکالا گیا اور قتل کر دیا گیا۔ جمنا داس کے مکان کو لوٹ لیا گیا کیونکہ اس نے آٹا نہایت مہنگا فروخت کیا تھا۔ باغیوں نے آج بہت سے مظالم کیے۔ سہ پہر کو تین بجے کے قریب ۶ ہزار سپاہی بارہ توپیں لیکر شہر کے باہر گئے۔ جنگ ہوئی جس میں

طرفین کا نقصان ہوا۔ محفوظ فوج بھیجی گئی۔ رات بھر سخت گولہ باری جاری رہی۔ سعادت خاں کے مکان کے قریبی مکانات کو انگریزی گولہ باری سے سخت نقصان پہنچا۔ شہر کے لوگ بہت مشتعل اور سخت تکالیف میں تھے۔ گوجروں کے مظالم کی خبریں پہنچیں یہ لوگ مسافروں کے بھیس میں پھرتے ہیں۔ شہر کی آبادی موجودہ صورت حالات کی وجہ سے سخت پریشان تھی۔ ایک طرف خود انہی کے ہم ملکی ان کے دشمن بنے ہوئے تھے جو شہر کے اندر اور باہر موجود تھے اور دوسری طرف غضبناک انگریزوں کے حملوں کی خبریں آرہی تھیں۔ ایک مہاوت ہاتھی سمیت انگریزی کیمپ سے بھاگ کر قلعہ میں داخل ہوا۔ ہاتھی کو بادشاہ نے اپنے لیے پسند کرلیا۔ آج صبح نواب محبوب علی خاں عالمِ فانی سے عالمِ جاودانی کو رحلت کر گئے۔ جنازہ کے ساتھ ہاتھی اور فوجیں بھی تھیں۔ مرحوم کو کریم اللہ شاہ کی مسجد میں جو خانم بازار کے قریب واقع ہے، تزک و احتشام کے ساتھ دفن کیا گیا۔ جنازہ کے ساتھ شہر کے تمام عمائدین شریک تھے۔

۱۵ر جون:۔ آج صبح محل میں ۱۵ گولے گرے۔ بادشاہ نے دھمکی دی کہ اگر فوجیں شہر نہ چھوڑیں گی تو میں قطب صاحب چلا جاؤں گا۔ اصرار کے بعد دس ہزار باغی آدھی رات کے وقت انگریزوں پر حملہ کرنے کی نیت سے شہر سے نکلے۔ جنگ میں طرفین سے بہت سے آدمی کھیت رہے۔ انگریزوں کی گولہ باری سے بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھکر سپاہی نہایت ابتری کی حالت میں شہر میں واپس آگئے۔ شہر کے لوگوں کو اندیشہ تھا کہ میگزین انگریزی گولہ باری سے اڑادیا جائے گا۔ رسد نہ ملنے سے بہت تکلیف ہوئی، دکانداروں کو پکڑ کر گرفتار کیا گیا۔ اور سخت پریشان کیا گیا۔ ۵۰ قلیوں کو بھیجا گیا تاکہ مہاراجہ اندور کے مکان کو ڈھادیں۔ محبوب علی خاں کے انتقال کے تین دن بعد درباریوں

کو دربار میں شرکت کرنے کے دعوت نامے بھیجے گئے۔ نیمچ سے ایک سوار آیا جس نے ۵۰۰ باغیوں کی آمد کی خبر دی۔

۱۶ر جون:۔ حکیم احسن اللہ خاں، میر فتح علی (محافظ تختِ شاہی) اور بدھن صاحب اور چند اور عمائدین محبوب علی خاں مرحوم کی فاتحہ کی غرض سے مسجد میں گئے۔ ایک سوار نے اطلاع دی کہ سپاہیوں اور انگریزوں کے درمیان ایک چھوٹا سا معرکہ ہوا ہے جس میں تقریباً ۲۰۰ آدمی مارے گئے ہیں۔ سواروں کا دستہ خزانہ لیکر نیمچ سے آگیا۔ جن سات اشخاص پر انگریزوں سے دوستی رکھنے کا الزام تھا انہیں آج رہا کر دیا گیا۔ تین آدمیوں کو جنہیں مخبر سمجھا گیا تھا قتل کر دیئے گئے ایک عورت اور مالی واڑہ کا ایک شخص انگریزی گولہ سے زخمی ہو کر مر گیا۔

۱۷ر جون:۔ اعلان ہوا کہ بینک ہاؤس[۱] اور افیون کی کچھ مقدار فروخت کی جائے گی۔ چند کھتریوں نے بادشاہ کی خدمت میں عریضہ پیش کیا جس میں سپاہیوں کے مظالم کا ذکر درج تھا اور بیان کیا گیا تھا کہ سپاہیوں نے شہر میں خام اجناس کے داخلہ کی ممانعت کر دی ہے۔ اس پر بادشاہ نے باغیوں کے سردار کو بلایا اور دھمکی دی کہ اگر فوجوں کے طرزِ عمل میں بہتری نہ ہوئی اور مظالم کا سدِباب نہ ہوا تو میں زہر کھاؤں گا۔ سردار نے احکام کی فوری متابعت کا وعدہ کیا اور کہا کہ یہ شکایات دوبارہ سننے میں نہ آئیں گی۔ قاضی فیض اللہ بیگ کو حکم دیا گیا کہ جو فوجیں عنقریب انگریزوں پر حملہ آور ہونے والی ہیں ان کے لیئے رسد کا انتظام کیا جائے۔ چالیس گولے جو انگریزی لشکر سے پھینکے گئے تھے، پڑے ہوئے اٹھائے گئے تھے ان کے پھٹنے سے بہت سے آدمی مر گئے۔ انگریزی گولہ باری کا جواب دینے کی غرض سے میگزین سے بہت بڑی توپ نکالی گئی اور اسے نصب کیا گیا۔ سردار

---

[۱] یہ مکان مسز ڈائس سومبا کی ملکیت تھا جو بعد میں لیڈی فورسیٹر بنیں۔ ۱۲

نے دربار میں حاضری دی اور اطلاع دی کہ تین مقامات پر باتریاں قائم کر دی
گئی ہیں اور یہ کہ ہم عنقریب انگریزوں پر حملہ کرنے والے ہیں۔ بعد میں انگریزوں
نے عیدگاہ والی باتری پر حملہ کیا۔ باغیوں کو وہاں سے ہٹا دیا اور دو توپوں پر
قبضہ جما لیا۔ چونے سے لدی ہوئی سات گاڑیاں بغرض مرمت سلیم گڑھ بھیجی
گئیں۔ چند آدمی جو شہر سے باہر چٹھیاں بھیجنا چاہتے تھے بادشاہ کی خدمت میں
حاضر ہوئے اور چٹھیاں بھیجنے کی اجازت چاہی مگر انہیں اجازت نہیں دی گئی۔
محل کے دروازہ پر ایک توپ شاہجہاں کے زمانہ سے پڑی ہوئی تھی۔ باغی
اسے لے گئے اور اس کو لاہوری دروازہ پر نصب کر دیا۔ چونکہ اس کی مار بہت
دور کی تھی اس لیے ارادہ یہ تھا کہ آگرہ سے آنے والی فوجوں پر گولے برسا کر
انگریزوں کو دق کیا جائیگا۔

۱۸ / جون:- افواہ ہے کہ نصیر آباد والی پلٹن نے بغاوت کر دی ہے
اور اپنے افسروں کو مار ڈالا ہے اور خزانہ اور سامان اسلحہ لے کر دہلی آ گئی
ہے۔ مہاراجہ جے پور کے چند آدمیوں نے بیان کیا کہ بادشاہ کو راجہ کی جانب
سے کسی قسم کی امداد نہیں دی جائیگی۔ اطلاع ملی کہ لالہ پرشاد انگریزوں کے لیئے
رنگروٹ بھرتی کر رہے ہیں۔ قلعہ میں خبر پہنچی کہ کانپور کے دیسی سپاہیوں نے
بھی اپنے افسروں کو قتل کر ڈالا ہے اور عازم دہلی ہو گئے ہیں، اور یہ بھی کہ ۱۵۰۰
گورے جے پور اور نصیر آباد ہوتے ہوئے آگرہ پہنچ گئے ہیں۔

۱۹ / جون:- نصیر آباد کی فوجوں کے افسروں کو بادشاہ نے باریابی
عطا کی، افسروں نے وعدہ کیا ہے کہ کل انگریزوں پر حملہ کیا جائے گا۔

۲۰ / جون:- نصیر آباد کی فوجوں نے انگریزوں پر حملہ کیا اور شدید
جنگ برپا رہی جس میں جانبین کا سخت نقصان ہوا۔ ایک گولہ سے مکان

میں آگ بھی لگ گئی۔ سنگڑھ کی فوج کے لیئے رسد بھیجنے کے بارے میں حکم نافذ ہوا۔ فوجوں نے دوبارہ انگریزوں پر حملہ کیا اور یہ لڑائی شام تک جاری رہی۔ ایک گولہ گنیشی لال کے مکان میں پڑا جس سے اس کا ایک ملازم مارا گیا۔ پہاڑی دھیرج کی ایک جاٹنی نے محلہ بلی ماران میں مکان لیا سات سپاہی اسے لوٹنے کے لیئے گئے مگر پڑوسی مسلح ہو کر نکل آئے اور سپاہیوں کا مقابلہ کیا جس میں چند سپاہی کام آئے۔ سپاہیوں نے کمک مل جانے پر دوبارہ حملہ کیا اور امید سنگھ اور رام سہائے مل کے مکانوں کو بھی لوٹ لیا۔ شہر میں کئی گولے آکر پڑے جس سے بہت سے آدمی مر گئے۔

۲۱ر جون: ۔ آج صبح چند ہزار باغیوں نے انگریزی کیمپ پر حملہ کیا۔ لڑائی بہت دیر تک جاری رہی لیکن کسی کی فتح نہیں ہوئی۔ رات بھر گولے شہر میں گرتے رہے ۔ ایک سوار آیا اور جالندھر کی تین پیدل پلٹنوں اور سواروں کی آمد کی خبر دی ۔ انہیں شہر کے باہر ٹھہرنے کا حکم ملا ۔ سامان رسد کی نو گاڑیاں جو انگریزوں کے لیئے تھیں، راستہ میں پکڑ لی گئیں اور شہر میں لائی گئیں۔ افواہ سُنی گئی کہ بریلی اور کانپور کے باغی دہلی آرہے ہیں ۔ سہ پہر کو کچھ فوج انگریزوں پر حملہ کرنے کے لیئے نکلی۔

۲۲ر جون: ۔ جالندھر کی تین پلٹنیں پہنچ گئیں اور قدسیہ باغ میں قیام پذیر ہوئیں ۔ ان کے افسر دربار میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ جب ہم آرہے تھے تو پٹیالہ کی فوجوں نے ہم پر حملہ کیا مگر ہم نے انہیں شکست دی اور ایک توپ چھین لی ۔ انہوں نے کہا کہ انگریزوں کے خوف سے ہم دور دراز کا راستہ طے کر کے آئے ہیں کیونکہ ان کی فوجوں میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے ۔ ان افسروں نے بڑے فخر سے بیان کیا کہ ہم نے کلکٹر نصیر آباد کو قتل کر ڈالا ہے اور

اس کے ہاتھی کو بھی اپنے ساتھ پکڑ کر لے آئے ہیں۔ بادشاہ نے ان کی تعریف کی اور کہا کہ آپ جیسے بہادر کہیں نہیں ملیں گے۔ تقریباً پچاس سپاہی جگل کشور کے مکان میں لوٹ کے ارادہ سے داخل ہوئے مگر مرزا مغل نے انہیں روک دیا اس پر انہوں نے محلہ میر عاشق کو لوٹ لیا۔

۲۳ رجون:۔شاہجہاں کے زمانہ کی ایک توپ کو نصب کیا گیا۔ نصب ہو جانے کے بعد اس کے مُنہ سے بکرا باندھا گیا اور ۲۵ سیر مٹھائی اس کی نال میں رکھی گئی اور پھولوں کا ہار اس کے گھوڑے پر لٹکایا گیا۔ چند برہمنوں اور نجومیوں کو طلب کیا گیا اور ان سے دریافت کیا گیا کہ آیا باغی فتحمند ہوں گے یا نہیں۔ نجومیوں نے جواب دیا کہ شورش کا دور دورہ ایک سال تک رہے گا، چند ہزار آدمی مارے جائیں گے لیکن امن وامان کا زمانہ ۱۹۱۶ سمبت سے شروع ہو جائیگا۔ اس کے علاوہ نجومیوں نے کچھ نہیں بتایا۔ خبر ملی کہ کلکتہ کی ڈیڑھ دیسی پلٹنیں اپنی ذات کے جاتے رہنے کے خوف سے بھاگ کر نیپال چلی گئی ہیں۔ اطلاع ملی کہ علی گڑھ میں ایک برہمن کو کلکٹر نے اس بنا پر پھانسی دیدی ہے کہ وہ یہ افواہ پھیلا رہا تھا کہ انگریزوں اور باغیوں کے درمیان سخت جنگ رہی جس میں بہت سے آدمی مارے گئے۔ خبر موصول ہوئی کہ بمبئی کی فوجیں انگریزوں کی امداد پر آرہی ہیں اور یہ کہ انگلستان سے ۲۰ پلٹنیں ہندوستان کے لیئے روانہ ہو چکی ہیں۔ کوتوال کے نام حکم نافذ ہوا کہ جو فوجیں انگریزوں سے جنگ کرنے کے لیئے گئی ہوئی ہیں ان کے لیئے مٹھائی اور رسد بھیجی جائے۔ تمام دن جنگ برپا رہی۔ ۴ بجے کے قریب فوجیں شہر کو واپس آگئیں۔ منادی کرائی گئی کہ آج کی رات ایسے گولے پھینکے جائیں گے جن کی وجہ سے کمزور مکانات کے گر پڑنے کا اندیشہ ہے اس لیئے لوگوں کو تاکید کر دی گئی کہ ایسے مکانات میں نہ سوئیں۔

۲۴ جون :- سپاہیوں کے سردار بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور اطلاع دی کہ ہم نے آج سارے دن انگریزی فوج کو مصروف پیکار رکھا اور لڑنا صرف اس وقت بند کیا جبکہ بگل کی آوازیں دونوں طرف سے بلند ہوئیں انہوں نے شکایت کی کہ جب ہم شہر کو لوٹ رہے تھے تو کالے خاں کا ایک گولہ ہمارے سپاہیوں پر آ کر گرا جس کی وجہ سے تین سپاہی سخت زخمی ہوئے، کالے خاں کو گرفتار کر لیا گیا اور بادشاہ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ اس پر انگریزوں سے سازش کرنے کا الزام عائد کیا گیا۔ افواہ مشہور ہوئی کہ لچھمن سیٹھ آگرہ کی حفاظت کے لیے سپاہی بھرتی کر رہا ہے اور اس غرض سے اس نے وہاں کچھ دستے بھی بھیج دیے ہیں۔ حکیم احسن اللہ خاں نے خبر دی کہ باغی شہر میں لوٹ مار کر رہے ہیں اور دیپ چاہ، پہاڑی محلہ اور تیلی واڑہ کو بالکل غیر آباد بنا دیا ہے۔ یہ افواہ سننے میں آئی کہ کانپور کی فوجیں انگریزوں پر حملہ کرنے کی نیت سے میرٹھ گئی ہوئی ہیں جہاں ایک معرکہ بھی ہو چکا ہے مگر اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ نصیر آباد سے آگرہ میں ۱۵۰۰ انگریزوں کے آنے کی خبر موصول ہوئی۔

۲۵ جون :- حکیم احسن اللہ خاں، نذیر حسن مرزا، مظفر الدولہ اور شہر کے بڑے بڑے افسر کورنش بجالانے کی غرض سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فوجی افسر بھی موجود تھے۔ سپاہیوں کے غیر سپاہیانہ طرز عمل کی شکایات کی گئیں۔ علی خان اور قادر بخش نے حکیم احسن اللہ خاں پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے ایسے بدمعاشوں کو جو لوٹ مار کرتے ہوئے گرفتار ہوئے تھے رشوت لے لے کر رہا کر دیا ہے، انہوں نے شہر کی حفاظت اور امن عامہ کی غرض سے بہتر انتظامات عمل میں لائے جانے پر زور دیا اور عرض کیا کہ تجارت کا بازار بالکل سرد پڑا ہوا ہے۔ باغپت کا ایک زمیندار حاضر ہوا اور نذر میں

ایک روپیہ پیش کیا۔ اس نے اطلاع دی کہ مہاراجہ سردیپ سنگھ کے ایک ہزار
سپاہی میرے محلہ کے قرب و جوار میں لوٹ مار میں مصروف ہیں اور یہ کہ وہ
دریائے جمنا پر پل بھی تعمیر کر رہے ہیں۔ اس نے فوجی دستہ طلب کیا تاکہ انہیں
وہاں سے نکال دیا جائے۔ بادشاہ نے اسے مرزا خضر سلطان کے پاس بھیجدیا
بادشاہ نے حکم دیا کہ علی خاں اور قادر بخش کو شہر بدر کر دیا جائے کیونکہ ان دونوں
نے حکیم احسن اللہ خاں کو ناحق متہم کیا ہے۔ گوڑ گاؤں اور دوسرے قرب و
جوار کے علاقوں سے چار سو مجاہدین دہلی میں آئے اور بادشاہ کی خدمت میں
اپنے تئیں پیش کیا۔ آج کے دن بادشاہ نے عبدالصالح (؟) خاں کے نام
حکم بھیجا کہ نواب مصطفےٰ خاں کو بحفاظت تمام دہلی بھیجدیا جائے۔ دن بھر گولے شہر
میں گرتے رہے جن سے ایک سائیس اور چند آدمی مارے گئے۔ محلہ چوڑی گران
کے تاجروں نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہمارے مکان کے
قریب شمرو بیگم کے یہاں بارود بنائی جارہی ہے اور ہر لمحہ ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں ہم بھک
سے نہ اُڑ جائیں۔ بادشاہ نے انہیں تشفی دی اور وعدہ کیا کہ وہاں بارود سازی بند
کر دی جائیگی۔ جنگی کونسل کا اجلاس منعقد ہوا جس میں مکھن لال، حکیم احسن اللہ خاں
اور نواب احمد قلی خاں شریک تھے۔ بادشاہ نے فوجی افسروں کو مخاطب کر کے فرمایا
کہ تم اس سلطنت کا خاتمہ کر رہے ہو جو ۵۰۰ سال سے قائم ہے اور طعنہ دیا کہ جب
تم انگریزوں سے لڑ کر واپس آتے ہو تو نہایت پریشان اور خستہ حال نظر آتے ہو۔
انہوں نے دعا مانگی اور آخر میں کہا کہ "افسوس ہے اور خدا کی مرضی یہی ہے کہ میں اور
میری سلطنت تباہ و برباد ہو جائیں۔ میں تم سب سے درخواست کرتا ہوں کہ
شہر کو چھوڑ کر کہیں چلے جاؤ"۔ خبر موصول ہوئی کہ بجنور کے کلکٹر نے نجیب آباد
کے شہر کا انتظام نواب محمود خاں کے ہاتھ میں دے دیا ہے اور خود رڑکی چلا گیا ہے

خبر ملی کہ بریلی کی فوج شاہجہانپور میں مقیم ہے۔

۲۶ر جون:۔ بھوپال سے ایک سو سپاہی اور دوسرے مقامات سے تقریباً دو سو سپاہی آج شہر میں داخل ہوئے۔ بادشاہ نے انہیں باریابی عطا فرمائی۔ بنارس سے بھی ایک شخص آیا جسے شہر کے باہر قیام کرنے کا حکم ملا۔ پیدل فوج کی دو پلٹنیں، ۲۰۰ سوار اور دو توپیں اس غرض سے بھیجی گئیں کہ مہاراجہ جیندھ کی فوجوں کو مصروف پیکار رکھیں۔ مرزا مغل آج دہلی دروازہ سے آتے ہوئے بگھی میں سے گر پڑے۔ انہیں خفیف سا زخم پہنچا۔ خبر پہنچی کہ گوالیار کی کچھ فوج اپنے افسروں کو قتل کرنے کے بعد دہلی آرہی ہے۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ جو فوجیں انگریزوں سے لڑنے کے لیے گئی تھیں وہ واپس لوٹ آئی ہیں اسلیئے کہ ہوا کا رُخ ان کے موافق نہ تھا۔ بادشاہ نے حکم جاری کیا کہ چونکہ فوجیں انگریزوں کو نکالنے میں ناکام رہی ہیں اس لیئے انہیں شہر چھوڑ کر کہیں چلا جانا چاہیئے۔

۲۷ر جون:۔ آج صبح ہی سے قدسیہ باغ اور عیدگاہ میں جنگ شروع ہوگئی اور تمام دن جاری رہی۔ اس میں بہت سے سپاہی کام آئے۔ ٹانگیت سے ایک چٹھی آئی جس میں درج تھا کہ جیندھ کی فوجوں کو شکست ہوگئی ہے۔ جوپل وہ تیار کر رہی تھیں اسے توڑ ڈالا گیا ہے اور یہ کہ دہلی کی فوجیں کل واپس آجائینگی حکیم احسن اللہ کو حکم دیا گیا کہ بارود سازی کا کارخانہ بیگم شمرو کے مکان سے کہیں اور منتقل کردیا جائے۔ چار سو سپاہی کشمیری دروازہ کے باہر جمع ہوئے انگریزی توپ خانہ شدت سے گولہ باری کررہا تھا۔ سُننے میں آیا کہ انگریزی افواج کا کمانڈر انچیف آج صبح جنگ میں مارا گیا ہے اور یہ کہ اس کی لاش کشمیری دروازہ کے سامنے دفن کردی گئی ہے۔ یہ بھی سُننے میں آیا کہ انگریزوں اور گورکھوں کے درمیان جنگ برپا ہوگئی۔ گوالیار کی فوج کے تیس سپاہی شہر میں آئے۔

اور اطلاع دی کہ ہم گوالیاری فوج کے ہراول ہیں۔ انہیں شہر کے باہر خیمہ زن ہونے کا حکم ملا۔ بادشاہ نے مرزا مغل کو اطلاع دی کہ شاہی خزانہ خالی پڑا ہے اور فوج کو مزید تنخواہ نہیں دی جائیگی۔ باغپت کی فوج واپس آگئی اور کہا کہ ہم تھانہ دار اور متصدی کو بھی اپنے ساتھ لے آئے ہیں کیونکہ یہ دونوں انگریزوں کو سامانِ خوراک مہیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ جو فوجیں باغپت کی حفاظت کے لیئے بھیجی گئی تھیں۔ انہوں نے شہر کو لوٹ لیا۔ آج انگریز شہر کے دمدمے کو اُڑا دینے سے قاصر رہے۔ انہوں نے اس مقصد کے حصول کے لیئے کسٹم ہاؤس میں سرنگیں بچھادی تھیں۔[۱]

۲۸ رجون:۔ شہر کے تمام عمائدین آداب بجالانے کی غرض سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مرزا مغل کے پاس سے چٹھی موصول ہوئی جس میں لکھا تھا کہ سپاہیوں میں ۲۵ ہزار روپئے تقسیم کردیئے گئے ہیں اور ابھی ان کے پچیس ہزار روپئے اور باقی ہیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ واجب الادا رقم بھیجدی جائے۔ آج ایک شخص پکڑا گیا جو محل میں انگریزوں کے اشارہ سے سرنگ لگا رہا تھا۔[۲] اسے سلیم گڑھ میں توپ کے مُنہ سے اُڑا دیا گیا۔ تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ چند گولے جو شہر میں آکر گرے ان سے کئی ایک آدمی مرگئے۔ فوج کے افسروں نے شکایت کی کہ ایام بارش میں شہر کے باہر قیام کرنے سے ہمیں سخت تکلیف ہوتی ہے بادشاہ نے دوران برسات میں انہیں شہر میں رہنے کی اجازت دیدی۔ جو فوجیں دہلی دروازے، لاہوری دروازے، اور ترکمان دروازے کے باہر قیام پذیر تھیں وہ سب کی سب شہر چلی آئیں اور کچہری، محمڈن کالج اور شہر کے مکانات

[۱، ۲] یہ بیان محض خیالی اور فرضی معلوم ہوتا ہے اس لیئے کہ انگریز شہر سے اتنے دور رہتے کہ اس قسم کی کوئی کارروائی نہیں کرسکتے تھے۔ ۱۲

میں رہنے لگیں۔ کوتوالی۔ قطب صاحب اور دوسرے مقامات میں جو گارڈ مقرر تھی اس کے سپاہیوں کو آج بادشاہ کے نام کے تمغے دیئے گئے۔

۲۹ رجون:۔ بادشاہ نے دربار منعقد کیا۔ جسمیں بے شمار آدمی موجود تھے کئی گھنٹے تک جنگ کی صورتِ حالات کے متعلق بات چیت ہوتی رہی نیمچ کی پلٹنوں کے افسروں نے اطلاع دی کہ دیسی فوج کی دو پلٹنیں ۶۰۰ سوار اور توپخانہ کی ایک باتری ایک لاکھ سے اوپر روپیئے کے ساتھ ہفتہ عشرہ میں دہلی پہنچ جائیگی۔ بریلی کے چند افسر آج بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ فوج ۳ دن کے اندر اندر پہنچ جائیگی۔ بالاگڑھ کے رئیس ولی داد خاں کے پاس سے چٹھی موصول ہوئی جس میں بریلی کی فوج سے ایک پلٹن اور چند توپوں کی امداد طلب کی گئی تھی۔ مگر اسے لکھدیا گیا کہ امن و امان قائم رکھنے کی غرض سے خود اسی کو فوج قائم کرنی چاہیئے۔ بیگم شمرو کے باغ کے متصدی مٹھن لال کو اطلاع ملی کہ اسکی مالکہ کی تمام جائداد ضبط کرلی گئی ہے اور یہ کہ آئندہ سے کرایہ وغیرہ شاہی خزانہ میں داخل کیا جائیگا۔ پلٹنوں کے افسروں کے نام چٹھی لکھی گئی کہ لکھمی پت سیٹھ کے مکان پر گارد بٹھادیا جائے اس لیئے کہ اسے سپاہی ایک مرتبہ لوٹ چکے ہیں۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ دریائے جمنا کے کنارے جس قدر لکڑی پڑی ہوئی تھی اسے سپاہی بطور ایندھن استعمال کر رہے ہیں۔ اس کو روکنے کی غرض سے احکام نافذ ہو گئے شاہدرہ کی کوتوالی کے تھانہ دار نے اطلاع دی کہ بریلی کی فوجیں کل پہنچ جائیں گی۔ رسد کا انتظام کرنے کے متعلق احکام نافذ ہو گئے۔ بنارس کی پلٹنوں کے افسر بھی باریابی کے وقت موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری فوجیں صفدر جنگ کے مقبرہ میں مقیم ہیں اور احکام کی منتظر ہیں۔ ان سے کہدیا گیا کہ تا صدور احکام وہیں رہیں اور یہ کہ ان کے لیئے رسد کا سامان وہیں بھیجدیا جائے گا۔ چاندنی چوک کی چند دکانوں سے

چار سو روپئے بطور کرایہ وصول ہوئے جنہیں شاہی خزانہ میں داخل کر دیا گیا۔
ایک شخص اس علت میں گرفتار ہوا کہ اس کے پاس سے کچھ میگزین کا سامان برآمد
ہوا تھا۔ راجہ ناہر سنگھ والی بلب گڑھ کی عرضی موصول ہوئی جس میں اپنے چچازاد
بھائی نول سنگھ کے مال و متاع منگوانے کی درخواست درج تھی۔ چنانچہ اجازت
دے دی گئی۔ کانپور سے بیس سوار آئے اور اطلاع دی کہ گزشتہ کئی دن سے
انگریزوں اور دیسی فوجوں کے درمیان نہایت زور کے معرکے ہو رہے ہیں۔ بالآخر
تمام انگریزوں کو قتل کر دیا گیا۔ اور شہر اب دیسی فوجوں کے قبضہ میں ہے۔ مرزا
مغل نے اپنے مکان میں جنگی کونسل منعقد کی۔ افواہ تھی کہ چار سپاہیوں کی جامہ تلاشی
لی گئی جو انگریزی کیمپ کا معائنہ کر رہے تھے۔ انہوں نے انگریزوں سے کہا کہ جو آدمی
فصیلوں کی سرنگ اڑانے کے لیے بھیجا گیا تھا وہ سرنگ کے پھٹ جانے کی
وجہ سے ہلاک ہو گیا ہے۔ اس پر چاروں جاسوسوں کو نشانۂ بندوق بنا دیا گیا۔
نواب جھجر کی افواج نے جہاد میں شامل ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ پولیس کے
تمام اسٹیشنوں پر فوجی گارد بٹھا دیے گئے۔

۳۰ رجون:۔ سبزی منڈی پر انگریزوں سے مقابلہ ہوا۔ جو افسر لڑائی
میں شریک تھے وہ بادشاہ کے دربار میں بھی موجود تھے۔ انہوں نے اپنی وفاداری
کا یقین دلایا اور کہا کہ ہم حتے الامکان انگریزوں کا مقابلہ کیے جائیں گے۔ انہوں
نے سپاہیوں کی بہادری کی بہت تعریف کی۔ پانچ سو مجاہد انگریزوں کے پاس
سے ایک ہاتھی چھین کر آئے اور اسے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ ایک
شخص کشمیری دروازہ کے قریب بیٹھا سرنگ کھود رہا تھا اسے گرفتار کر لیا گیا۔
اور کوتوالی کے سامنے درخت پر سولی دیدی گئی۔ بذریعہ اعلان منادی کر دی
گئی کہ انگریزوں کے تمام ہوا خواہوں کے ساتھ یہی برتاؤ کیا جائیگا۔ ایک شخص

فقیر کے بھیس میں اجمیری دروازہ کے قریب گرفتار ہوا اور اسے جاسوس سمجھکر فوراً قتل کر دیا گیا۔ افواہ تھی کہ ۲۰۰ انگریزوں کے دستہ نے محلہ تیلی واڑہ۔ دھیرج کی پہاڑی اور سید پورہ میں آگ لگا دی ہے۔ اور تمام مقامات کو خاکستر کر دیا ہے۔ ایک انگریز لاہوری دروازہ کے قریب آیا اور سنتری پر پستول چلا کر واپس چلا گیا۔ آج زبردست آندھی چلی جس کی وجہ سے جمنا کا پُل گر گیا۔ مال و اسباب کی کئی ایک گاڑیوں کو جو لبب گڑھ جا رہی تھیں اس شبہ پر پکڑ لیا گیا کہ کہیں ان میں سامان حرب نہ ہو۔ انہیں واپس شہر میں لے گئے۔ اور تلاشی لی گئی۔ مگر جب کچھ نہ نکلا تو انہیں رہائی دیدی۔ بریلی کی فوج کے متعلق خبر ملی کہ وہ غازی آباد آ گئی ہے۔

یکم جولائی:۔ حکیم احسن اللہ خاں، نواب حسن علی خاں وغیرہ اور چند سردار بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بیجا بائی کے پاس سے دو قاصد آئے اور بادشاہ کو ایک لاکھ روپے کی نذر پیش کی قاصدوں نے شکایت کی کہ گوجروں نے فرید آباد کے قریب ہم سے چٹھی چھین لی جسے ہم آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی غرض سے لائے تھے اور یہ کہ انہوں نے اسے پھاڑ ڈالا۔ پُل ٹوٹ جانے کی وجہ سے دہلی کی فوج شہر میں نہ آ سکی چار سو قلی اور سفر مینا کی دو کمپنیوں کو پل مرمت کرنے کی غرض سے روانہ کیا گیا۔ مرمت کا کام میر فتح علی کے سپرد ہوا۔

خان حسن علی نے اطلاع دی کہ چھ گولے شہر سے انگریزی کیمپ میں پھینکے گئے ہیں جن میں سے تین تو بڑی سڑک پر اور ایک کیمپ میں پھٹا۔ حکم ہوا کہ دیسی باٹریوں کو ۱۰۰ گولے بھیج دیئے جائیں۔ شہر پر شدت کی گولہ باری ہوتی رہی۔ آبادی کا نقصان جان بہت ہوا۔ انگریزی گولہ باری زیادہ تر اس باٹری کے خلاف کی جا رہی تھی جسکا انتظام کالے خاں کے ہاتھ میں تھا۔ دو توپچی اور چند اشخاص قتل ہوئے۔ ایک بندوق بالکل ناکارہ کر دی گئی۔ انگریزی حملہ کی توقع کی جا رہی ہے۔ بادشاہ نے تمام لیڈروں

کو بلایا اور دروازہ کے باہر انگریزوں سے مقابلہ کرنے کی غرض سے فوج بھیجنے کے لیئے حکم دیا۔ چنانچہ چند ہزار سپاہی شہر سے باہر نکلے اور عیدگاہ پر جم گئے۔ نصیر آباد کی فوج باتریوں میں بھاری توپیں چڑھانے کے کام میں مصروف تھی۔ منشی کشن لال چوکیداروں کے بخشی مقرر ہوئے۔ پل کے متعلق اطلاع ملی کہ کل بریلی کی فوج اس پر سے گزر سکے گی۔ محمد قلی خاں کو فوج کا استقبال کرنے کا حکم ملا۔ نواب بہادر جنگ نے نواب جھجر سے فوج کی تنخواہ ادا کرنے کی غرض سے ۶ ہزار روپے قرض لیئے۔ سبزی منڈی کے مکانات گرانے کا حکم دو آدمیوں کو دیا گیا۔

۲ رجولائی:۔ نواب احمد قلی خاں بریلی والی فوج کا استقبال کرنے کے لیئے گئے۔ حکیم احسن اللہ خاں۔ جنرل صمد خاں۔ ابراہیم علی خاں۔ غلام علی خاں اور چند اور افسر بھی موجود تھے۔ محمد قلی خاں اور بریلی کی فوج کے کمانڈر محمد بخت خاں[۵] نے فوج کو مصروف رکھنے کے متعلق احکام حاصل کیئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ شہر کے باشندوں کو نہ لوٹا جائے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میرے احکام دینے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس لیئے کہ ان کی کبھی تعمیل نہیں کی جاتی، اور نہ کوئی آدمی میرے پاس ایسا ہے جو ان پر عمل درآمد کرائے۔ لیکن میرا حکم یہ ہے کہ کوئی انگریز زندہ نہ رہنے پائے۔ محمد بخت خاں نے کمانڈر انچیف کے طور پر اپنی خدمات پیش کیں تاکہ فوج میں ڈسپلن قائم کیا جا سکے۔ بادشاہ نے ان سے اظہار مودت و دوستی کے لیئے مصافحہ کیا۔ فوجوں کے پاس واپس جا کر بخت خاں نے صوبہ داروں کو اطلاع دی کہ بادشاہ نے میری خدمات کو منظور کر لیا ہے اور ان سے پوچھا کہ تم کس کے احکام ماننا چاہتے ہو۔ سب صوبہ داروں نے محمد بخت خاں کے ہاتھ پر اطاعت کے حلف اٹھائے۔ دربار کے بعد بادشاہ نے جنرل کو تخلیہ میں باریابی دی۔ جنرل نے کہا کہ میں بھی آپ ہی کے خانوادہ سے ہوں اور بادشاہ

[۵] بخت خاں توپخانہ کی سیدانی باتری کا سب سے بڑا دیسی افسر تھا۔ اسکے ماتحت تمام توپچی ہندوستانی تھے یہ باتری ذرا مشہور تھی۔ (بقیہ صفحہ میں د

سے کہا کہ اپنا اطمینان کرنے کی غرض سے آپ تحقیقات فرما سکتے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے اس لیئے کہ اس وقت جنرل سے اور کوئی بڑا آدمی موجود نہیں ہے۔ جنرل نے جواب میں عرض کیا کہ" میں بہادر کے خطاب کا حق دار ہو جاؤں گا اگر میں دہلی اور میرٹھ سے انگریزوں کو نکالنے میں کامیاب ہو گیا" نواب عبدالرحمٰن خاں والی جھجر کے داروغہ کو حکم ملا کہ کلاں محل نوجوں کے لیئے خالی کر دو۔ اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔ جنرل بخت خاں نے شاہزادہ مرزا مغل کے یہاں جا کر ملاقات کی اور بہت دیر تک مشورہ کرنے کے بعد واپس آ گئے۔ محمد بخت کو جنرل کا خطاب دیا گیا۔ اور ساتھ ہی ایک ڈھال اور تلوار بھی عطا ہوئی اور انہیں تمام افواج کا کمانڈر انچیف مقرر کر دیا گیا منادی کرا دی گئی کہ پلٹنوں کے تمام افسروں کو ہدایت لینے کی غرض سے محمد بخت خاں کے پاس جانا چاہیئے۔ مرزا مغل ایڈجوٹنٹ جنرل مقرر ہوئے محمد بخت نے بادشاہ سے کہہ دیا کہ اگر کسی شاہزادہ نے شہر کو لوٹنے کی کوشش کی تو میں اس کی ناک اور کان کٹوا دوں گا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ" تمہیں پورے اختیارات حاصل ہیں جو بہتر سمجھو کرو" اس حکم کی مطابقت میں شہر کے کوتوال کو اطلاع دیدی گئی کہ اگر شہر میں مزید لوٹ مار ہوئی تو تمہیں پھانسی پر چڑھا دیا جائیگا۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۵۱) اس لیئے کہ پہلی جنگ افغانستان میں وہ سیل کے ماتحت اپنی کارگزاری دکھا چکی تھی۔ اعزاز کے طور پر اُس کی توپوں پر پھولوں کا محراب نما تاج بھی رکھ دیا گیا تھا۔ بخت خاں جلال آباد میں اس بائری میں کام کر چکے تھے۔ غدر کے بعد ان کی بہت تلاش کی گئی لیکن کہیں پتہ نہ چلا۔ وہ جنگ میں کام نہیں آئے ورنہ ہمیں اسکی خبر ملتی۔ ایک دو توپیں بھی حاصل نہیں ہوئی۔ ممکن ہے کہ وہ کسی دن دستیاب ہو جائیں
(یادداشت نوشتہ جی۔ ایچ۔ ایم۔ رکیٹس۔ سی۔ پی)

اور جو سپاہی لوٹتے ہوئے پکڑے جائیں ان کو گرفتار کر لیا جائے۔ بخت خاں نے اطلاع دی کہ شہر کے باہر میں حسبِ ذیل فوج کے ساتھ لڑنے کے لیئے تیار ہوں:۔

چار پیدل فوجیں۔

سات سو سوار

چھ بھاری توپیں جنھیں کھینچنے کے لیئے گھوڑے استعمال کیئے جاتے ہیں۔

تین میدانی توپیں

چودہ ہاتھی

تین سے زائد گھوڑے جنہیں ہاپڑ کے سرکاری اصطبل سے حاصل کیا گیا ہے۔

ایک سو مجاہدین۔

فوج کو چھ مہینے کی پیشگی تنخواہ دے دی گئی۔ محمد بخت خاں نے کہا کہ میرے پاس چار لاکھ روپئے موجود ہیں اور کہا کہ میں اب بادشاہ کو مزید امداد حاصل کرنے کی غرض سے تکلیف نہ دوں گا اور اگر میری فوجیں کامیاب ہوئیں تو میں زائد روپیہ خزانہ میں داخل کردوں گا۔ بادشاہ نے بریلی کی فوج کی ضیافت کے لیئے چار ہزار روپئے دیئے۔ فوجی دستوں کے تمام کمانڈروں کو حکم دے دیا گیا کہ جنرل بخت خاں سے احکام حاصل کریں۔ آگرہ کی فوج کے نام بھی اسی قسم کے احکام نافذ کیئے گئے جنرل نے منادی کرادی کہ تمام دکانداروں کو اپنے ہتھیار اپنے پاس رکھنے چاہئیں۔ جن اشخاص کے پاس ہتھیار نہ ہوں وہ ہیڈ کوارٹرز سے طلب کر سکتے ہیں اور کسی حالت میں مکانوں کو غیر مسلح حالت میں نہ چھوڑا جائے۔ جو سپاہی لوٹ مار کرتا ہوا پکڑا جائے گا اسکے ہتھیار اس سے چھین لیئے جائیں گے۔ جن اشخاص کے پاس گولہ بارود کا سامان ہو انہیں چاہیئے کہ وہ میگزین کے حوالہ کردیں ورنہ سخت سزادی جائیگی۔ پولیس کو حکم دیا گیا کہ جنرل کے دربار میں شہر دہلی کے تمام عمائدین

کو شریک ہونے کے لیئے کہا جائے۔جنرل نے میگزین کا معائنہ کیا اور حکم دیا کہ گولہ بارود، ذخائر اور سامان اسلحہ کو باقاعدگی سے ترتیب دیا جائے۔شکایات کی گئیں کہ رائے رام سرن داس (ڈپٹی کلکٹر) کے مکان کو لوٹ لیا گیا ہے۔خبر ملی کہ راجہ بیکانیر کے چھ ہزار سپاہی ہانسی حصار آ گئے ہیں اور انہوں نے حملہ کر کے بہت سے سپاہیوں کو مار ڈالا ہے اور ان مقامات میں امن وامان قائم کر دیا ہے۔ وہ سپاہی عنقریب رہتک جانے والے ہیں۔حصار اور سرسہ کی درمیانی ڈاک کا انتظام از سرِ نو جاری ہو گیا ہے۔لکھنؤ سے خبر پہنچی کہ یہاں کی فوجیں بگڑ گئی تھیں اور یہ کہ انہوں نے مچھلی بھون میں تمام انگریزوں کو گھیر لیا ہے۔ گوالیار سے اطلاع ملی کہ فوجی دستے بغاوت کرنا چاہتے تھے۔مگر جیاجی راؤ سنگھ کے اثر سے باز رہے جنہوں نے فوج کو نصیحت کی کہ دہلی کی باغی فوج کے ساتھ نہ ملو اور میرے ساتھ رہو۔رات کے آٹھ بجے جنرل بخت خاں نے بادشاہ سے ملاقات کی اور ان کے ساتھ اور زینت محل، حکیم احسن اللہ خاں اور احمد قلی خاں کے ساتھ بہت دیر تک مشورہ کرتے رہے۔

۳ جولائی:۔ راجہ احمد سنگھ کے بیٹے حسن علی خاں اور دوسرے سردار بادشاہ کے دربار میں شریک ہوئے۔شہر والوں کی طرف سے بادشاہ کی خدمت میں عرضی پیش کی گئی جس میں یہ شکایت درج تھی کہ جنرل بخت خاں نے ہمیں اپنے گھر پر بلایا اور طلبی کے سمن پولیس کی وساطت سے بھیجے جس سے ہمیں تکلیف پہنچی اور ہماری سخت توہین ہوئی۔انہوں نے عرض کیا کہ حکم کو واپس لے لیا جائے اور وعدہ کیا کہ اگر ہماری ضرورت ہو اور ہمیں چٹھی کے ذریعہ بلایا جائے تو ہم بالضرور حاضر ہوں گے۔جنرل سے جواب طلب کیا گیا۔انہوں نے کہا کہ میں نے شہر کے مہاجنوں کو طلب نہیں کیا تھا بلکہ پولیس کو ان کے پاس اس غرض سے بھیجا تھا کہ وہ

اپنے تئیں مسلح رکھیں۔ آج کے دن بادشاہ نے بخت خاں کے نام احکام جاری کئے کہ میرے ملازمین کو تنخواہ دینے کا انتظام کیا جائے۔ جنرل کو اختیار دیا گیا کہ لوٹنے والے اشخاص پر جرمانہ کردو اور مظلوم اشخاص کو تاوان دلاؤ۔ سول انتظام پولیس اور مالگزاری کے انتظامات بھی انہی کے ہاتھ میں دے دئے گئے۔ ایک حکم کے ذریعہ شاہزادگان کو تمام فوجی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا گیا۔ چوتھے رسالہ کے ایک سوار نے آکر اطلاع دی کہ انگریزی کیمپ کے دو انگریزوں نے میرا تعاقب کیا تھا جن میں سے ایک کو تو میں نے مار گرایا مگر دروازے کے گارد نے میرے ہتھیار اور گھوڑا چھین لیا ہے۔ اس نے یہ بھی اطلاع دی کہ مہاراجہ پٹیالہ نے انگریزوں کیلئے ۲۰۰ گاڑیاں اجناس خوراک کی بھیجی ہیں جو ابھی راہ ہی میں ہیں۔ ان کو راستہ ہی میں لوٹ لینے کی غرض سے دو پیدل فوجیں، توپخانہ کی ایک باتری اور چند سوار بھیجے گئے جنرل نے بادشاہ سے خیموں کی مرمت کے لیئے منظوری مانگی۔ جامع مسجد اور لال ڈگی کے قریب بیس ہزار فوجیں پریڈ کے لیئے جمع ہوئیں۔ نائب کوتوال خدابخش خاں بھی پریڈ میں آیا اور فوجوں کے لیئے ایک حکم لایا کہ حالت تیاری میں کھڑی رہیں۔ اس کے بعد وہ کشمیری دروازہ، سلیم گڑھ اور لاہوری دروازہ میں سے ہوتی ہوئی نکلیں اور ٹھہر گئیں۔ جنرل اپنے اسٹاف سمیت محل میں چلے گئے۔ ان کے ساتھ دو یورپین سارجنٹ بھی تھے۔ جنرل نے کہا کہ یہ دونوں یورپین بریلی سے ساتھ ہو گئے ہیں اور بہت مفید ثابت ہوئے ہیں۔ یہ بھی بیان کیا گیا کہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ ہندوستانیوں کو بریلی میں توپ کے منہ سے نہیں اُڑا دیا گیا۔ انہیں حکم دیا گیا کہ سلیم گڑھ کشمیری دروازہ اور لاہوری دروازہ جائیں اور باتریوں کا معائنہ کرنے کے بعد رپورٹ پیش کریں۔ خبر ملی کہ گوڑگاؤں کا کلکٹر جے پور سے متفرق فوج لیکر آرہا ہے اور راستہ میں بھور کے تین دیہات کو خوب

سزا بھی دی ہے۔ کیونکہ یہ دیہاتی باغیوں سے مل گئے تھے۔ ایک جاسوس کی زبانی یہ خبر معلوم ہوئی کہ انگریزی فوج کی تعداد ۹ ہزار کے قریب ہے۔ خبر ملی کہ صوبجات شمال مغربی کے لفٹنٹ گورنر نے سیٹھ لکھمی پت (متھرا) کو ۲۰ لاکھ روپئے کے لیئے لکھا ہے۔ اس نے جواب میں یہ تحریر کیا ہے کہ میرے پاس سونا تو موجود ہے لیکن چاندی نہیں ہے۔ اس کی بھی خبر ملی کہ کالپی اور اودے پور کی فوجوں نے بغاوت کردی ہے۔ اپنے افسروں کو مار ڈالا ہے اور اب وہ دہلی کی جانب کوچ کر رہی ہے۔

۴ رجولائی:۔ مرزا خضر سلطان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ شاہزادے شہر کی آبادی کو سخت تکلیف دے رہے ہیں جنرل بخت خاں کو فرزند کا خطاب[1] عطا ہوا۔ احمد سنگھ کے صاحبزادگان حسن علی خاں اور حامد علی خاں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور راجہ بلب گڑھ کے وکیل مولوی احمد علی کو خط لکھا گیا اور پوچھا کہ فخرالدین کی گاڑی کو راجہ کی عملداری میں کیوں لوٹ لیا گیا۔ جنرل بخت خاں نے منادی کرادی کہ تمام باشندے چاندنی چوک میں جمع ہو جائیں جہاں انہیں ایک حکم پڑھکر سنایا جائیگا جو دو پلٹنیں ذخیرہ اجناس حاصل کرنے کی غرض سے بھیجی گئی تھیں وہ دو گاڑیاں لیکر واپس آگئیں جنہیں اُنہوں نے گرفتار کرلیا تھا۔ پٹیالہ کے نو سوار مارے گئے۔ علی پور میں بھی باتری لگادی گئی۔ رات کو انگریزوں نے حملہ کیا جس میں ۸۰۰ باغی مارے گئے۔ حکم سُننے کی غرض سے ۲ ہزار آدمیوں کا اجتماع ہوا۔ لیکن جنرل کے واپس آنے سے پہلے ہی لوگ منتشر ہوگئے۔ دھام پور اور نگینہ کے چار سو سپاہی شاہی فوج میں شامل ہونے کی غرض سے آئے جنہیں مسجد فتحپوری میں ٹھہرایا گیا۔

[1] سب سے پہلے شاہ عالم نے یہ خطاب عطا کیا تھا۔ ۱۲

۵ رجولائی :۔ بادشاہ نے حکیم احسن اللہ خاں کو باریابی دی۔ بہادر شاہ (مرحوم شاہ دہلی) کے بیٹے مرزا بلاقی کی بیوی ایمان بیگم بھی موجود تھیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ گزشتہ رات کو ابوبکر نشہ کی حالت میں چند سوار لیکر میرے مکان پر آئے اور مجھے پکڑنا چاہا۔ انہوں نے بندوقوں اور پستولوں سے چند فیر بھی کئے اور محلہ کے کئی ایک آدمیوں کو خوب زدوکوب کیا۔ پولیس پہنچ گئی مگر ابوبکر نے کوتوال پر تلوار سے حملہ کیا اور اسے گرفتار کرکے تحویل میں رکھا۔ پھر اس کی بے عزتی کی اور بالآخر میرے مکان کو لوٹ لیا۔ بادشاہ اس واقعہ سے بہت ناخوش ہوئے اور شاہزادہ کو تمام فوجی اعزاز سے محروم کردیا۔ بادشاہ نے یہ بھی حکم دیا کہ کوئی شاہزادہ دربار میں شریک نہ ہونے پائے۔ انہوں نے تمام سرداروں کے نام احکام بھیجدیئے کہ تمام شاہزادگان عتاب میں ہیں اور اگر وہ لوٹتے ہوئے دیکھے جائیں تو ان سے معمولی آدمیوں کا سا سلوک کیا جائے۔ اس کی منادی کردی گئی کہ خاص کانسٹیبل اگر احکام کے مطابق کارروائی نہ کریں گے تو ان کے متعلق یہ سمجھا جائے گا کہ وہ سلطنت کے خلاف مجرم ہیں۔ جوناپور (۹) سے باغیوں کی پانچ کمپنیاں آئیں اور اطلاع دی کہ مان سنگھ نے ۵ ہزار سپاہی جمع کیے ہیں جو ہر طرح سے مسلح ہیں اور انہیں جنرل بخت خاں کے زیر قیادت دیدیا ہے۔ خبر ملی کہ انگریزوں نے چندراولی کے مقام میں اپنی باتری نصب کی ہے جنرل بخت خاں نے ذخائر پر قبضہ کرنے کی غرض سے فوج بھیجی جس نے ۲۰ گاڑیاں گرفتار کیں۔ وہ ضیاء الدین کے باغ تک پہنچی ہوگی کہ انگریزوں نے سپاہی بھیجکر پھر انہیں پکڑ لیا۔ نصیر آباد سے اطلاع آئی ہے کہ کرنیل لارنس آبو پہنچ گئے ہیں اور ان کی آمد سے باشندوں کے دل قوی ہوگئے ہیں۔ دھولپور کی حفاظت کے لیئے ایک ہزار سپاہی بھیجے گئے۔ یہ سپاہی جے پور کی فوج

کے تھے۔ اندور اور نواب جاؤرہ کی فوجیں حکم کے بغیر بھاگ گئیں۔ اطلاع ملی کہ مہاراجہ
ہندورا کے وکیل کے بیٹے کشوری لال بعارضۂ ہیضہ بیکانیر میں انتقال کر گئے۔ ملتان
سے خبر پہنچی کہ انگریزوں نے فوج سے ہتھیار لینے کی کوشش کی تھی مگر انہوں نے
ہتھیار دینے سے صاف انکار کر دیا اور انگریزوں کو دھمکی دی جس پر سب انگریز
فرار ہو کر قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اور سپاہی لاہور چلے گئے۔

۶ رجولائی:۔ بہادر گڑھ کے نواب بہادر علی خاں نے ۱۱ روپے کی
نذر پیش کی اور شکایت کی کہ میرے بزرگوں کی جائداد پر بہادر جنگ خاں
نے قبضہ کر رکھا ہے اور کہا کہ میں اب انصاف چاہتا ہوں۔ یعقوب علی خاں
نے بھی نذر پیش کی۔ باغی فوج کے افسر بھی دربار میں موجود تھے۔ انہوں نے
کہا کہ نہر ہینڈن کے پل کی حفاظت کے لیئے ایک دستہ بھیجا گیا تھا لیکن رسد
نہ ملنے اور سخت بارش ہونے کے باعث وہ لوٹ آیا۔ اس بات کی بھی شکایات
کی گئیں کہ جنرل نے اپنی فوج کے لیئے تو رسد کا انتظام کر لیا ہے مگر باقی فوج کے
لیئے کچھ نہیں کیا۔ بادشاہ نے شکایت کرنے والے اشخاص کو جنرل کے پاس
بھیج دیا۔ بادشاہ نے مرزا عبداللہ اور دوسرے شاہزادوں کو ان کی خراب روش
پر سب کے سامنے سخت سرزنش کی اور انہیں حکم دیا کہ جتنا روپیہ تم نے مہاجنوں
سے زبردستی وصول کیا ہے وہ واپس کرو ورنہ تمہارے وظیفے بند کر دیے جائینگے
پہاڑ گنج کے سابق تھانیدار اور حید حسن خاں کی طلبی ہوئی اور انہیں حکم ہوا کہ جو مال
تتنے لوٹا ہے اسے دیدو ورنہ سخت سزا دی جائیگی۔ جنرل کے پاس سے دو عریضے
موصول ہوئے جن میں اُن تکالیف کا ذکر درج تھا جو افواج کو ناموافق موسم کی وجہ
سے اُٹھانی پڑ رہی ہیں۔ سیٹھ ماہ سنگھ کو چپڑاسی بہم پہنچانے کا حکم ہوا۔ دہلی کی مقیم فوجوں
کے متعلق حکم ہوا کہ تنخواہ کا حساب تیار کرنے کی غرض سے ان کی روزانہ فرد آنی

چاہیئے۔ سلیم گڑھ کے ایک سپاہی کا سر توپ کے گولہ سے اڑ گیا۔ حکم ہوا کہ تمام مسلح آدمیوں کو دیوانِ خاص سے نکال دیا جائے۔ جو اشخاص پگڑی پہنے ہوئے نہ تھے انہیں بھی نکال دیا گیا۔ اس لیئے کہ ان کی موجودگی اچھی معلوم نہ ہوتی تھی۔ دوسرے بادشاہ کے احترام میں فرق آتا تھا۔ چوتھے رسالہ کا رسالدار احمد خاں چند سواروں کی ہمراہی میں انگریزی فوج سے بھاگ کر چلا آیا۔ اس کے پاس ہزار ہا روپیے تھے۔ وہ شام کو دہلی میں داخل ہو گیا۔ بادشاہ نے جنرل بخت خاں کو بلوایا، مگر کام کی غیر معمولی مصروفیت کے باعث وہ حاضر ہونے سے معذور رہے۔ بادشاہ نے احمد قلی خاں کے پاس ایک تعویذ بھیجا اور کہوایا کہ اس پر لوہے کا خول منڈھوا لو اور اپنی بانہہ پر باندھ لو انشاء اللہ خدا فتح دے گا۔ اطلاع ملی کہ یورپین فوجوں کی تین کمپنیاں آگرہ سے روانہ ہو گئی ہیں اور آج شام کو صفدر جنگ کے مقبرہ میں پڑاؤ ڈالیں گی اور صبح کے وقت علی پور چلی جائینگی بادشاہ نے آسوڑ (؟) کی باتری کا معائنہ کیا اور انتظامات کا مشاہدہ کیا۔ دو سپاہی اس غرض سے جے پور بھیجے گئے کہ معلوم کریں کہ آیا بمبئی سے کوئی فوج آرہی ہے؟ تمام فوج کو حکم ملا کہ پریڈ کے لیئے حاضر ہو جائے۔ انگریزی فوج کے تین جاسوس جنرل بخت خاں کے روبرو پیش کیئے گئے جنہیں وہیں کے وہیں قتل کر دیا گیا۔ دو آدمی جو میلے کچیلے تھیلے میں برانڈی کی بوتلیں لے جا رہے تھے۔ گرفتار کیئے گئے۔ انگریزی کیمپ کا ایک ہاتھی بھی گرفتار ہوا اور شہر میں لایا گیا۔ پولیس کے تمام افسروں کے نام احکام نافذ ہوئے کہ محمد قلی خاں کو پورے اختیارات دیکر شہر کا مجسٹریٹ مقرر کر دیا گیا ہے۔

۷ رجولائی:۔ امین الدین خان، مرزا ضیاء الدین خان اور میر حامد علیخان بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ بلب گڑھ کے رئیس ولی داد خاں کے

پاس سے ایک چٹھی موصول ہوئی جس میں یہ درج تھا کہ بلند شہر کے کلکٹر اور چند سو یورپین سپاہیوں نے مجھ پر حملہ کیا لیکن میں نے بلب گڑھ سے بارہ میل کے فاصلہ پر مین پور کے مقام میں ان سب کو شکست دی اور ان کی تین توپوں پر قبضہ کرلیا، اور انہیں واپس قلعہ میں دھکیل دیا۔ چٹھی میں یہ بات بھی درج تھی کہ اگر بادشاہ کی طرف سے مجھے کچھ امداد مل گئی تو میں کلکٹر صاحب کا بالکل خاتمہ کردوں گا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ایک پلٹن اور ایک توپ بغرض امداد بلب گڑھ روانہ کی جائے۔ کوتوال کو حکم ملا کہ جنرل سے بات چیت کرکے کسٹم کا انتظام کرے۔ راجہ ناہر سنگھ والیٔ بلب گڑھ نے ایک ضروری مراسلہ بھیجا جس میں یہ لکھا تھا کہ نیمچ کی فوج نے مجھے لکھا ہے کہ میں سات سو من آٹا اور چنے اور دیگر اجناس تیار رکھوں کیا میں اس حکم کی تعمیل کردوں۔ لکھنؤ کے رسالہ کے ۷۰ آدمی آج شہر میں داخل ہوئے اور جنرل بخت خاں کی فوج کے ساتھ ملحق کردیئے گئے اعلیٰ ذات کے چند سپاہیوں نے بادشاہ سے شکایت کی کہ جنرل ہماری ضروریات پوری نہیں کرتے۔ انہوں نے درخواست دی کہ ہمیں مرزا مغل کی فوج میں داخل کردیا جائے، اور جو روپیہ ہم اپنے ساتھ لائے تھے وہ ہمیں واپس کردیا جائے۔ بادشاہ نے وعدہ کیا کہ آئندہ سے تمہارا پورا پورا خیال رکھا جائے گا۔ چنانچہ اس بارے میں احکام جاری ہوگئے اور یہ بات معرض تحریر میں آگئی کہ فوجوں کو ہر لحاظ سے قانع رکھنا چاہیئے۔ نواب بہادر جنگ خاں کے وکیل لچھمی نرائن کے نام حکم نافذ ہوا کہ فی الفور دو من افیون شہر میں بھیجدو۔ ادائگی قیمت کا وعدہ کرلیا گیا۔ دہلی دروازہ سے اجمیری دروازہ تک فوجوں کی پریڈ کی گئی جنرل نے سپاہیوں کے ساتھ نہایت شفقت کے ساتھ بات چیت کی اور انہیں ہر طرح سے اطمینان دلایا۔ بادشاہ کی طرف سے ہر پلٹن کے نام خاص پیغام

بھیجا گیا اور وہ یہ تھا کہ جو شخص میدان جنگ میں جائیگا اور کارہائے نمایاں کریگا اسے ۵ بیگہ زمین دیجائیگی اور اعزازی عہدہ بھی عطا ہوگا۔ پریڈ کے بعد جنرل میگزین گئے اور توپخانہ کا معائنہ کیا اور معائنہ سے اطمینان کا اظہار کیا۔ جنرل کے پاس سے بادشاہ کی خدمت میں دو عرضیاں موصول ہوئیں۔ پہلی کا مطلب یہ تھا کہ میں نے بلب گڈھ فوج بھیجنے کے متعلق افسروں سے گفتگو کی ہے اور نتیجہ زبانی عرض کرونگا۔ دوسری میں لکھا تھا کہ میں خود فوج کو تنخواہ دینے کا انتظام کرونگا۔ نیمچ کی فوج کے پاس سے خط آیا جسمیں لکھا تھا کہ ہم نے جیپور والی فوج پر فتح پائی ہے اور یہ کہ وہ فوج بھاگ گئی ہے۔ خط میں تحریر تھا کہ آگرہ کے قلعہ پر حملہ کرنے کی غرض سے سفرمینا کی ایک پلٹن اور چھ توپوں کی ضرورت ہے۔ یہ عرضی جنرل بخت خاں کے پاس روانہ کردی گئی۔ حکم ہوا کہ احمد قلی خاں کے پاس روزانہ پولیس کی رپورٹ آنی چاہیئے۔ حکیم احسن اللہ خاں نے شکایت کی کہ احمد قلی خاں کا درجہ مجھ سے بڑھا دیا گیا ہے۔ بادشاہ نے انہیں اطمینان دلایا اور حکم میں اتنی ترمیم کردی کہ آئندہ سے پولیس کی رپورٹ حکیم احسن اللہ خاں کے پاس آنی چاہیئے۔ اطلاع ملی کہ مارواڑ کے تین مہاجنوں اور ایک مسلمان انگریزوں نے گرفتار کرلیا ہے۔ اور مارواڑیوں کو تو رہائی دیدی گئی ہے مگر مسلمان کو گولی ماردی گئی ہے۔ اس کی بھی اطلاع ملی ہے کہ مہاراجہ پٹیالہ (مہاراجہ نرندرا سنگھ) نے جو پانچ لاکھ روپے انگریزی فوج کے لیئے بھیجے تھے وہ انگریزی لشکر میں بہ حفاظت تمام پہنچ گئے۔

۸ جولائی :۔ بادشاہ دیوان عام میں تشریف لائے اور دربار منعقد کیا افواج کی چار دن کی تنخواہ کے طور پر نو ہزار روپے مرزا مغل کے پاس بھیجے گئے حافظ نعمت اللہ خاں رئیس بریلی کے صاحبزادے خان بہادر خاں کا مراسلہ موصول ہوا جس میں لکھا تھا کہ میں بریلی اور شاہجہانپور پر تمام و کمال قابض ہوگیا ہوں۔

بادشاہ نے انہیں مبارکباد کے خلوط بھیجے۔ پشاور کی فوجوں کی جانب سے بھی مراسلہ موصول ہوا جس میں یہ اطلاع درج تھی کہ عنقریب دو ہزار سپاہی شاہی فوج میں آن ملینگے۔ مہتاب باغ اور لال ڈگی میں جو سوار مقیم تھے انہیں خان علی خان کے مکان میں جانے کا حکم ہو گیا۔ نام چند داس گوڑوالہ اور دوسرے دوکانداروں نے سعادت خاں کو گرفتار کرکے بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ اس نے ۲۰۰۰ روپے کی نذر دے کر رہائی حاصل کی۔ شاہزادہ جہان اکبر کے بیٹے محمد عظیم خاں نے سارسیر سے اپنے بال بچوں کو لانے کی غرض سے اس بنا پر مسلح امداد طلب کی کہ انگریز اس مقام کی طرف پیشقدمی کر رہے ہیں جنرل بخت خاں کو ہدایت کیگئی کہ مسلح امداد کا بندوبست کردیں۔ پانچ قصاب ایک چارپائی پر انگریزی کیمپ کے لئے گوشت لیجاتے ہوئے گرفتار ہوئے۔ انہیں وہیں سکہ میں قتل کر دیا گیا۔ اس وحشیانہ کاروائی کیوجہ سے شہر میں بے انتہا بددلی پیدا ہو گئی۔ اطلاع ملی کہ چالیس خلاصی چند توپوں کی معیت میں جنہیں کپتان لوئی نے فرید پور کے توپخانہ سے بھیجا تھا، انگریزی کیمپ میں پہنچ گئے ہیں لیکن ان میں سے دس آدمیوں نے فوج کو چھوڑ دیا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کی زبانی معلوم ہوا کہ نینی تال میں ۵۰۰ انگریز ہیں یہ کہ نواب رامپور نے مراد آباد اور امروہہ پر اور رئیس نجیب آباد نواب محمد خاں نے بجنور، دھام پور، نگینہ اور آدم پور پر قبضہ کر لیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ کرنیل لارنس آبو سے نصیر آباد آ گئے ہیں جہاں راجپوتانہ کے راجگان کے وکلا ان سے ملنے کے لئے آئے انہوں نے کہا کہ کرنیل نے راجہ پرتاب گڈھ سے ۱۰۰۰ سپاہی طلب کئے ہیں اور نواب جاورہ سے کہا ہے کہ نیمچ میں پڑاؤ ڈالکر ان کی حفاظت کریں۔ جودھپور سے بھی ۵۰۰ سوار اور پیدل سپاہی طلب ہوئے ہیں۔ خبر ملی ہے کہ راؤ تلا رام نے ڈکیتی کے جرم میں بیس گوجروں کے

سر قلم کر دیئے ہیں۔ یہ بھی خبر ملی کہ انگریز ابھی تک لکھنؤ میں ہیں اور اپنے گرداگرد سرنگیں بچھادی ہیں اور یہ کہ دریا کے قریب کی سرنگیں پھٹ گئی ہیں۔ انگریزی فوج بیلی گارد میں جمع ہو گئی ہے اور اس نے فیروز پور دروازہ کو مسلح کر دیا ہے اطلاع موصول ہوئی کہ بنارس اور الہ آباد میں بھی بغاوت رونما ہو گئی ہے اور یہ کہ الہ آباد میں اگرچہ انگریزوں کی حالت اچھی تھی مگر وہ قلعہ بند ہو گئے ہیں۔

۹ جولائی: دستور کے مطابق بادشاہ دربار میں تشریف لائے۔ نواب محبوب علی خاں کے چند رشتہ داروں نے چار چار روپے کی نذر پیش کی۔ شہر کے قصابوں نے شکایت کی کہ ہماری قوم کے پانچ آدمیوں کو قتل کر دیا گیا ہے، اور یہ کہ ہمیں حکم ملا ہے کہ اپنی دکانیں مت کھولو۔ مرزا مغل کو معاملے کی تحقیقات کا کام سپرد کیا گیا منادی کر دی گئی کہ جو شخص گائے ذبح کریگا اسے توپ کے منہ سے اڑا دیا جائیگا اور یہ کہ اگر کسی نے بکری ذبح کرنے پر اعتراض کیا تو اسے بھی سزا دیجائیگی، خبر مشہور تھی کہ جنرل بخت خاں نے دس ہزار فوج کیساتھ جسمیں سوار اور پیدل دونوں شامل تھے، انگریزوں پر حملہ کیا ہے، یہ کہ چھاونی میں ابھی تک جنگ برپا ہے، اور یہ کہ انہوں نے تیس ہزاری کے مقام کو انگریزوں سے چھین لیا ہے، جنرل بخت خاں نے سواروں اور پیدل فوج کے سپاہیوں کے ساتھ انگریزی کیمپ میں گھسکر حملہ کیا اور بہت سے افسروں اور سپاہیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ کہتے ہیں کہ توپچیوں نے جنرل بخت خاں کو پہچان لیا۔ اس معرکہ میں جہادی بھی شریک تھے انگریزی کیمپ کے ایک حصہ کو لوٹ لیا گیا اور جب توپچیوں نے یہ حالت دیکھی تو انہوں نے توپوں کا منہ سپاہیوں کیطرف پھیر دیا اور ان پر گولے برسائے جسکی وجہ سے بہت سے زخمی اور مقتول ہوئے اس دن کی فتح میں بیس گھوڑے، ستر اونٹ اور بہت سا قیمتی سامان ہاتھ آیا[1]۔ تیرہ سوار اور بارہ پیدل فوج کے سپاہی بھی

[1] ۔ اس بیان سے واضح نہیں ہوتا کہ مال غنیمت سپاہیوں کے ہاتھ لگا لیکن میرا خیال ہے کہ گھوڑے اونٹ اور قیمتی سامان انگریزوں کا

گرفتار ہوئے۔ چند یورپین جو محبوب علی خاں کی سرائے میں چھپے ہوئے تھے قتل کیئے گئے اور ان کے سروں کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا اور ان کی تشہیر کرائی گئی تاکہ لوگوں کو فتح کا ثبوت ملجائے۔ بادشاہ نے سروں کو دیکھ کر اظہار اطمینان کیا اور جن لوگوں نے ان یوربینوں کو قتل کیا تھا انہیں ۱۰۰ روپے بطور انعام عطا کیئے کالے خاں کے توپخانہ کے دو آدمی آج مارے گئے۔ اس لیئے کہ انہوں نے بزدلی کیوجہ سے توپچیوں پر گولہ چلانے سے انکار کر دیا تھا۔

۱۰ جولائی:۔ بادشاہ نے سلیم گڈھ کی باتری کا معائنہ کیا۔ نواب احمد ولی داد خاں نے درخواست پیش کی جسمیں محاصل جمع کرنے کی غرض سے امداد طلب کی گئی تھی۔ محمد بخت خاں کو حکم دیا گیا کہ فی الفور فوجوں کو روانہ کر دیا جائے تاکہ جن آسامیوں نے لگان ادا نہیں کیا انہیں سزا دیجائے۔ خزانچی نے اطلاع دی کہ خزانہ میں صرف ۵۷۰۰۰ روپے رہگئے ہیں۔ لکھنؤ کے رئیسوں فرزند علیخاں اور نذیر حسن علیخاں کے پاس سے چٹھیاں موصول ہوئیں جنمیں یہ خبر درج تھی کہ ہم نے اپنے مقام کے تمام انگریزوں کو قتل کر دیا ہے اور چند اضلاع پر جو کچھ دن پیشتر انگریزی عملداری میں شامل تھے قبضہ جما لیا ہے۔ چٹھی پڑھنے کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ مبارکباد کا خط روانہ کیا جائے۔ یہ خبر اڑی کہ انگریز مورچوں پر حملہ آور ہونے والے ہیں معلوم ہوتے ہی بہت سی پیدل فوج اور سوار بھیجدیئے گئے تاکہ مقابلہ کرنے کے لیئے وہ ہر وقت موجود رہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ انگریزوں نے کل کی لڑائی کے مقتولوں کو دفن کرنے کی غرض سے چند آدمی بھیجے تھے۔ جنرل بخت خاں نے زخمیوں کو لانے کے لیئے چند گھوڑے طلب کیئے۔ اس حکم کی تعمیل حکیم احسن اللہ خاں کو سپرد کیگئی جنرل بخت خاں کو حکم ملا کہ فی الفور چندراول میں کچھ فوج بھیجدیں تاکہ وہاں انگریزوں کو پل بنانے سے روکا جا سکے۔

۱۱ جولائی:- بادشاہ نے دربار منعقد کیا اور شہر کے عمائدین سے ملاقات کی اس کے بعد وہ مرزا مغل کے پاس گئے اور ایک گھنٹہ تک ان کی گفتگو کرتے رہے واپسی پر وہ محل میں تشریف لائے جہاں انہوں نے جنرل بخت خاں اور پچاس دیگر افسروں سے ملاقات کی جنرل نے اظہار افسوس کیا کہ حضور کی جانب سے مجھے عتاب کا خط موصول ہوا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میں نے اس قسم کا کوئی خط نہیں بھیجا۔ جنرل نے درخواست کی کہ آئندہ حضور کیطرف سے جسقدر چٹھیاں بھیجی جائیں ان پر شاہی مہر ثبت ہونی چاہیئے۔ بادشاہ نے تجویز کو منظور کرلیا ساتھ ہی اس درخواست کو درجہ منظوری عطا فرمایا کہ زخمی سپاہیوں کو پنشن دیجائے اور کچھ زمین بھی عطا ہو۔ بخت خاں نے اثنائے گفتگو میں ظاہر کیا کہ میں ضلع لکھنؤ کے موضع سلطان پور کا رہنے والا ہوں اور شاہ اودھ کے خاندان سے ہوں اور عرض کیا کہ اگر آپ کو میرے بیان میں کچھ شبہ ہو تو آپ تصدیق فرما سکتے ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تصدیق کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ مجھے آپکی شرافت و نجابت پر پورا یقین ہے۔ جنرل نے جواب دیا کہ میں تصدیق پر اس غرض سے زور دے رہا ہوں کہ جب انگریز دہلی، میرٹھ، آگرہ سے نکالدیئے جائینگے تو میں حسن خدمات کے معاوضہ کا طالب ہونگا۔ جنرل نے نواب عبدالرحمٰن سے کلاں محل خالی کردینے کے لیے کہا جسے فی الفور خالی کردیا گیا۔ اس کے بعد وہ مرزا مغل سے ملنے کے لیئے گئے جہاں وہ ان سے بہت دیر تک گفتگو میں مصروف رہے۔ ریواڑی کے راجہ کو حکم دیا گیا کہ وہ محاصل جمع کرکے خزانہ میں داخل کریں حکیم عبدالحق کو حکم ملا کہ شاہدرہ کے تھانہ دار کو مطلع کرنے کی غرض سے دس سوار بھیجیں کہ جو کوئی شخص انگریزی سکہ قبول کریگا اُسے سزا دیجائیگی۔ کانپور سے ۱۵ سوار آئے اور مرزا مغل سے عرض کیا کہ کانپور سے پانچہزار سپاہی دہلی روانہ ہوگئے ہیں

کوتوال کو حکم دیا گیا کہ ان کے استعمال کے لیئے جتنے خیمے مل سکیں مہیا کریں اور اسکی اطلاع کمانڈر انچیف کو دیدیں۔ بہر شنکر کے راجہ کے وکیل مرزا احمد نے اطلاع دی کہ بلب گڈھ میں پیچ کی فوج کے بیس ہزار سپاہیوں کے لیئے جو دہلی آتے ہوئے وہاں ٹھہرنا چاہتے ہیں اجناس وغیرہ بالکل تیار موجود ہے۔ کمانڈر انچیف کی جانب سے تمام فوج کے نام احکام نافذ کیئے گئے کہ جنگ کے لیئے تیار رہو۔ شہر میں افواہ پھیلی کہ چند سو آدمیوں نے تین انگریزوں کو جو بادشاہ کی خدمت میں بغرض ملازمت آرہے تھے قتل کر دیا، مہدی پور (ضلع بلب گڈھ) میں چند گورے پہنچے اور باشندوں کو یہ کہکر شہر چھوڑ کر چلے جانے کی تاکید کی کہ یہاں عنقریب لڑائی ہونے والی ہے یہ افواہ بھی مشہور ہوئی کہ ۱۲ ہزار گورے بمبئی سے دہلی، میرٹھ اور آگرہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے روانہ ہوگئے ہیں۔ اس امر کی اطلاع ملی کہ شنکوری کے تین ہزار گوجر سپاہیوں کے ساتھ مل گئے ہیں اور چند دیہات کو لوٹ لینے کے بعد میرٹھ روانہ ہوگئے ہیں۔ اور یہ کہ انگریزوں نے گوروں کی ایک پلٹن دو توپوں کے ساتھ وہاں بھیجی ہے جس نے چند سو آدمی قتل کرنے کے بعد انہیں منتشر کر دیا ہے۔ اس معرکہ میں انگریزوں کے دو سارجنٹ اور سولہ سپاہی کھیت رہے اور تمام موضع کو جلا کر خاکستر کر دیا گیا۔

۱۲ جولائی:۔ بادشاہ مہتاب باغ تشریف لے گئے۔ واپسی پر انہوں نے حامد علی خاں، حسن علی خاں اور ان کے فرزند سعادت علی خاں، حسین مرزا نذیر اور منظفر الدولہ کو باریابی دی۔ نذر دینے کے بعد منظفر الدولہ نے لکھنوی آغا کے صاحبزادگان مہدی علی خان اور بشیر علی خاں کی درخواست پیش کی جسمیں انہوں نے کانپور میں تمام انگریزوں کو قتل کر دینے کی کاروائی کے متعلق یہ دریافت کیا تھا کہ آیا حضور اسے بہ نظر پسندیدگی ملاحظہ فرماتے ہیں یا نہیں

انہوں نے اپنے اس ارادہ کا بھی اظہار کیا تھا کہ لکھنؤ اور بنارس ہوتے ہوئے ہم دہلی آئینگے اور بادشاہ کی فوج میں شامل ہو جائینگے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ چٹھی حکیم احسن اللہ خاں کو دیدی جائے۔ مرزا محمد عظیم خاں نے شاہ شجاع الملک مرحوم والی کابل کے چند رشتہ داروں کو باریابی کے موقع پر پیش کیا۔ احمد علیخاں فیض علیخاں اور بلب گڈھ کے مولوی احمد علی بھی بادشاہ کے حضور میں پیش کیئے گئے۔ انہوں نے بادشاہ کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا اور کہا کہ ہم سلطنت مغلیہ کے وفادار ہیں۔ تحریری حکم کے ذریعہ انہیں اپنے خدام اور سپاہیوں سمیت رہنے کا حکم دیا گیا۔ یوسف علی رئیس رامپور نے آکر اطلاع دی کہ میں نے چند اضلاع پر قبضہ کر لیا ہے۔ انہیں بھی اپنے ہمراہیوں سمیت دہلی ہی میں رہنے کا حکم دیا گیا کوتوال شہر نے آکر بیان کیا کہ مجھے صرف تیس خیمے دستیاب ہو سکے ہیں جنہیں میں نے جنرل بخت خاں کے پاس بھیجدیا ہے۔ کشمیری دروازہ کے افسر پولیس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ میرے پاس چند آدمیوں کا جو فوت ہو چکے ہیں مال واسباب جمع ہے ان کے متعلق احکام صادر کیئے جائیں۔ جنرل بخت خاں نے بادشاہ کی خدمت میں عریضہ بھیجا جس میں لکھا تھا کہ فوج کی تنخواہ ادا کرنے کی غرض سے نواب جھجرّ سے چار لاکھ روپے حاصل کیئے جائیں درخواست پر منیر لگایا گیا اور نواب کے نام احکام جاری کر دیئے گئے۔ انگریزی کیمپ کے چند فراری مرزا مغل کے پاس آئے اور اطلاع دی کہ انگریزوں کے پاس صرف ۲ ہزار دیسی سپاہی ہیں اور یہ بھی بھوکوں مر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سامان جنگ ختم ہو گیا ہے اور یہ کہ مہاراجہ پٹیالہ نے چند دن سے اجناس خوراک بھیجنے بند کر دیئے ہیں تین سو سوار قرب جوار کے اضلاع سے آئے اور اپنے تیئں جنرل بخت خاں کی خدمت میں پیش کیا۔ کانپور سے ایک سوار آیا جس نے اطلاع دی کہ پیدل فوج

کی تین پلٹنیں اور سواروں کی چار پلٹنیں بہ سرعت تمام دہلی آرہی ہیں۔ احمد خاں رسالدار انگریزی فوج سے فرار ہوکر دہلی میں اپنے مکان میں آگئے۔ یہ سنتے ہی جنرل محمد بخت خاں نے گرفتاری کا حکم دیدیا کیونکہ انکا خیال تھا کہ وہ جاسوس ہیں۔ انہوں نے رسالدار اور بریلی کے دو سارجنٹوں کو کوتوالی بھیجدیا۔ پہاڑ گنج میں جو دو یورپین چھپے ہوئے پائے گئے۔ چند سواروں نے انہیں قتل کر دیا۔ چند اونٹ جن پر اناج لدا ہوا تھا، انگریزی کیمپ سے پکڑ کر شہر میں لائے گئے۔ آج شہر میں یہ افواہ مشہور تھی کہ راجہ الور کی فوج نے نیمچ سے آنے والی فوج پر حملہ کیا لیکن انکی فوج کو شکست ہوئی اور دو توپیں گرفتار ہوئیں۔ نصیر آباد کی فوجوں نے خواہش ظاہر کی کہ مرزا جمال کو ہمارا کمانڈر مقرر کر دیا جائے۔ چند جاٹوں نے جو ولی داد خاں[1] کی تین توپیں چھین کر لے گئے تھے، یہ معلوم کرکے کہ ولی داد خاں بادشاہ کے رشتہ دار ہیں تینوں توپیں واپس کر دینے کے لیے کہا۔ آج فوج نے خواہش ظاہر کی کہ انگریزوں پر حملہ کرنا چاہیئے۔ شکر پر فی من آٹھ آنہ کا ٹیکس لگایا گیا۔ راجہ بلب گڈھ کی فوج کے دس سوار جو انگریزوں کی فوج میں شامل ہونے کی غرض سے جا رہے تھے، صفدر جنگ کے مقبرہ کے پاس گرفتار ہوگئے۔ وہ ایک بگھی کی جسمیں چند چٹھیاں تھیں، حفاظت کرتے ہوئے آرہے تھے۔ آج صبح دربار کے موقع پر ایک شخص نے یہ بات بیان کی کہ جھانسی، متھرا اور نیمچ کی فوجوں نے آگرہ پر دھاوا بولدیا ہے۔ قلعہ سے تین میل کے فاصلہ پر جہاں انگریزوں نے باتری نصب کر رکھی تھی سخت معرکہ ہوا جسمیں انگریزوں کو شکست ہوئی اور انکا قلعہ تک تعاقب کیا گیا جسے خالی کرکے وہ فرار ہوگئے۔ اس خبر کو سنکر محمد بخت خاں

[1] یہ نواب بے قاعدہ بنگال کیولری سے متعلق تھے۔ انہوں نے بحیثیت مخبر دہلی میں داخل ہونے کے لیے اپنی خدمات پیش کیں اور اسی غرض کے لیے ایک ہزار روپیہ پیشگی لے لیا لیکن بعد میں روپیہ لے کر دغا دے گئے۔

بہت محظوظ ہوئے اور اس فتح کی خبر منادی کے ذریعہ تمام شہر والوں کو پہنچادی اور ساتھ ہی یہ بھی مشہور کرادیا کہ آگرہ میں اب کوئی انگریز باقی نہیں رہا۔

۱۲ جولائی:۔ کپورہ (؟) دروازہ سے بادشاہ دیوان خاص میں داخل ہوئے شہر کے تمام شرفا اور افسران فوج بھی موجود تھے۔ بہت دیر تک فتح آگرہ کے متعلق بات چیت ہوتی رہی۔ فوجی بینڈ نے فتح کے مژدۂ جانفزا کی خوشی میں بادشاہ کے سامنے باجہ بجایا۔ بادشاہ نے بینڈ کو دو اشرفیاں عنایت کیں۔

بادشاہ نے عبدالحق پر یہ الزام عاید کیا کہ انہوں نے انگریزوں کے پاس ایک بگھی، ایک چھٹی اور دس سوار بھیجے ہیں۔ حکیم احسن اللہ جو دربار میں حکیم عبدالحق کیطرف سے الزام کا جواب دینے کے لیے موجود تھے، کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ حکیم عبدالحق نے تین سال ہوئے راجہ بلب گڈھ کی اطاعت کا جوا اتار کر پھینکدیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ راجہ صاحب انہیں سزا دینے کی غرض سے گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ احسن اللہ خاں نے یہ بھی کہا کہ مجھے یقین نہیں آتا کہ عبدالحق کا اس سازش سے کچھ تعلق ہو۔ مرزا نوشہ اور مکرم علی خاں نے انگریزوں پر فتح پانے کی خوشی میں قصائد پڑھ کر سنائے۔ شام کو بادشاہ نے امیر کابل کے اعزا کے پاس تین قسم کے کھانے بھیجے۔ کوتوال نے چند بکس جو خلاصیوں کے مکانوں سے دستیاب ہوئے تھے اور جو بظاہر میگزین کے معلوم ہوتے تھے بھیجدئے۔ نواب عبدالرحمٰن خاں والی جھجر کے نام خط لکھا گیا جس میں تین لاکھ روپے کا مطالبہ درج تھا۔ خط میں یہ لکھا تھا کہ اگر پانچ لاکھ نہ بھیج سکو تو تین لاکھ تو بالضرور بھیجدو اور عدول حکمی کی صورت میں ایک پلٹن کو بھیجدیا جائیگا جسکے اخراجات کا بار نواب مذکور پر پڑیگا۔ آگرہ کی فتح کی خوشی میں سلیم گڈھ سے ۱۲۱ توپوں کی سلامی سر کی گئی۔ محمد بخت خاں کے کیمپ سے بھی ۱۲۱ توپوں کی سلامی سر کی گئی۔ سپاہیوں نے دریا کے کنارے والی میر مہدی کی دکان سے

بانس، شہتیر اور ڈنڈے لوٹ لیئے۔ جنرل بخت خاں نے احکام نافذ کیئے کہ جو شخص لوٹ مار کرتا ہوا گرفتار ہوگا اسے سخت سزا دیجائیگی۔ اطلاع ملی کہ فتحپور کے قریب انگریزوں اور ہندوستانی فوجوں کے درمیان سخت معرکہ ہوا جس میں اوّل الذکر کو شکست فاش ہوئی۔ محمد بخت خاں نے فتح آگرہ کی خوشی میں توپخانے کے آدمیوں میں ۵۰۰ روپے تقسیم کئے۔ جنرل بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انگریزی کیمپ کا ایک مفرور شخص آیا اور اس نے اطلاع دی کہ عرب سرائے میں انگریزی فوج کے لئے اجناس و ذخائر جمع ہیں۔ چنانچہ اسے ضبط کرنے کے لیۓ احکام جاری ہو گئے۔ پانچسو سیڑھیاں جنرل کے حکم سے اس غرض سے تیار کی گئیں کہ اگر انگریزوں نے شہر پر قبضہ کر لیا اور سپاہیوں کو گھیر نا چاہا تو وہ فصیلوں پر سے اتر کر فرار ہو جائیں۔ (روزنامچہ لکھنے والے نے یہ قیاس خوب لکھا۔ وفاداری کے یہی معنی ہیں زینے مورچوں پر چڑھنے کے لئے تھے بھاگنے کے لیۓ نہ تھے۔ حسن نظامی)

۱۴ جولائی:- بادشاہ کیبورہ دروازہ سے دیوان خاص میں داخل ہوئے مرزا حسن علیخاں، امین الدین خاں، ضیاالدین خاں اور دیگر شرفا بھی دربار میں شامل تھے۔ مولوی صدرالدین خاں کے بھتیجے مرزا حسن بیگ نے پانچ روپیہ نذر میں پیش کیۓ اور نصرت کرم علی خاں نے دو روپے کی نذر پیش کی

۱۵ جولائی:- حسب معمول بادشاہ نے لوگوں کو باریابی بخشی۔ مرزا احمد علی خاں آداب بجا لائے اور شہر کی حالت بیان کی۔ لکھنؤ کے رسالدار برکت علی نے اطلاع دی کہ ہمارے سپاہیوں نے بیلی گارد کے تمام انگریزوں کو قتل کر دیا ہے اور اپنے بادشاہ کے مفاد کی حفاظت کر رہے ہیں۔ اجودھیا پرشاد اور ٹھاکر داس سوداگران نے اس مضمون کی عرضی پیش کی کہ ہمارے پاس شراب اور اسپرٹ کا بہت بڑا ذخیرہ تھا جس پر پولیس نے قبضہ کر رکھا ہے۔ بعض بدمعاش مکانداروں نے شکایت کی

کہ ۲۰۰ سواروں نے ایک گاڑی اور چھ اونٹوں کے سامان کو لوٹ لیا ہے۔ بادشاہ نے ان کی شکایت سننے کے بعد یہ کہہ کر اسے رد کردیا کہ سراسر دروغ بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ نیمچ کیمپ سے ایک عرضی موصول ہوئی جس میں توپخانہ طلب کیا گیا تھا۔ حکم صادر ہوا کہ جب تک انگریز دہلی سے نہ نکال دیئے جائیں اسوقت تک توپ خانہ نہ بھیجا جائے۔ جنرل محمد بخت خاں نے عرض کیا کہ شکر اور نمک کے محصول چنگی کو ہٹا لیا جائے ورنہ شہر میں یہ دونوں چیزیں آنی بند ہو جائینگی اور اس سے فوج کو سخت تکلیف ہوگی۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ میرا خود یہ خیال ہے کہ محصول چنگی لگانے میں دانشمندی سے کام نہیں لیا گیا اور اس لیئے اسے ہٹا لینا چاہیئے۔ بادشاہ نے جنرل محمد بخت خاں کو مطلع کیا کہ فوج کے افسروں نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ ڈویژن کے تین جنرل مقرر کیئے جائیں۔ جنرل نے جواب دیا کہ ایسا کرنا ضروری ہے۔ گرینیڈیر رجمنٹ (انبالہ) کی دو کمپنیاں آئیں اور اطلاع دی کہ مہاراجہ پٹیالہ نے ان کے ایکہزار سپاہیوں کو گولی مار دی ہے جو براہ پٹیالہ دہلی آرہے تھے۔ انگریزی کیمپ سے دو توپچی اور سفرمینا کے دو آدمی بھاگ کر آئے اور سید حسین داروغہ کی سفارش سے انہیں بھرتی کر لیا گیا۔ ایک شخص دوربین کے ذریعہ انگریزی کیمپ کا معائنہ کرتا ہوا گرفتار ہوا۔ مرزا مغل نے آج بادشاہ کی خدمت میں نہایت اعلیٰ درجہ کی دوربین نذر کی۔ بادشاہ کی سب سے اعلیٰ بیوی (زینت محل بیگم) آج کسی مقصد سے اپنے گھر گئیں مرزا مغل اور بعض افسران بادشاہ کی خدمت میں طلب کیئے گئے اور انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ڈویژن کے لیئے جنرل منتخب کریں، اسطرح سے کہ ہر جنرل پیدل فوج کی آٹھ پلٹنوں اور سواروں کی دو پلٹنوں کا افسر ہو جائے۔ ان انتظامات کی رو سے جنرل بخت خاں کے پاس صرف بریلی کا بریگیڈ رہ گیا۔ انگریزی کیمپ پر باقاعدگی سے حملے کرنے کی غرض سے انتظامات کیئے گئے۔ محاصل زمین کے کلکٹر ولی داد خاں نے

عرضی پیش کی کہ دشمنوں نے مجھے گھیر لیا ہے اور امداد کی سخت ضرورت ہے۔ عرضی پڑھنے کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے حکیم احسن اللہ خاں کے حوالے کر دیا جائے بادشاہ کو خبر دی گئی کہ جنرل بخت خاں نے مہاجن سالگرام کو بلوایا تھا اور اس سے روپیہ طلب کیا تھا۔ مہاجن نے جواب دیا کہ میرے تمام کاغذات اور روپے کو لوٹ لیا گیا ہے اور میں اب بالکل تباہ و برباد ہو گیا ہوں۔ اسے جانے کی اجازت دیدی گئی مگر چند سپاہیوں کو اس کے مکان پر تعینات کر دیا گیا۔ آج اطلاع ملی کہ انگریز مسجد کے قریب توپخانہ نصب کر رہے ہیں۔ یہ بھی خبر ملی کہ سرسہ کے سپرنٹنڈنٹ کپتان روبنس نواب بھاولپور کی فوج کی کمان کرتے ہوئے آ رہے ہیں اور یہ کہ ان کے ساتھ مہاراجہ بیکانیر نے چند ہاتھی بھی کر دیئے ہیں۔ اطلاع ملی کہ علی پور اور کرنال کے درمیانی راستہ کو محفوظ کرنے کی غرض سے انگریزی فوج کا دستہ روانہ ہو گیا ہے جھجر سے خبر موصول ہوئی کہ نواب بہادر جنگ نے نواب جھجر کے پاس ایک موقع پر ۱۶ ہزار روپے کے اور دوسرے موقع پر ۱۳ ہزار روپے کے جواہرات رکھوا دیئے تھے جنہیں نواب نے دھوکہ سے ضبط کر لیا ہے۔ بہادر جنگ کو اس بات کا یقین آ گیا ہے کیونکہ اُن کے پاس نواب کی نیت بد کی کافی شہادت موجود ہے۔ بہادر جنگ نے نواب پر جواہرات غصب کر لینے اور اسی سے فوج کی تنخواہ ادا کر دینے کا الزام عائد کیا۔ حسب ذیل باغی فوج جھجر میں آج کے دن موجود تھی: ۸ ویں اور ۱۱ ویں پیدل پلٹن اور توپخانہ کی پلٹنیں یہ سب کی سب ۲۴ تاریخ کو کرنال پہنچ جائینگی۔ راجہ بلب گڈھ نے ۲۰۰ سواروں کو جو اس سے پیشتر انگریزوں کی ملازمت میں تھے، اپنے پاس ملازم رکھ لیا ہے۔ خبر ملی کہ گجرات کے قرب و جوار کی قوموں نے شہر کو لوٹ لیا ہے اور پانچ سو اشخاص کو قتل کر ڈالا ہے۔ نواب محمد خاں ولی نے آج بجنور کے خزانے پر قبضہ کر لیا۔

۱۸ جولائی:۔ بادشاہ دیوان عام میں تشریف لائے اور جو شرفا وہاں موجود

تھے ان کے احترامات اور آداب کو قبول کیا، مدن سنگھ کو جو دریائے جمنا کے قریب رہتا تھا اور بہت بڑا زمیندار تھا ایک خط لکھا گیا جس میں اسے لوٹ مار کرنے اور قتل و غارت کا بازار گرم رکھنے سے منع کیا گیا تھا۔ توپخانہ کے داروغہ حیدر حسن خاں دو جاسوسوں کو لائے جنہوں نے بیان کیا کہ انگریزی فوج کی تعداد چھ سو ہے، حسن علی خاں کو حکم دیا گیا کہ نواب جھجر کے نام مراسلہ بھیجا جائے جس میں یہ تحریر کیا جائے کہ بغیر تاخیر کے تین لاکھ روپے بھیجدو۔ نصیر آباد اور دہلی کی باغی فوجیں آج انگریزوں سے نبرد آزما ہیں۔ لڑائی کچھ عرصہ تک جاری رہی جسکے بعد انگریز مغلوب ہو کر پسپا ہو گئے اور اپنی توپیں میدان میں چھوڑ گئے۔ جھانسی کی باغی فوج نے فتح کے خمار میں بڑی بہادری سے انگریزوں پر حملہ کیا اور تین اونٹوں کو مار ڈالا۔ ان باغیوں کا یہ ارادہ تھا کہ وہ توپیں لیجائیں مگر وہ ایسی مضبوطی سے زمین میں نصب کیگئی تھیں کہ انہیں ہلانا ناممکن تھا بالخصوص اس وجہ سے کہ بھاری زنجیروں سے ان سب کو ایک ساتھ باندھ رکھا تھا۔ انگریزی کیمپ کے ایک ہزار ہندوستانی سپاہیوں نے باغیوں پر جوابی حملہ کیا اور جتنی زمین صبح انکے ہاتھ سے نکل گئی تھی اُسے دبا لیا اور باغیوں کو پسپا کر دیا۔ تقریباً ۷ گورے محبوب علیخاں کی سرائے میں چھپے ہوئے تھے۔ اس کی خبر پاتے ہی چند سو پیدل سپاہیوں اور سواروں نے انہیں گھیر لیا جب انگریزوں نے یہ دیکھا کہ وہ اب بچ نہیں سکتے تو وہ باہر نکل آئے اور لگے بھاگنے، مگر وہ سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔ اس کشمکش میں باغیوں کے بھی دو سو آدمی مارے گئے۔

(بھاگتے ہوئے گوروں نے دو سو آدمیوں کو مار ڈالا یہ بہت ہی عجیب اور ناقابل قبول بیان ہے۔ حسن نظامی)

۱۹ جولائی:۔ بادشاہ سلیم گڈھ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے لوگوں کو

باریابی دی۔ باغی گارد نے حسب معمول شاہی سلام سے ان کا استقبال کیا۔ ان کے ایک رشتہ دار نے دو روپے کی نذر پیش کی فیض علی خاں فوجدار نے بھی دو روپے نذریں پیش کیے۔ پچاس توپچی بھی جو پہلے راجہ جے پور کی ملازمت میں تھے پیش کیے گئے انہوں نے بتایا کہ راجہ نے یورپینوں کو پناہ دے رکھی ہے اور یہ کہ پنڈت راجہ کو انگریزوں کا ساتھ دینے کی تلقین کر کے دھوکہ دے رہا ہے لیکن تمام فوج بمعہ راول شیو سنگھ باغیوں سے ملجانے کی کوشش میں ہے اور جونہی کہ اسے موقع ملا راجہ کو پکڑ کے حضور کی خدمت میں پیش کردیگی۔ انہیں حکم دیا گیا کہ جنرل بخت خاں کے پاس جاؤ۔ گوالیار سے بھی ۲۰ باغی آج آپہنچے۔ انہیں مرزا مغل کی خدمت میں جانے کا حکم دیا گیا۔ جنرل بخت خاں نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ انگریزی سارجنٹ اور دو انگریزی سپاہی جنہیں پلٹن لائی تھی، دریائے جمنا کی ریتیوں میں قتل کر دئے گئے ہیں۔ بادشاہ نے الہامی لہجہ میں فرمایا کہ "اگر مجھے کامل فتح حاصل ہوئی تو میں فتح کے بعد آگرہ جاؤنگا اور اجمیر کے دربار میں حاضری دونگا اور شاہ سلیم چشتی کے مزار کی زیارت کرونگا بشرطیکہ خدا کو منظور ہوا اور اس نے میری تمام خواہشات کو پورا کرادیا" احمد قلی خاں کو حکم دیا گیا کہ وہ ہر روز دربار میں شرکت کیا کریں۔ بادشاہ بہت دیر تک دہلی اور میرٹھ کی باغی فوجوں کے نامعقول طرز عمل پر گفتگو کرتے رہے علی احمد خاں وکیل اور فیض محمد خاں بھی دربار میں شریک ہوئے انہوں نے دو اشرفیاں نذریں پیش کیں اور عرض کیا کہ ہمارے بزرگ حضور کے آباؤ اجداد کی خدمات کر چکے ہیں اور یہ کہ ہم ۴۰۰ سپاہیوں کے ساتھ شاہی فوج میں شامل ہو جائینگے چنانچہ ان کے آدمیوں کو بذریعۂ خط فی الفور چلے آنے کی تاکید کی گئی۔ آج یہ افواہ اڑ رہی تھی کہ سرائی شکاف معہ توپخانہ اور دو سو سواروں کے رانی سرائے میں، اور دو سو سکھ علی پور میں مقیم ہیں۔ یہ بھی بیان کیا گیا کہ پانی پت کے زمیندار اور اناج کے

بیوپاری انگریزوں کو اجناس وغیرہ مہیا کر رہے ہیں اور یہ کہ انگریز سبزی منڈی پر گولے برسا رہے ہیں۔ مزید برآں یہ خبر بھی گشت کر رہی تھی کہ دو سو انگریز سامان جمع کرنے کے خیال سے میرٹھ چلے گئے ہیں۔ نیواڑی سے خبر ملی کہ راؤ تلارام نے محاصل جمع کرنے کی غرض سے بڑی فوج اکٹھی کی ہے لیکن تقریباً پانچہزار آدمیوں نے اس سے کہدیا ہے کہ نواب احمد علی والی فرخ نگر لگان وصول کر چکے ہیں۔ انہوں نے امداد طلب کی۔ راؤ نے جواب دیا کہ مجھے آپ کو امداد دینے کا کوئی اختیار نہیں ہے لیکن اگر آپ نوابصاحب کی مخالفت کرنا چاہتے ہیں تو میں آپ کا سردار بن سکتا ہوں بالآخر راؤ تلارام فرار ہوگیا۔ جنرل بخت خاں کو حکم ملا کہ متھرا سے جو پانچ لاکھ روپے آرہے ہیں انہیں وصول کرلیں۔ انہیں ہدایت کی گئی کہ روپیہ وصول کرنے کے بعد جلد سے جلد لوٹ آئیں اور فوج کو تنخواہ ادا کردیں۔ گوڑ گانوہ کے کلکٹر عبدالحق کو پولیس سپرنٹنڈنٹ مقرر کردیا گیا۔ عظیم علیخاں رسالدار بادشاہ کے حکم سے جھجر سے روپیہ لانے کے لئے بھیجے گئے۔ بادشاہ کو خبر دی گئی کہ فوج لڑنے کے لئے نکلی تھی مگر انگریزوں نے لڑنے کی پرواہ نہ کی۔ صرف توپوں کی جنگ ہوتی رہی، شاہی فوج کا ایک توپچی مارا گیا اور دو زخمی ہوئے اور باتری کا ایک بیل بھی مرگیا۔

۲۰ جولائی:۔ حسن علی خاں اور چند اور عمائدین شہر بادشاہ کے دربار میں شریک ہوئے۔ باغپت کے چند بدطینت زمیندار بھی شامل تھے انہوں نے اطلاع دی کہ دو سو یورپین دو توپوں اور پانچ سو دیسی سپاہیوں کے ساتھ باغپت آئے ہوئے ہیں اس ارادہ سے کہ وہاں پل تعمیر کریں اور لگان بھی جمع کریں۔ جنرل محمد بخت خاں کو حکم دیا گیا کہ انگریزوں کے خلاف جو کارروائی کرنا چاہیں کریں۔ سفر مینا کے چند آدمی انگریزی کیمپ سے فرار ہوکر آئے ان کے افسران بھی دربار میں شریک ہوئے اور انہوں نے اطلاع دی کہ انگریزوں کی مجموعی فوجی طاقت ۶ ہزار ہے انہوں نے

کہاکہ اگر دہلی کی ساری فوج نے ایک دم دھاوا بول دیا تو اغلب ہے کہ شاہی افواج
کو فتح حاصل ہو لیکن اگر دیر ہوئی تو انگریزوں کے پاس انگلستان سے کمک آجائیگی
اور اسوقت شاہی افواج ان پر غلبہ نہ پاسکیگی۔ چند سواروں نے ملازمت کی خواہش
ظاہر کی مگر بادشاہ نے کہاکہ میرے پاس تمہیں تنخواہ دینے کے لیے روپیہ موجود
نہیں ہے۔ چند غیر مسلح سپاہیوں نے بندوقیں مانگیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ
میرے پاس اسلحہ محفوظ نہیں ہیں۔ بجنور کے خزانچی متھرا داس نے بادشاہ کے پاس
چند سپاہی بھیجے جنہیں اس نے گرفتار کیا تھا، اور پانچ روپیہ بطور نذر پیش کئے۔ نجیب آباد
کے نواب کے بیٹے محمد خاں نے نواب کی طرف سے عریضہ پیش کیا جس میں بادشاہ
سے درخواست کی گئی تھی کہ حضور نجیب آباد، رامپور، بجنور، دسنیریا اور نگینہ انگریزوں
سے چھین لینے پر اظہار مسرت کریں، بادشاہ نے بغرض جواب چٹھی جنرل محمد بخت
خاں کے پاس بھیجدی اور کہاکہ میں جواب کی ذمہ داری اپنے سر نہیں لینا چاہتا
غلام نبی خاں نے نواب جھجر کی چٹھی پیش کی جس میں لکھا تھاکہ بغاوت برپا ہو
جانے کی وجہ سے محاصل جمع کرنا دشوار ہو گیا ہے لیکن میں تین لاکھ روپے بھیجنے
کی حتی الامکان کوشش کرونگا۔ نگمبودہ کے تھانیدار نے چند یورپینوں کا مال و
اسباب بھیجا جو ایک شخص مسمی رام گوپال کے یہاں سے دستیاب ہوا تھا۔ بادشاہ
نے سامان کا معائنہ کرنے کے بعد حکم دیاکہ اسے بیگم صاحبہ کے حوالے کردیا جائے
شاہدرہ کے تھانہ دار نے پانچ زمینداروں کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا یہ اشخاص
قتل کے مرتکب ہوئے تھے ان کے متعلق حکم ملا کہ انہیں قید میں رکھا جائے جنرل
بخت خاں نے چار مغرور سپاہیوں کو بادشاہ کی خدمت میں گرفتار کرکے بھیجا
بادشاہ نے حکم دیاکہ انہیں قید کردیا جائے۔ پچاس سپاہی بھرتی کیئے گئے،
اور انہیں نواب ولی داد خاں کلکٹر کے پاس بھیجدیا گیا۔ جب وہ کلکتہ دروازہ

کے پاس سے گذر رہے تھے تو گارد نے انہیں روکا جبکا گمان یہ تھا کہ محکمہ مال میں ملازمت کرنے کے بہانہ سے یہ لوگ دراصل بھاگ کر جا رہے ہیں۔ اس لئے انہوں نے ان کی بندوقیں چھین لیں۔ ایک رسالدار چند سواروں کے ساتھ گوالیار جانا چاہتا تھا لیکن ان کے اسلحہ بھی کلکتہ دروازہ کے گارد نے چھین لیئے اور ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔

آج یہ افواہ مشہور تھی کہ حال کی جنگ میں جو انگریزوں کے ساتھ ہوئی تھی ایک عورت نے جو مردانہ لباس زیب تن کیئے ہوئے تھی بہت بہادری دکھائی اور ایسی حالت میں کہ باغی سپاہی بھاگ کھڑے ہوئے تھے، وہ اکیلی انگریزوں کے مقابلہ پر ڈٹی رہی اور ایک انگریز سپاہی کو مار ڈالا۔ پیدل فوج کی دو پلٹنیں اور پانچ سو رسالہ کے سپاہی چھ توپوں اور سامان اسلحہ کے ساتھ جنرل محمد بخت خاں کے حکم سے باغپت روانہ ہوئے تاکہ انگریزوں کو وہاں پل تعمیر کرنے سے روکیں۔ پیدل فوج کی چار پلٹنیں اور ایک ہزار سوار چھ توپوں اور سامان جنگ کے ساتھ کمسریٹ کا سلسلہ توڑنے کی غرض سے علی پور بھیجے گئے۔ چند سپاہی بھی انگریزوں پر حملہ آور ہونے کی نیت سے شہر کے باہر گئے اور دوپہر تک وہ متفرق اوقات میں گولہ باری کرتے رہے۔ بارہ بجے کے بعد یہ فوجی دستہ واپس لوٹ آیا۔ سہ پہر کو یہ افواہ مشہور ہوئی کہ باغیوں کو بہت بڑی فتح نصیب ہوئی ہے اور یہ کہ انگریز علی پور بھاگ کر چلے گئے ہیں۔ اسکی وجہ سے شہر میں بہت جوش و خروش پھیل گیا اور آناً فاناً تمام شہر مقابلہ پر کھڑا ہو گیا اور تقریباً تین ہزار سوار فتح میں حصہ دار بننے کی غرض سے مقابلہ کے لیئے باہر نکلے ان کے ساتھ اچھے اور برے تقریباً چار سو مسلمان بھی مل گئے اور اس میں دو سو اور مسلمانوں کا اضافہ ہو گیا جو ڈنڈوں، تلواروں، بھالوں اور بندوقوں سے مسلح تھے۔ وہ بہت جوش سے شہر سے نکلے اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ انگریزی کیمپ کو لوٹ لینگے۔ جب

وہ انگریزی کیمپ کے قریب پہنچے اور یہ دیکھا کہ انگریز وہاں جوں کے توں موجود ہیں تو انہیں بے حد رنج ہوا اور وہ نہایت شرمندگی کی حالت میں شہر کو لوٹ آئے مگر باغی شام تک گولے برساتے رہے۔ میرٹھ سے خبر آئی کہ انگریز اس پر نہایت سختی سے قابض ہیں اور یہ کہ مرزا حیدر شیخ ولد سلیمان شیخ کو گرفتار کر کے دار پر چڑھا چکے ہیں۔ جنرل محمد بخت خاں کو اطلاع موصول ہوئی کہ چند دیسی فوجیں شاہی فوجوں سے ملنے آرہی ہیں۔ ایک سانڈنی سوار قاصد لوہارو سے خبریں معلوم کرنے کی غرض سے آیا۔ خبر ملی کہ انگریزی سوار اور پیدل فوجیں گوالیار پہنچ گئیں ہیں۔ غلام محمد خاں ایک سو سواروں کے ساتھ دہلی پہنچ گیا۔ خبر موصول ہوئی کہ ریواڑی کے زمینداروں نے تلا رام کو یہ کہکر لگان دینے سے انکار کر دیا کہ ہم غلام محمد خاں کے طرفدار ہیں۔ راؤ تلا رام دہلی اس غرض سے آیا تھا کہ لگان وصول کرنے کے متعلق اسے اختیار مل جائے۔

۲۱ جولائی:۔ بادشاہ نے سلیم گڑھ کے قلعہ کا معائنہ کیا اور جدید قائم شدہ پیدل فوج نمبری ۶۴ کا بھی معائنہ کیا۔ اس کے بعد انہوں نے لوگوں کو باریابی عطا فرمائی۔ میر سعید علی خاں، مرزا ضیاء الدین خاں، مرزا اللہ خاں اور دوسرے عمائدین بھی موجود تھے۔ راجہ ناہر سنگھ کی رعایا کے چند زمینداروں نے اپنے آقا کے خلاف شکایات کیں۔ ان کا معروضہ سننے کے بعد بادشاہ نے درخواست احسن اللہ خاں کے حوالے کر دی اور یہ کہا کہ راجہ نے بے وفائی اور ناشکر گزاری کا برتاؤ کیا ہے۔ غازی آباد سے ایک سانڈنی سوار آیا اور بیان کیا کہ ۲۰۰ سوار اور سفرمینا کی تین پلٹنیں بنارس سے آرہی ہیں اور کل شہر میں داخل ہو جائینگی۔ اٹھارا سوار آج انگریزی کیمپ سے بھاگ کر باغیوں کے ساتھ مل گئے۔ جھانسی کی فوج کا ایک رسالدار بھی بادشاہ

کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ مجھے اپنی خدمات کے معاوضہ میں نہ تو تنخواہ ملی اور نہ انعام۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ جھانسی کی فوج نے تین لاکھ روپیہ غصب کر لیا ہے اور اس میں سے ایک پائی بھی شاہی خزانہ کو موصول نہیں ہوا۔ بادشاہ نے پھر کہا کہ میں تنخواہ اور انعام کہاں سے دے سکتا ہوں۔ رسالدار کو حکم ہوا کہ اپنے تئیں مرزا مغل کے سامنے پیش کرے۔ میر سعید علیخاں نے بادشاہ کی خدمت میں کمر کا پٹکہ پیش کیا۔ بادشاہ نے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے اور نصف حصہ جنرل محمد بخت خاں کے پاس بھیجدیا۔ ٹونک سے چھ سو مجاہد آئے اور آج بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اطلاع دی کہ ابھی دو ہزار مجاہد اور آنے والے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا "میرے پاس تم لوگوں کو دینے کے لیئے روپیہ نہیں ہے"۔ سہارنپور سے بھی پیدل فوج کی ایک پلٹن آئی جسے جنرل بخت خاں کے پاس بھیجدیا گیا۔ بادشاہ نے جنرل محمد بخت خاں کے پاس شاہی مطبخ سے ۱۷ خوان بھیجے۔ محمد بخت والی نجیب آباد کے نام چٹھی بھیجی گئی جس میں بادشاہ کے لیئے روپیہ اور گھوڑے طلب کیئے گئے تھے۔ مجھ سے بج کے طور پر کہا گیا کہ مرزا مغل تین چار دن کے بعد تمام فوج کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ جنرل محمد بخت خاں کے نام احکام نافذ کیئے گئے کہ انگریزوں کو پریشان کرنے کی غرض سے سبزی منڈی، مبارک باغ، علی پور اور دیگر تمام مقامات پر نہایت جوش و خروش سے ایک ساتھ حملے کیئے جائیں۔ انہیں حکم ملا کہ فوجوں کو بریگیڈ بنا کر مختلف محاذوں پر بھیجدیں اور کسی قسم کی تاخیر روا نہ رکھیں۔ نواب جھجر کے نام خطوط بھیجے گئے جن میں یہ دھمکی دی گئی تھی کہ اگر روپیہ فوراً روانہ نہ کیا گیا تو شاہی حکم کی تعمیل کرانے کے لیئے دوسرے ذرایع اختیار کیئے جائینگے۔ جس شخص کو بادشاہ نے محاصل جمع کرنے کے کام پر مقرر کیا تھا اس نے ۳۹۰۰ روپے لا کر پیش کیئے۔ ایک سو سوار انگریزی کیمپ سے

بھاگ کر دہلی آئے۔ انہیں قلعہ کے باہر ٹھہرنے کا حکم دیا گیا۔ چند زمینداروں کے کہنے سے جو فوج باغپت بھیجی گئی تھی وہ لوٹ آئی اور اطلاع دی کہ باوجود تلاش کے ہمیں کوئی انگریز دکھائی نہیں دیا۔ چنانچہ ان چند زمینداروں کو گرفتار کر لیا گیا اور ان سے بازپرس کی گئی کہ کیوں تم نے جھوٹا بیان دیا۔ دہلی میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ یورپینوں نے کانپور کو دوبارہ واپس لے لیا ہے اور پیشوا کے بیٹے کو بھی مار ڈالا ہے۔

۲۲ جولائی:۔ بادشاہ کیپورہ دروازہ سے دیوان عام میں داخل ہوئے جنرل محمد بخت خاں بھی موجود تھے انہوں نے شکایت کی کہ چند بدخواہ اشخاص یہ خبر پھیلا رہے ہیں کہ میں انگریزوں سے سازباز رکھتا ہوں اور یہ کہ جب شاہی افواج انگریزوں پر حملہ کر رہی تھیں تو اس وقت میں گھر آگیا تھا اور فوجوں کو احکام دیئے بغیر لڑنے کے لیے چھوڑ گیا تھا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ مجھے تمہاری وفاداری پر کامل بھروسہ ہے اور افسوس ہے کہ تمہیں خواہ مخواہ تکلیف پہنچی۔ مجھے انگریزوں سے کوئی پرخاش نہیں ہے بلکہ میرا خیال یہ تھا کہ جو فوج میری حفاظت کے لیے دوڑ کر آئی ہے اسکی وجہ سے میرا درجہ بلند ہو جائیگا۔ مرزا ابوبکر، مرزا رواس اور مرزا عبداللہ بھی دربار میں حاضر تھے۔ جنرل محمد بخت خاں اپنی جگہ سے اٹھے اور بادشاہ کے پیچھے جاکر تھوڑی دیر سرگوشی کرتے رہے۔ شاہزادگان نے اس کارروائی پر اعتراض کیا اور کہا کہ ہماری موجودگی میں بادشاہ کے کان میں کانا پھوسی کرنا تہذیب ادب کے خلاف ہے۔ جنرل نے معافی مانگی اور شاہزادگان کی تعریف کی اور اسکے بعد معاملہ ختم ہو گیا۔ جنرل نے تجویز پیش کی کہ بادشاہ کو فوج کے نام احکام جاری کر دینے چاہئیں کہ روزانہ انگریزوں پر حملے کر کے انہیں دق کرتی رہے۔ جنرل نے وعدہ کیا کہ میں کسی قدر فوج کے ساتھ کشتیوں کے پل کی حفاظت کرونگا اور باقی فوج کے ساتھ صبح کے وقت انگریزوں پر حملہ آور ہونگا۔ اس کے بعد جنرل نے

بادشاہ سے تنہائی میں گفتگو کرنے کی درخواست کی۔ اس کے بعد وہ دو مولویوں کی سعیت میں اندر گئے اور بادشاہ کے روبرو ایک درخواست رکھدی جس پر انہوں نے دستخط ثبت کر دیئے۔ اس کے بعد جنرل سلیم گڈھ چلے گئے اور رباتریوں اور دمدموں کا معائنہ کیا۔ بعدازاں انہوں نے مرزا مغل سے ملاقات کی اور تجویز پیش کی کہ فوج کی عام پریڈ چند دن کے بعد منعقد ہونی چاہیئے اور اسوقت ہر آدمی سے حلف لے لینا چاہیئے کہ وہ آخر وقت تک انگریزوں سے لڑتا رہیگا اور کمزور دل والوں کو اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جانے کی اجازت دیدینی چاہیئے۔ اگر قسم کھانے والے آدمیوں میں سے کسی نے بھی میدان جنگ میں پس وپیش کیا تو اسے سخت سزا دینی چاہیئے۔ چنانچہ اس مضمون کا عام حکم شائع کر دیا گیا۔ بادشاہ کو خبر لگی کہ بنارس سے سواروں کی پلٹن آ پہنچی ہے۔ انگریزی گولہ باری شہر پر شدت سے ہوتی رہی جس سے بہت سے آدمی مارے گئے۔ میں نے سنا کہ انگریزوں نے میر سعید علی خاں کے باغ کے تمام درختوں کو کاٹ ڈالا ہے۔ یہ خبر بھی سننے میں آئی کہ ایک ہزار گورے جن کے ساتھ اونٹوں کی بہت بڑی تعداد ہے اور چند ہزار سکھ کرنال میں خیمہ زن ہو گئے ہیں اور یہ کہ انگریزی فوج کو سامان جنگ اور ذخائر کی وسیع مقدار ہاتھ لگ گئی ہے۔ یہ بھی اطلاع ملی کہ انگریزوں نے تین متعصب مسلمانوں کو آگرہ میں توپ کے گولہ سے اُڑا دیا ہے اور ان کا ارادہ یہ ہے کہ تمام شہر کو اڑا دیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ لالہ جوتی پرشاد نے لفٹنٹ گورنر کو درخواست دی ہے جس میں لکھا ہے کہ بغاوت میں جو لوگ شریک تھے وہ یقیناً سزا کے مستحق ہیں لیکن بہت سے ہندو باغی نہ تھے اور یہ کہ بے گناہوں کو مجرموں کے ساتھ سزا دینا ناانصافی ہے اور آخر میں بمنت عرض کیا کہ توپوں سے اڑا دینے کی رسم کو بند کر دیا جائے۔ خبر ملی کہ روزانہ لوگوں کو پھانسی دی جاتی ہے۔

یہ بھی خبر ملی کہ لالہ جوتی پرشاد نے لفٹننٹ گورنر سے وعدہ کرلیا ہے کہ جسقدر روپے کی ضرورت ہوگی میں دونگا۔ خبر ملی کہ کوئی مہاجن روزانہ ذخائر لے کر انگریزی کیمپ میں پہنچا کرتا ہے۔ شہر میں آج یہ بات معلوم ہوئی کہ انگریزوں نے کوٹھی قاسم کے کلکٹر، اکبر علی والی پاٹودی اور نواب جھجر کو تاکید کردی ہے کہ اپنی اپنی ریاستوں میں جسقدر لگان وصول کرینگے اس کی ذمہ داری ان پر عائد ہوگی اور انہیں متنبہ کردیا کہ آئندہ سے بادشاہ کو مالی امداد نہ دیجائے حکیم احسن اللہ خاں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور معاملات سلطنت کو انکے روبرو پیش کیا۔ ایک معاملہ ولی داد خاں کی عرضی کا تھا جسکا مفہوم یہ تھا کہ عبداللطیف خاں میرے خلاف ساز باز کررہے ہیں اور مجھے میری پوزیشن سے گرانا چاہتے ہیں آخر میں یہ درخواست درج تھی کہ آئندہ سے بادشاہ ان کے ساتھ براہ راست نامہ و پیام نہ کرینگے۔ عظیم علی خاں رسالدار نے اطلاع دی کہ نواب جھجر آئندہ بدھ کو تین لاکھ روپیہ بھیج دینگے۔ راؤ تلارام رئیس ریواڑی کی چٹھی سر دربار پڑھی گئی جسکا مفہوم یہ تھا کہ میں اپنے بھائی کو خفیہ پیغام کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں اور آخر میں یہ التماس تھا کہ اس پیغام پر پوری توجہ مبذول کی جائے اور جواب باصواب دیا جائے۔ محمد اکبر والی پاٹودی کو احکام بھیجے گئے کہ سیتپور اور دوسرے دیہات کے محاصل زمین کو فی الفور روانہ کردیا جائے، گوالیار کے سو سوار آج آئے۔ سہ پہر کو مرزا مغل اور دوسرے شاہزادگان نے فصیلوں کے باہر فوج کا معائنہ کیا اور جنرل محمد بخت کا حکم پڑھکر سنایا گیا فوج کا متفقہ جواب یہ تھا کہ خواہ کچھ ہی ہو ہم آخر دم تک انگریزوں سے لڑے جائینگے۔ راجہ سیتپور کے انتقال کی خبر موصول ہوئی اور یہ کہ وکیل راجہ نے جس کے تعلقات رانی سے خراب تھے، اب اسکے ساتھ موافقت کرلی ہے

۲۳ جولائی:- بادشاہ سلیم گڈھ کے قلعہ میں گئے اور حکم دیا کہ بنارس سے جو ۶۰۰ سوار آرہے ہیں اُن کا شاندار استقبال کیا جائے اور ان کی پریڈ کرائی جائے۔ جب پریڈ ختم ہوگئی تو اسے اجمیری دروازہ کے باہر خیمہ زن ہونے کے لئے حکم دیا گیا۔ میر سعید علی خاں اور حسن علی خاں بھی بادشاہ کے ہمرکاب تھے۔ کلانور کے زمیندار انگریزی کیمپ کا ایک ہاتھی لائے جو ان کے ہتھے چڑ گیا تھا بادشاہ نے ہاتھی کا معائنہ کرنے کے بعد اسے اصطبل میں بھجوادیا۔ راؤ تلا رام کے ایجنٹ نے اپنے آقا کیطرف سے ایک اشرفی اور اپنی طرف سے پانچ روپے بطور نذر پیش کئے اور ریاست بھورا کے بعض معاملات کو سرانجام دیا۔ نواب سعید علی خاں والی فرخ نگر کے معاملات بھی بادشاہ کے گوش گذار کئے گئے گوپال سنگھ اور دوکل سنگھ نے پانچ پانچ روپے نذر میں پیش کئے۔ ان دونوں کو جنرل بخت خاں کے پاس بھیجدیا گیا۔ کوٹ قاسم کے کلکٹر کے نام احکام نافذ کئے گئے کہ تمام حسابات بادشاہ کے معائنہ کے لئے پیش کرو۔ نیمچ کی فوج کیطرف سے ایک مراسلہ وصول ہوا جس میں لکھا تھا کہ ہم جالون پہنچ گئے ہیں اور عنقریب ہم ڈگی سے انگریزوں کو نکالدینگے۔

۲۴ جولائی:- میر سعید علی خاں اور سرداروں نے سپاہیوں کے خودسرانہ طرزعمل پر بحث کرنے کی غرض سے باہم مشورہ کیا شہر کے چیف پولیس افسر نے رپورٹ پیش کی کہ میں ۳۵ من مٹھائی سپاہیوں میں تقسیم کرنے کی غرض سے لایا ہوں۔ بادشاہ نے بھی اسکا معائنہ کیا۔ مرزا ابوبکر نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر مجھے اختیارات دیدیئے جائیں اور دوہزار سپاہی میرے ساتھ کردیئے جائیں تو میں گوڑگاؤں کے قرب وجوار کے تمام دیہات سے لگان وصول کرکے لے آؤنگا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ میں غور کرنے کے بعد

جواب دونگا۔ افسروں کے ایک وفد نے عرض کیا کہ تنخواہ نہ ملنے سے ہم سخت مصیبت
میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ مرزا اکبر سلطان نے شہر کے تمام مالدار مہاجنوں کو طلب کیا اور
ان سے آٹھ ہزار روپے وصول کئے۔ اس معاملے میں بیگم زینت محل، احسن اللہ خاں
اور محمود لال کا بہت زیادہ ہاتھ تھا، مرزا الٰہی بخش نے بادشاہ سے ملاقات کی
اور بخ کے طور پر انہیں مشورہ دیا کہ انگریزوں سے نامہ وپیام کا سلسلہ شروع
کردیا جائے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ میں بالکل بے بس ہوں اور یہ کام کرنے
سے سراسر قاصر ہوں۔ انہیں آگاہ کردیا گیا کہ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو نتائج
آپ کے خلاف نکلینگے۔ معاملہ یہیں پر ختم ہوگیا۔ نجیب آباد سے تقریباً ۲۰ جہادی
آئے اور شہر کے باہر قیام پذیر ہوئے۔ مرزا مغل بادشاہ کیخدمت میں حاضر
ہوئے اور سو سواروں کے ساتھ شہر کے معائنے کے لئے گئے اور ۱۰۰ روپیہ
فقرا میں تقسیم کیا۔ بادشاہ بہت دیر تک رات کو دار المشورہ میں بیٹھے رہے
اور حکیم احسن اللہ سے بات چیت کرتے رہے۔ بادشاہ نے اپنے استاد مولوی
حسن عسکری کے پاس چند خوان اور ململ کا تھان بھیجا۔

۲۵ جولائی:- بادشاہ دیوان خاص میں تشریف فرما تھے اور عمائدین
سے ملاقاتیں کر رہے تھے۔ کوٹ قاسم کے کلکٹر غلام محمد خاں سے کہا گیا کہ باقی ماندہ
رقم (۳۰۰۰ روپے) بھی ادا کردو۔ کلکٹر نے بیان کیا کہ میرے پاس روپیہ
نہیں ہے۔ گنگارام ہرکارہ، حافظ عبدالحکیم اور جیون لال کو حکم دیا گیا کہ چند
سو سواروں کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور زمینداروں سے لگان وصول کرکے
لاؤ۔ سمند خاں رسالدار بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بطور نذر
ایک روپیہ پیش کیا اور اپنے علاقہ کی حالت بیان کی۔ نیمچ کیمپ کا وفد بادشاہ
کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ ہمارے لئے اب عرب سرائے میں

کوئی جگہ باقی نہیں ہے اور درخواست کی کہ ہمارے لیئے مکانات تجویز کیئے جائیں
ان کی درخواست جنرل محمد خاں کے پاس بھیجدی گئی۔ عظیم علی رسالدار نے
بادشاہ کی خدمت میں عرضی پیش کی جسکا مفہوم یہ تھا کہ میرے آقا نواب جھجر سے
روپیہ کا جو مطالبہ کیا جا رہا ہے اسے واپس لے لیا جائے اور کہا کہ ان کے پاس
چند ہزار روپیہ موجود ہے اسے وہ روانہ کر دینگے۔ کچھ تو چند ہی دن میں
آجائیگا اور باقی بعد کو آئیگا۔ بادشاہ نے عرضی سننے کے بعد حکیم احسن اللہ خاں
سے جواب دینے کے لیئے کہا۔ گوالیار کی فوج کے ۱۵۰ سوار جو نیمچ کے باغیوں
سے مل گئے تھے، محل میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمیں رہنے کے لیئے مکانات
دیئے جائیں۔ لیکن اسی اثنا میں بادشاہ حرم میں داخل ہو گئے۔ خبر ملی کہ
گذشتہ چند دنوں سے ایک شخص سابق نواب جھجر کے ایجنٹ الب پرشاد کے
یہاں ٹھہرا ہوا ہے۔ اس کے پاس انگریزوں کی طرف سے لگان وصول کرنے
کا مختارنامہ بھی موجود ہے اور وہ بیل گاڑی میں سوار ہو کر متھرا جا رہا ہے جب
وہ دہلی دروازہ پہنچا تو گارد نے اس کی تلاشی لی اور مذکورہ بالا کاغذ مل گیا۔
اسپر انہوں نے اس کی گاڑی چھین لی اور اسے خوب زدوکوب کیا۔ اس کے
بعد تقریباً ۱۰۰ سپاہی الب پرشاد کے مکان پر گئے اور ان پر الزام لگایا کہ تم
نے یورپینوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ اس بہانہ سے سپاہیوں نے ان کے
مکان کی تلاشی لی اور اسے لوٹ لیا اور تقریباً ۵۰ ہزار روپے کی مالیت کا مال
اپنے ساتھ لے گئے۔ جونہی جنرل محمد خاں نے اس واقعہ کی خبر سنی تو انہوں
نے چند سو سپاہیوں کو لوٹ مار بند کر دینے کی غرض سے بھیجا۔ لیکن ان
سپاہیوں نے لوٹ مار کرنے والوں کے کام میں مداخلت نہیں کی۔ گوردھن
داس رئیس للتو گاڑی میں بیٹھکر شہر سے باہر جا رہے تھے اور ان کے پاس

اپنی حفاظت کے لیئے کچھ کارتوس، بارود اور چھرے تھے، دہلی دروازے کے گارد نے ان کی تلاشی لی اور اس بہانہ سے کہ وہ سامان جنگ اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں انہیں گرفتار کر لیا۔ اسپر چند سو سپاہی ان کے مکان پر گئے اور دھمکی دے کر تقریباً ۲۰۰۰ روپے ان سے وصول کیئے۔ اس کشمکش میں ایک سپاہی بھی زخمی ہو گیا۔ اطلاع ملی کہ پیدل فوج کی چار پلٹنیں اور ۱۷۰۰ سوار چند لاکھ روپے اور چند توپوں اور ۴۰ ہاتھیوں سمیت تیج کیمپ میں موجود ہیں اور ان کے افسروں کے نام ہیرا سنگھ، غوث محمد خاں، اور سدہاری لال ہیں رات کو انگریزی گولہ باری سے شہر کے کچھ باشندے مارے گئے۔ غلام محمد خاں نے جنرل محمد بخت خاں سے ملاقات کی۔

۲۶ جولائی:۔ مرزا ضیاء الدین اور مرزا امین الدین خاں آج صبح دربار میں حاضر تھے۔ شاہ لکھنؤ کے محلوں نے بادشاہ کے حضور میں اس مضمون کی عرضی پیش کی کہ ہم محاصل جمع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور جب یہ روپیہ جمع ہو جائیگا تو ہم اسے حضور کیخدمت میں بھیجدینگے۔ امانت علی جو پہلے انگریزی ملازمت میں پولیس کا افسر تھا، دربار میں حاضر ہوا اور نواب حسن علیخاں کیطرف سے نذر پیش کرنے کے بعد عرض کیا کہ میں شاہی فوج کے لیئے دس ہزار سپاہی بھرتی کر رہا ہوں۔ لاہور کے ایک رئیس کی چٹھی موصول ہوئی جس میں لکھا تھا کہ سر جان لارنس نے پنجاب میں اس قسم کا اعلان شائع کیا ہے کہ شاہ دہلی نے ایسے شخص کے لیئے انعام مقرر کیا ہے جو سکھوں کو قتل کرے اور ان کے سروں کو دہلی میں لاکر پیش کرے۔ سمند خاں نے ٹونک کے چند جہادیوں کو حضور میں پیش کیا جن میں سے ہر ایک نے دو روپے بطور نذر پیش کیئے۔ راؤ تلارام اور رئیس ریواڑی کے چچا رام سنگھ دربار میں پیش

کیئے گئے جہاں انہوں نے چند معاملات حضور کے گوش گذار کیئے۔ بعض سواروں نے بیان
کیا کہ ہم انگریزی کیمپ سے کئی گھوڑوں کو بھگا لائے ہیں۔ مرزا مغل نے نیمچ کے کیمپ میں سوارو
کی پلٹن کا جس میں ۸۰۰ سوار تھے معائنہ کیا۔ افسروں نے نذر میں اشرفیاں اور ایک گھوڑا
اور ایک ہاتھی معہ جھالر کے پیش کیا۔ جنرل محمد بخت خاں کی درخواست پر انہیں گورنر کے
درجہ پر فائز کیا گیا۔ بادشاہ نے جنرل کے طرز عمل پر اپنی خوشنودی کا اظہار کیا۔ جنرل
نے بھی اپنی عزت افزائی پر شکریہ ادا کیا اور دس اشرفیاں بطور نذر پیش کیں اور وعدہ
کیا کہ میں جواں بخت کی ولیعہدی کی تائید کرونگا۔ ڈھول سنگھ کے صاحبزادے ٹھاکر
گوپال سنگھ نے چند معاملات گوش گذار کرنے کی غرض سے حضور سے ملاقات کی
مرزا ابوبکر، مرزا عبداللہ اور مرزا خواص دربار میں حاضر ہوئے اور بادشاہ کو اطلاع دی
کہ انگریزی کیمپ میں ہر رات کو ۱۲۶ سیر نیل جلایا جاتا ہے اور یہ ساری مقدار شہر ہی
سے بھیجی جاتی ہے۔ آج ایک سوار نے جامع مسجد کے قریب گولی مار کے خودکشی کرلی۔
بادشاہ کو اطلاع ملی کہ جب نیمچ کی فوجیں بلب گڈھ آرہی تھیں تو اسوقت دیوان سنبک راؤ
ان کے استقبال کے لیئے دس میل تک گئے اور نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ فتح آباد
تک ساتھ دیا۔ اس کے بعد انہیں لوٹ جانے کی اجازت مل گئی۔ بادشاہ کو خفیہ اطلاع
ملی کہ میرٹھ میں افواہ گرم ہے کہ انگریز یکم اگست کو باغیوں کو سزا دینے کا ارادہ رکھتے ہیں
۲۷ جولائی:۔ آؤلا پرشاد اور منشی رتنال نے دربار میں شرکت کی اور بادشاہ
سے شکایت کی کہ سپاہیوں نے اس بہانہ سے کہ ہم نے انگریزوں کو پناہ دے رکھی ہے
ہمارے گھروں کو لوٹا اور ۱½ لاکھ روپے کی مالیت کا سامان لے گئے۔ بادشاہ نے
حکم دیا کہ مرزا مغل اس شکایت کی تحقیقات کریں اور سپاہیوں سے سامان واپس
لینے کا انتظام کریں بخت گڑھی کے پولیس افسر کے پاس سے ضروری پیغام وصول
ہوا جسکا مفہوم یہ تھا کہ دو ہزار آدمی شہر کو لوٹنے کی غرض سے جمع ہو رہے ہیں۔ جنرل

محمد بخت خاں کو حکم دیا گیا کہ ان باغیوں کو منتشر کردیں۔ مولوی صدرالدین خاں کو حکم دیا گیا کہ اسوقت تک فوجداری مقدمات کی سماعت کریں جب تک کہ انگریزوں پر فتح حاصل ہو۔ روسائے لاہور کیطرف سے دو سکھ آئے جنہوں نے یہ اطلاع دی کہ نیمچ کی فوجوں کو دو لاکھ کارتوس دیدیئے گئے ہیں۔ احکام نافذ ہوئے کہ ان کارتوسوں کو ضائع نہ کیا جائے اس لئے کہ میگزین میں سامان حرب کم ہوتا جارہا ہے۔ آج انگریزی کیمپ سے ایک سپاہی بھاگ کر آیا جنرل محمد بخت خاں نے فوج کی پریڈ کی اور سپاہیوں کو متنبہ کردیا کہ وہ شہر کے باشندوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ دیں اور نہ لوٹیں، اور جو لوگ اس حکم کے خلاف کرینگے انہیں آئندہ فتح میں حصہ دار نہیں بنایا جائیگا۔ دو ہندوستانی توپچی انگریزی کیمپ سے بھاگ کر آئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ کیمپ میں بہت کم سپاہی رہ گئے ہیں لیکن انگریزوں کا توپخانہ بہت مضبوط ہے۔ نیمچ کی فوج کے نام حکم بھیجا گیا کہ فی الفور آکر اپنے تئیں بادشاہ کی خدمت میں پیش کردو۔ آج یہ اہم خبر موصول ہوئی کہ ۲۰ ہزار یورپین فوج جہازوں سے اتری ہے، یہ کہ کانپور، بنارس، فتح گڈھ، الہ آباد وغیرہ مقامات پر انگریزوں کا دوبارہ قبضہ ہوگیا ہے، یہ کہ راجہ پٹیالہ کی فوج میں کسی قدر بغاوت ہوگئی ہے اور یہ کہ سامان حرب سے لدے ہوئے چند ہزار ٹٹو بہ حفاظت تمام انگریزی لشکر میں پہنچ گئے ہیں۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ انگریزوں نے ہرسول میں ۱۸ توپوں کی مسلح باتری تعمیر کی ہے اور اسی قسم کی باتری برم پاری اور علی پور اور نواب سعید خاں کے باغ میں بھی قایم کی گئی ہے اور یہ کہ وہ اپنے لشکر کے گرداگرد ایک میل لمبی گہری خندق کھود رہے ہیں تاکہ ان پر پیشقدمی نہ کی جا سکے۔ انگریزوں نے ۸۰۰ سوار مع چند توپوں کے اس غرض سے بھیجے تھے کہ سپاہی نہر پر پل تعمیر نہ کرسکیں۔ خبر ملی کہ انگریز مختلف مقامات کا معائنہ کررہے ہیں تاکہ جنگ کیلئے

کوئی ایسا مقام منتخب کیا جا سکے جس سے باغیوں کو تباہ و برباد کیا جائے۔

۲۸ جولائی:۔ بادشاہ نے قلعہ سلیم گڈھ کا معائنہ کیا اور وہاں سے دربار عام میں تشریف لے گئے۔ سعید علی خاں اور حکیم عبدالحق (صاحبزادگان راجہ امر سنگھ مرحوم) اور حسن علی خاں اور دیگر امرا بھی موجود تھے، بہت سے افسروں نے دربار میں شرکت کی تھی۔ جنرل محمد بخت گردھاری لال، غوث محمد اور ہیرا سنگھ بھی موجود تھے موخرالذکر نے اس لڑائی کا حال بیان کیا جو آگرہ میں انگریزوں کے ساتھ ہوئی تھی۔ انگریزی کمک کی خبر کے متعلق بحث ہوتی رہی۔ مکند لال نے عرضی پیش کی کہ مجھے اپنی ماں کی لاش کو کلکتہ دروازہ میں سے لے جانے کی اجازت دیجائے اسپر منظوری صادر کر دی گئی۔ راؤ تلا رام رئیس ریواڑی کی چٹھی موصول ہوئی جسمیں لکھا تھا کہ بھورا گاؤں مجھے عطا کر دیا جائے۔ عرضی حکیم احسن اللہ خاں کو بغرض رپورٹ دیدی گئی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ جنرل اور فوج کے افسران کے نام اس مضمون کی چٹھیاں بھیج دی جائیں کہ عید کے موقع پر شہر میں کوئی گائے ذبح نہ کیجائے اور تنبیہ کر دی گئی کہ اگر کسی مسلمان نے ایسا کیا تو اسے توپ کے منہ سے اڑا دیا جائیگا اور اگر کسی مسلمان نے گائے ذبح کرنے کی ترغیب دی تو اسے بھی قتل کر دیا جائیگا حکیم احسن اللہ خاں نے اس حکم پر اظہار ناراضگی کیا اور کہا کہ میں مولویوں سے رجوع کرونگا۔ بادشاہ اس مخالفت سے سخت ناراض ہوئے، دربار برخواست کر دیا اور حرم میں چلے گئے۔ چند سوار آج چھ ٹٹوؤں کو پکڑ کر لائے جنہیں انہوں نے گرفتار کیا تھا۔ پچاس سوار کانپور سے آئے اور اطلاع دی کہ انگریزوں نے اسپر دوبارہ قبضہ کر لیا ہے۔ وہ اپنے ساتھ ایک ہاتھی بھی لائے تھے جسے انہوں نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ انہوں نے یہ اطلاع بھی دی کہ نانا صاحب پیشوا فرار ہو گئے ہیں، نیمچ کی فوج نے بادشاہ کی خدمت میں ۲۶ ہاتھی پیش کیے۔ ان کے متعلق حکم ملا کہ

انہیں جنرل محمد بخت خاں کے پاس بھیجدیا جائے۔ خبر ملی کہ انگریزوں نے چند گھسیاروں کو گرفتار کرلیا ہے جنکا تعلق بریلی کے لشکر سے تھا۔ ان سے استفسار کیا گیا کہ سپاہیوں کی تعداد کتنی ہے اور یہ طعنہ دیا گیا کہ جنرل محمد بخت خاں لڑنے کے لیئے باہر کیوں نہیں نکلتا۔ اس کے بعد ان کے ناک کان کاٹ کر انہیں چھوڑ دیا گیا، بادشاہ کے احکام کے متعلق جنرل بخت خاں نے شہر میں منادی کردی کہ شہر میں گائے کا ذبح کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ مرزا مغل نے اپنے گھر میں جنگی کونسل منعقد کی، انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ کی حفاظت کیلئے ۲۰۰ سوار متعین کیئے۔ اسکے بعد وہ اجمیری دروازے گئے، بادشاہ نے حکم دیا کہ نواب جھجر کے وکیل غلام نبی خاں کو دربار سے نکالدیا جائے اسلئے کہ انکے آقا نے مطلوبہ رقم ابتک نہیں بھیجی۔ غلام محمد خاں رئیس فرخ نگر نے بادشاہ کے دستخط کے لیئے ایک سرٹیفکٹ پیش کیا جس میں انہیں بھورا کا تحصیلدار مقرر کیا گیا تھا۔ اطلاع ملی کہ جنرل محمد بخت خاں نے تلارام رئیس ریواڑی کے چچا رائے رام سنگھ کی گرفتاری کا حکم نافذ کردیا ہے اس لیئے کہ باشندگان ریواڑی کی جانب سے ان کے خلاف بہت سی شکایات موصول ہوئی تھیں۔ لیکن قبل از وقت خبر ملجانے سے وہ شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اطلاع ملی کہ کمپنی کی فوجیں ریواڑی پہنچ گئی ہیں۔

۲۹ جولائی:۔ مرزا امین الدین خاں اور مرزا ضیاء الدین خان اور دیگر عمائدین شہر نے ایک دربار منعقد کیا جس میں جنرل بخت خاں بادشاہ کے نمائندہ کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ سفر مینا کے صوبہ دار قادر بخش نے جلسہ میں تقریر کی اور جنرل محمد بخت خاں پر یہ الزام عاید کیا کہ وہ انگریزوں پر حملہ کرنے سے عمداً پہلوتہی کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ "بہت دن ہو چکے ہیں اور جنرل نے ابھی تک انگریزوں پر فوج کشی نہیں کی۔ اسکا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ انگریزوں نے شہر پر کامیابی کے ساتھ حملہ کرنے کی غرض سے تمام ضروریات جمع کرلی ہیں"، جنرل اس تقریر پر بہت کچھ جھلائے مگر بادشاہ نے یہ کہہ کر انکے

غصہ کو دھیما کر دیا کہ صوبہ دار نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ صداقت پر مبنی ہے۔ بہرحال
جلسے میں کچھ طے نہیں ہو سکا۔ نیمچ کی فوج کے افسروں نے عرض کیا کہ ہمارے
پاس تنبوؤں کی کمی ہے۔ ان سے کہدیا گیا کہ جنرل سے اپنی شکایت رجوع کریں
ایک زمیندار بھی حاضر ہوا اور اس نے ایک روپیہ بطور نذر پیش کیا۔ شاہی افسروں
کی تنخواہیں آج تقسیم کی گئیں جن کی مجموعی مقدار ۱۲۰۰۰۰ روپے تھی۔ بادشاہ نے
اپنے مطبخ سے جنرل بخت خاں کو گوشت کے مختلف کھانوں کے چار خوان بھیجے
خبر ملی کہ لاہور کے چند ہزار سپاہی پٹیالہ کا گھیرا ڈال رہے ہیں۔ چند سکھ جو راجہ نرندر سنگھ
کے ہمراہیوں میں سے تھے، انگریزی لشکر سے فرار ہو کر آئے اور دربار میں شریک
ہوئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ انگریزوں کے پاس توپخانہ کے گھوڑوں کی سخت
کمی ہے لیکن توپیں بہت سی ہیں۔ پانچ سو سپاہی جن میں پیدل سپاہی اور سوار
دونوں شریک تھے، فتحپور سے آئے اور انہیں جنرل محمد بخت خاں کی خدمت
میں بھیجدیا گیا۔ جنرل نے آج حسن علی خاں کو حکم دیا کہ وہ جھجر جائیں اور نواب جھجر
سے تین لاکھ روپیہ لائیں ورنہ روپئے کی وصولی کیلئے فوج بھیجی جائیگی۔ خبر موصول ہوئی
کہ بمبئی کی فوجیں مادھو گنج پہنچ گئی ہیں اور بڑی سرعت کے ساتھ دہلی کی جانب آرہی
ہیں۔ رامجی مل مہاجن اور جیت مل مہاجن کو حکم دیا گیا کہ شاہی خزانہ میں ۵ لاکھ
روپیہ داخل کریں اور عدم تعمیل کی صورت میں انہیں دھمکی دی گئی۔ نصیر آباد
کی ایک پلٹن نیمچ کی فوج سے مل گئی۔

۳۰ جولائی:- آج بادشاہ مہتاب باغ میں ایک فقیر سے ملنے کے
لئے گئے اور کچھ دیر تک اس سے لڑائی کے متعلق بات چیت کرتے رہے اسکے
بعد بادشاہ نے سعید علی خاں اور حکیم عبدالحق خاں سے مشورہ کیا۔ بعدازاں
وہ حرم میں چلے گئے۔ ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا یعنی یہ کہ نواب محمد میر خاں مرحوم

کے صاحبزادے دربار میں بیٹھے رہے اور تعظیم کے لیئے کھڑے نہ ہوئے۔ بادشاہ کے چلے جانے کے بعد سعید علی خاں نے ان سے کہا کہ "یہ نہایت نامناسب بات ہے کہ بادشاہ کے حضور میں تمام امرا تو کھڑے رہیں اور تم بیٹھے رہ جاؤ۔ تم کو آئندہ کھڑا رہنا چاہیئے اور بیٹھنا نہ چاہیئے ورنہ تمہارے لیئے اچھا نہ ہوگا" چند جہادیوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے اور ہم بھوکے مر رہے ہیں، بادشاہ نے جواب دیا کہ خزانہ خالی ہے۔ ولی داد خاں نے بلب گڈھ سے عرضی بھیجی جس میں لکھا تھا کہ میں نے چند میدانی توپیں اور ۲۰۰ گھوڑے جو میرے ہاتھ لگ سکے جمع کر لیئے ہیں لیکن پیدل فوج موجود نہیں ہے جو انہیں با حفاظت تمام لے جائے۔ بادشاہ نے جنرل محمد بخت خاں کو حکم دیا کہ پیدل فوج کی ایک پلٹن، ۴۰۰ سوار اور دو توپیں نواب کی امداد کے لیئے بھیجی جائیں۔ مگر جنرل نے نواب کو لکھا کہ پہلے ایک ہزار روپیہ بھیجدو اس کے بعد فوج بغرض اعانت بھیجدی جائیگی۔ گوبند (ناظر) نے بادشاہ سے شکایت کی کہ جنرل بخت خاں نے مجھ سے میرا گھوڑا لے لیا ہے اور سپاہیوں کے حوالے کر دیا ہے۔ بادشاہ نے جنرل کے نام حکم نافذ کر دیا کہ عرض کنندہ کو نہ ستایا جائے۔ جے پور کا ایک ایلچی آیا اور ایک روپیہ بطور نذر پیش کرنے کے بعد بادشاہ سے عرض کیا کہ جے پور کے سپاہی اپنے راجہ سے دق آ گئے ہیں کیونکہ انہوں نے گیارہ یورپینوں کو زنانخانہ میں چھپا رکھا ہے اور یہ کہ انکا ارادہ ہے کہ آئندہ جب راجہ صاحب درشن دینے کے لیئے باہر نکلیں تو انہیں گرفتار کر کے دہلی لے آئیں۔ اس نے یہ بھی اطلاع دی کہ راجہ نے اپنی حفاظت کیلئے ۲ ہزار راجپوت مقرر کر دیئے ہیں اور اپنے محل میں توپیں بھی چڑھا لی ہیں۔ عرضی میں سپاہیوں نے بادشاہ سے یہ درخواست کی تھی کہ ہمارے طرز عمل پر اظہار خوشنودی فرمایا

جواب میں بادشاہ نے یہ تحریر لکھوا دی کہ جو کوئی شخص بادشاہ کا وفادار رہیگا اُسے انعام واکرام سے مالا مال کیا جائیگا۔ بلب گڈھ کے راجہ ناہر سنگھ کی چٹھی جنرل بخت خاں کی وساطت سے موصول ہوئی جس میں لکھا تھا کہ میرا قصور معاف کر دیا جائے انگریزی لشکر سے دو سوار بھاگ کر آئے اور بیان کیا کہ ہمیں میرٹھ سے بھیجا گیا ہے تاکہ ہم سہارنپور سے کمسریٹ کا سامان جمع کریں۔ انہوں نے کہا کہ راستہ میں گوجروں نے ہم پہ حملہ کیا اور ہمارے خزانہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ہماری خواہش ہوئی کہ ہم شاہی افواج میں داخل ہوجائیں۔ دیوان مکند لال کے پاس تین شالیں اور اکیس روپے ان کے آقا کے مرجانے پر از راہ ہمدردی بھیجے گئے۔ سہ پہر کو چار بجے رامجی مل مہاجن اور پٹیا مل سوداگر دربار میں حاضر ہوئے اور آداب بجالانے کے بعد رامجی مل نے اپنی پگڑی بادشاہ کے پاؤں پر رکھدی اور عرض کیا کہ میں بالکل مفلس اور قلاش ہوگیا ہوں میری دکان لکھنؤ میں تھی اسے اور میرے مکان کو لوٹ لیا گیا ہے اور اب میرے پاس ایک کوڑی بھی نہیں کہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کرسکوں۔ بادشاہ نے جواب میں فرمایا کہ "میں تم سے روپیہ قرض مانگتا ہوں۔ میں ٹیکس کے طور پر نہیں لینا چاہتا۔ دیکھو میرے دوست جوتی پرشاد نے انگریزوں کو تیس ہزار روپے قرض دیئے ہیں۔ اب تم کس بنا پر روپیہ قرض دینے میں پس وپیش کرتے ہو" بادشاہ نے پٹیا مل سے کہا کہ تمہیں بالضرور ۵۰ ہزار روپے قرض دینے چاہئیں۔ احکام نافذ ہوئے کہ نیمچ کی فوج کل صبح علی پور کی جانب کوچ کریگی۔ انگریزی گولہ باری سے چند شہری مارے گئے۔ بریلی کی فوج اور نیمچ کی فوج کے افسروں کے درمیان کچھ تنازعہ برپا ہوگیا جسکی وجہ سے جنرل محمد بخت خاں کو جاکر مصالحت کرانی پڑی۔

۳۱ جولائی:۔ نواب احمد علی خاں رئیس فرخ نگر نے بادشاہ کی خدمت میں

عریضہ ارسال کیا جس میں شاہی خاندان سے اپنے تعلقات کا ذکر درج تھا اور یہ مذکور تھا کہ شاہان مغلیہ نے مجھے دو کروڑ روپے سالانہ کی جاگیر عطا کر رکھی ہے اور شکایت کی کہ مجھے راؤ تلا رام رئیس ریواڑی عنقریب فوج کشی کرنے والا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ چٹھی بھی پڑھی گئی جو راؤ تلا رام نے غلام محمد خاں کو بھیجی تھی اور جس میں لکھا تھا کہ "کیا تم نشہ میں ہو۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ انگریز ہندوستان سے چلے جائینگے؟ وہ یقیناً واپس لوٹینگے اور تمہیں تباہ و برباد کر دینگے" چٹھی میں یہ بھی درج تھا کہ راؤ تلا رام نے کچھ روپیہ ریواڑی بھیجا تھا جسے زمینداروں نے چھین لیا، یہ کہ اس نے بیگم صاحبہ کی بے عزتی کی ہے اور ابھی تک بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا، بادشاہ نے خواہش ظاہر فرمائی کہ نواب فرخ نگر اور راؤ تلا رام کو روپیہ بھیجنے کی غرض سے چٹھیاں لکھی جائیں۔ راجہ مہر سنگھ کے بچوں نے درخواست دی کہ جو سات گاؤں بادشاہ نے دے رکھے تھے انہیں انگریزوں نے لے لیا ہے اور عرض تھا کہ بادشاہ انہیں حکم دیں کہ گاؤں واپس کر دیں۔ جہادیوں کا ایک قائد اعظم ٹونک سے آیا اور بادشاہ کی خدمت میں ایک مہر روپیہ کی نذر پیش کی۔ شاہی جواہرات کے محافظ جوہر لال نے عید کے موقع پر پہننے کے لئے کپڑوں کے ساتھ جوڑے نکالے۔ میر فیاض علی نے معروضہ پیش کیا کہ جہادی بھوکے مر رہے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ انہیں کھلانے کے لیئے میرے پاس روپیہ نہیں رہا۔ فیاض نے کہا کہ شہر والوں کو حکم دیجئے کہ وہ ان کے کھانے کا بندوبست کریں۔ بادشاہ نے اس تجویز کو پسند کیا۔ نیمچ کی فوج کے بہت سے افسر دربار میں شامل ہوئے اور اطلاع دی کہ ہم رات کے دو بجے واپس پہنچے اور لیفٹیننٹ گورنر کی کوٹھی پر گیارہ بجے پہنچے اور یہ وہ وقت تھا جبکہ گولہ باری ہو رہی تھی اور ہم انکی زد میں آگئے تھے۔ ہم نے فی الفور انگریزی خندقوں کو تہ و بالا

کر ڈالا اور پل کی مرمت کر کے واپس چلے آئے اور لٹیروں (انگریزوں) کے ساتھ جنگ کی جسمیں جانبین سے دو سو آدمی کھیت رہے۔ بادشاہ نے بلند آواز سے شاباش دی اور افسروں کی بیحد تعریف و توصیف کی۔ یہ بھی کہا گیا کہ جب نیمچ کی فوج پل پر سے گذر رہی تھی تو اسوقت انگریزوں نے کمک بھیجی مگر جنرل محمد بخت خاں نے ان کی توجہ دوسری جانب مبذول کر دی اور بالآخر وہ علی پور کی جانب پسپا ہو گئے۔ نمازی آباد کے تحصیلدار نے عریضہ بھیجا جس میں یہ بات درج تھی کہ انگریزوں کیطرف سے ایک تحصیلدار ۱۰۰ سپاہیوں کی جماعت کے ساتھ آیا لیکن میں بھی محاصل زمین جمع کروانے کے خیال سے ان کے ساتھ ہولیا اور مناسب موقع پر ۵۰ سواروں کی مدد سے میں نے ۱۸ برق اندازوں (محاصل جمع کنندگان) کو گرفتار کر لیا اور پانچ گھوڑوں کو بھی پکڑ لیا۔ حسب ذیل خبریں مشتہر کی گئیں: انگریزوں نے ۲۹ تاریخ کو میرٹھ میں ۴۶ آدمیوں کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ نانا صاحب نے ۱۵۰۰ انگریزوں کو جو کانپور پہنچ گئے تھے قتل کر ڈالا اور کانپور پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ چند باشندوں کو اس بہانہ سے گرفتار کر لیا گیا کہ انہوں نے انگریزوں کو پناہ دے رکھی ہے حالانکہ یہ بالکل جھوٹ تھا۔ یہ بھی بیان کیا گیا کہ نیمچ کی فوج دو توپوں اور ۴۰۰ سپاہیوں کے ساتھ باؤٹہ اور علی پور کی جانب روانہ ہوئی لیکن جب دیکھا کہ توپیں ادھر نہیں چڑھتیں تو فوج واپس لوٹ آئی۔ ایک مولوی بادشاہ کے پاس آیا اور کہا کہ اگر آپ مجھے بکرے کی اوجھڑی پر قرآن شریف کی چند آیات پڑھنے کی اجازت دیں تو اسکا نتیجہ یہ نکلیگا کہ انگریزی توپیں بیکار ہو جائینگی۔ پوری بساری کے چند زمینداروں نے بادشاہ کے پاس عرضی بھیجی کہ انگریز لگان مانگتے ہیں لیکن اگر حضور ہمیں حکم دیدیں تو ہم ایک پائی بھی ادا نہیں کرینگے بلکہ انگریزوں کو قتل کر دینگے۔

۱-اگست :- بادشاہ نے دربار منعقد کیا۔حکیم احسن اللہ خاں اور دوسرے امرا بھی شریک تھے۔ بادشاہ اعیان سلطنت کی معیت میں عید کی نماز ادا کرنے کی غرض سے مسجد میں تشریف لے گئے، اور جامع مسجد، چھوٹی مسجد اور عیدگاہ کے مولویوں میں کپڑوں کے چھ جوڑے اور موتیوں کی تین مالائیں تقسیم کیں۔مرزا احمد سلطان اور مرزا جہاندار خاں کو چار چار خلعت اور تین تین مالائیں عطا فرمائیں۔بادشاہ نے عیدگاہ میں بھیڑ کی قربانی بھی ادا کی۔مرزا جواں بخت اور حکیم احسن اللہ خاں، راجہ اجیت سنگھ رئیس پٹیالہ، ناظر حسن، مرزا مظفر الدولہ، کپتان دلاور علی خاں اور دیگر افسران نے اپنے اپنے رتبے اور مرتبے کے لحاظ سے نذریں پیش کیں جنکی مجموعی تعداد ۸ اشرفیاں اور ۱۲۰ روپے تھی۔آج خبر موصول ہوئی کہ نیمچ کی فوج کا بمقام باسی انگریزوں سے معرکہ رہا جس میں بہت سے مقتول و مجروح ہوئے۔بارش کی وجہ سے سخت تکالیف کا سامنا رہا۔اس کے بعد بادشاہ حرم میں تشریف لے گئے، بیگمات نے بھی نذریں پیش کیں۔مجھے خفیہ طریقہ سے معلوم ہوا کہ انگریزوں نے علی الصباح ۶ توپوں کی باٹری کے ساتھ سپاہیوں پر حملہ کیا تھا اور موخرالذکر کو پسپا کر دیا تھا۔بادشاہ کے فرستادہ افسر منشی سلطان سنگھ کے پاس گئے اور ان سے ۵۰ ہزار روپے طلب کئے۔اس کے بعد میرے پاس آئے اور ۲۵ ہزار روپے مانگے۔باقیوں سے معمولی معمولی رقمیں حاصل کی گئیں وہ بہت بے صبرے تھے اور انکا طرز عمل بھی گستاخانہ تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آپس میں تکرار ہوگئی۔بالآخر لالہ سنت لال نے انہیں چلے جانے کے لئے کہا۔انہوں ہی نے ہماری بھی سفارش حیدر حسن خاں (کمانڈر توپخانہ) سے کی۔ہم نے حکیم احسن اللہ خاں، لالہ بھولا ناتھ اور دوسرے اشخاص سے بہت منت سماجت کی۔بادشاہ نے جواب دیا کہ معاملہ جنرل محمد بخت خاں کے ہاتھ میں ہے اور

ہیں مداخلت کرنے سے معذور ہوں لیکن رہائی حاصل کرنے کی غرض سے ضروری ہے کہ کچھ روپیہ ادا کیا جائے۔ لالہ شام لال (وکیل ولیعہد) نے ہماری طرف سے بہت کوشش کی۔ مرزا الٰہی بخش نے یقین دلایا کہ ان کے پاس روپیہ بالکل نہیں رہا اور اس لئے ان سے روپیہ حاصل کرنے کی کوشش بیکار ہے۔

۲۔ اگست:۔ آج بادشاہ دربار عام میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ جلوہ فرما تھے۔ مرزا امین الدین خاں، سعادت علی خاں وکیل، فضل حسن خاں، ابراہیم علی خاں وکیل، اکبر علی خاں بھی دربار میں حاضر تھے۔ جنرل صمند خاں رسالدار، غلام نبی خاں وکیل، حسن علی خاں اور مولوی صدر الدین خاں بھی شریک ہوئے۔ کل ۱۲۶ روپے اور ۹ اشرفیاں بطور نذر پیش ہوئیں۔ بالعموم جنگی حالت پر گفتگو ہوتی رہی۔ اس کے بعد بادشاہ نے چند اشعار سنائے، جنہیں انہوں نے موزوں کیا تھا۔ یہ اشعار جنرل بخت خاں کے پاس بھیج دیئے گئے تھے ان کا مفہوم یہ تھا۔

"خدا کرے کہ دین کے دشمن تباہ و برباد ہو جائیں!
"خدا کرے کہ فرنگی نیست و نابود ہو جائیں!
قربانیاں کرکے عید کے قرباں کے تہوار کو مناؤ!
اور دشمنوں کو تہ تیغ کر دو اور کوئی نہ بچنے پائے!"

راؤ تلا رام کے پاس سے عریضہ موصول ہوا جس کے ساتھ ۵ اشرفیاں بھی تھیں جنرل بخت خاں بھی شریک دربار ہوئے اور اطلاع دی کہ موسلادھار بارش کیوجہ سے تمام علاقہ جل تھل ہو گیا ہے اور اس لئے میں واپس آ گیا ہوں۔ بادشاہ یہ سنکر بہت افروختہ ہوئے اور کہا کہ "تم باوڑہ کو کبھی بھی فتح نہیں کر سکو گے"۔ آج شام کو بادشاہ نے تمام افسروں کو دربار عام میں مدعو کیا اور ان کے روبرو حسب ذیل تقریر کی

جو خزانہ تم میرے پاس لائے تھے وہ سب ختم ہو گیا۔ شاہی خزانہ اب خالی پڑا ہوا ہے، اور اس میں ایک پیسہ بھی باقی نہیں رہا۔ میں سنتا ہوں کہ دن بدن سپاہی اپنے گھروں کو جا رہے ہیں۔ مجھے اب فتح کی کوئی امید دکھائی نہیں دیتی میری خواہش یہ ہے کہ تم لوگ سب کے سب شہر چھوڑ کے کسی مرکزی مقام میں چلے جاؤ۔ اگر تم نہ جاؤ گے تو جو کارروائیاں مناسب ہونگی اُنہیں عمل میں لاؤنگا۔"

اس تقریر کے بعد افسروں نے بادشاہ کو ڈھارس دی اور کہا کہ "ہم اب بھی باؤ کو فتح کر سکتے ہیں۔ انشاء اللہ۔ عین اسی وقت سلیم گڈھ میں ایک گولہ چھٹا جس سے ایک سپاہی مر گیا۔ میرے نام ایک طویل حکم بھیجا گیا جس میں تاکید کی گئی تھی کہ دو ہزار روپیہ لے کر حاضر ہو جاؤ۔ اسپر بے ساختہ میری زبان سے یہ شعر نکل گیا:۔

خدایا بچا اس مصیبت سے مجھکو

کہ تو میری حالت سے آگاہ ہے

احمد مرزا نے شہزادوں کو بھی مجھ سے بدظن کر دیا اور میرے مکان پر دن رات پہرہ رہنے لگا۔ حیدر حسن خاں نے پیدل سپاہی اور سوار مجھے دق کرنے کے لیے بھیجے۔ بالآخر سنت لال ان سب کو محل میں لے گئے۔

۳۔ اگست:۔ غوث محمد خاں جو نیمچ کی فوج کے سرداروں میں سے تھے، بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مگر بادشاہ نے یہ کہکر ملاقات کرنے سے انکار کر دیا کہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ محکمہ تحقیق جرائم کے افسروں نے نواب قلی خاں وکیل کی خدمت میں نذریں پیش کیں۔ محمد اکبر علی خاں والی پاٹودی نے اپنی بیگم کیطرف سے ایک اشرفی پیش کی۔ مرزا مغل بیگ کے احکام کے مطابق فوج کے تمام افسر دربار میں شریک ہوئے۔ کچھ دیر تک آخری معرکہ زیر بحث رہا۔ ۱۰ سوار فتح گڈھ سے آئے اور باغیوں میں مل گئے۔ گوالیار کی فوجوں کے پاس سے

عریضہ موصول ہوا جس میں تحریر تھا کہ ۲ ہزار سپاہی دہلی آنے کے لیئے تیار بیٹھے ہیں اور صرف شاہی احکام کے منتظر ہیں۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ "شاہی خزانہ بالکل خالی ہے"۔ نصیر آباد سے چند جہادیوں کا معروضہ موصول ہوا جس میں لکھا تھا کہ اگرچہ چھ ہزار سپاہی ایک دل ایک جان ہو رہے ہیں لیکن انگریزوں نے شہر پر قبضہ کر لیا ہے۔ بادشاہ نے حسب ذیل جواب لکھوایا: "دہلی میں ۶۰ ہزار سپاہی موجود ہیں اور وہ ابھی تک انگریزوں کو باؤنڈ سے نہیں ہٹا سکے۔ تمہارے ۶ ہزار سپاہی کیا کر لینگے؟" جنرل بخت خاں دربار میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ سپاہی میرے کہنے میں نہیں رہے۔ ایک سوار نے بادشاہ کی خدمت میں خنجر پیش کیا اور کہا کہ "یہ خنجر حضور صلی اللہ علیہ وسلم زیب تن فرماتے تھے"۔ ایک منادی تمام شہر میں یہ منادی کرتا پھرا کہ سوات کے اخوند صاحب ۱۴۰۰ جہادیوں کے لشکر کے ساتھ دہلی آرہے ہیں۔ کسی شخص نے اسے نہیں روکا۔ مرزا مغل دو سواروں کے ساتھ سواری کے لیئے نکلے اور جنگھور تک جا کر واپس آگئے۔ آج شام کو مغرب سے گھنٹہ بھر قبل زلزلہ محسوس ہوا۔ مجھے اطلاع دی گئی کہ اکبر خاں والی پاٹودی بھیس بدل کر شہر میں آئے ہوئے ہیں۔ مرزا مغل لالہ سنت لال کی اجازت لیکر میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے انہیں اپنے حالات بتا دیئے اور کہا کہ میرے پاس روپیہ کہاں۔ میری تنخواہ معمولی ضروریات زندگی کے پورا کرنے میں صرف ہو جاتی ہے۔ میں نے تمام زندگی محنت و ایمانداری کے ساتھ کام کیا ہے اور دولت جمع نہیں کی جب تک مجھے تنخواہ نہ ملیگی میرے پاس روپیہ نہیں آئیگا، بادشاہ کو تمام اختیارات حاصل ہیں جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ مرزا نے مجھ پر الزام لگایا کہ تم انگریزوں کے پاس خبریں بھیجتے ہو اور برہمنوں سے انگریزی راج کے از سر نو قیام کی دعائیں منگواتے ہو اور بادشاہ کی شکست کے امیدوار رہتے ہو

اور سپاہیوں کو "باغی" کے نام سے یاد کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ "میں صرف اتنا کر سکتا ہوں کہ مطلوبہ رقم میں کسی قدر کمی کر دوں"۔

۴۔ اگست:۔ بادشاہ ابھی حرم ہی میں تھے کہ افسروں کا وفد حاضر ہوا انہوں نے شکایت کی کہ حکیم احسن اللہ خاں انگریزوں سے ساز باز رکھتے ہیں اور یہ کہ انہوں نے ہی یہ منادی کروائی تھی کہ سوات سے ۴۰۰ جہادی قریب کے پڑاؤ میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور آج شہر میں داخل ہو جائینگے۔ افسروں نے بیان کیا کہ تحقیقات سے ہم پر ثابت ہو گیا ہے کہ یہ جہادی پٹھان تھے، جنہیں انگریزوں نے اس غرض سے بھرتی کیا تھا کہ شہر میں داخل ہو کر وہ پوربیوں کے ساتھ جنگ کریں اور انہیں مار ڈالیں اور اسطرح سے بآسانی شہر پر قابض ہو جائیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ مجھے کسی ایسے اعلان کی اطلاع نہیں ملی اور مجھے یقین ہے کہ حکیم احسن اللہ خاں اس قسم کی کسی سازش میں شریک نہیں ہیں برخلاف اس کے مجھے معلوم ہے کہ اخوند صاحب نے اپنا نہایت قابل اعتماد شخص نائب کی حیثیت سے کام کرنے کی غرض سے میرے پاس بھیج رکھا ہے اور خاص اپنی تلوار میرے ہاتھ میں دے کر یہ حکم دیا ہے کہ خدا اور اس کے رسول کا نام لے کر انگریزوں کو نیست و نابود کر دو۔ یہ افسر حکیم کی غداری پر اس درجہ یقین رکھتے تھے کہ وہاں سے سیدھے ان کے گھر گئے تاکہ ان کو قتل کر دیں لیکن چونکہ حکیم صاحب کو قبل از وقت معلوم ہو گیا تھا اس لیئے وہ گھر سے غائب ہو گئے تھے۔ بادشاہ نے افسروں اور مرزا مغل کو بلا بھیجا اور موخر الذکر کی تعریف کر کے یہ بات کہی کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ جس شخص نے منادی کی تھی وہ انگریزوں کا آدمی تھا۔ انہوں نے یہ کہا کہ میں نے مرزا مغل اور جنرل محمد بخت خاں کو حکم دیدیا ہے کہ تمہیں اپنی کمان میں لے لیں اب تم پسند کر لو کہ کس کی

کمان میں رہنا پسند کرتے ہو۔ یہ امر باعث تکلیف ہے کہ شہر والوں کو ستایا جائے اور سپاہیوں کی جانب سے انہیں دھمکی دیجائے حالانکہ وہ شہر میں صرف اسی مقصد سے آتے ہیں کہ انگریزوں کا تہس نہس کردیں نہ کہ اپنے ہم ملکیوں کا۔ یہ سپاہی ہمیشہ شیخی بگھارا کرتے تھے کہ ہم انگریزوں کو تباہ کرنے کی غرض سے اپنے استحکامات میں سے باہر نکلینگے لیکن وہ ہر بار لوٹ آتے ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ " مجھے صاف دکھائی دے رہا ہے کہ انگریز دوبارہ اس شہر پر قابض ہو جائینگے اور مجھے قتل کروا دینگے"۔ بظاہر افسر بادشاہ کی تقریر سے متاثر ہوئے۔ انہوں نے تسلی دی اور درخواست کی کہ آپ اپنا ہاتھ ہمارے سروں پر رکھیں اور ہم بلاشبہ فاتح ہونگے۔ تقریباً ۱۵۰ افسر موجود تھے اور گذرتے وقت بادشاہ نے ہر ایک کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا۔ اس کے بعد بادشاہ نے دعا مانگی اور فرمایا " جلدی جاؤ اور باؤڈ پر قبضہ کرلو"۔ بادشاہ کھڑے ہوئے اور جب سب چلے گئے تو اس کے بعد وہ سلیم گڈھ گئے اور حکم دیا کہ باتریوں سے گولہ باری کی جائے۔ بعد ازاں وہ حرم میں آگئے وہاں سے انہوں نے مرزا مغل کے نام ایک خط بھیجا جس میں یہ تاکید کی گئی تھی کہ وہ حکیم احسن اللہ خاں کی نگرانی رکھیں اور انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنے دیں۔ بادشاہ نے فوج میں تنخواہ تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے مزید براں یہ حکم دیا کہ فوج کا ہر افسر ان کی خدمت میں حاضر ہو۔ جنرل محمد بخت خاں بھی اس حکم کے مطابق دربار میں حاضر ہوئے اور کہا کہ افسر۔ ۴۰۰ سواروں اور مقامی زمینداروں کی معیت میں ان مقامات سے رقومات حاصل کرنے کی غرض سے چلے گئے ہیں جہاں وہ متعین ہونگے اور اس کے بعد کہا کہ " اگر خدا نے چاہا تو مجھے بالضرور فتح نصیب ہو گی۔ میرا منشا انگریزوں پر بمقام علی پور حملہ کرنا ہے"۔ گوالیار سے بادشاہ کی خدمت میں یہ پیغام وصول ہوا کہ ہم سب آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیئے تیار بیٹھے ہیں۔ بادشاہ نے نہایت بے صبری کے ساتھ جواب دیا کہ انہیں لکھدو کہ ان کی امداد کے لیئے میرے پاس روپیہ موجود نہیں ہے۔ میرے پاس

یہاں ۶۰ ہزار سپاہی ہیں اور ابھی تک انہوں نے مٹی کا ڈھیلا بھی انگریزوں سے واپس نہیں لیا۔" حسن علی رسالدار نے اس مضمون کی عرضی پیش کی کہ اگر بادشاہ سلامت حکم نافذ فرمائیں تو میں دہلی سے ہر دو اتک ہر زمیندار سے لگان وصول کر لوں اور اسطرح سے ۵ لاکھ روپے جمع کر سکتا ہوں۔ انگریزی گولہ باری سے شہر کے کئی ایک آدمی زخمی ہوئے۔ دہلی اور اجمیری دروازوں کے سامنے فوج کی پریڈ ہوئی۔ فوج کو تین بریگیڈوں میں مرزا مغل، جنرل محمد بخت خاں اور غوث محمد خاں کی سرداری میں منقسم کر دیا گیا۔ سپاہیوں کو اجنبیوں سے چوکنا رہنے کی ہدایت کر دی گئی جو جہادیوں کے بھیس میں آئینگے۔ محافظین شہر کو بھی آگاہ کر دیا گیا کہ انہیں شہر میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ ان کے متعلق یہ بیان کیا گیا کہ وہ ہندوستانی سپاہی ہیں نہ کہ سچے جہادی جنہیں انگریزوں نے بھرتی کر لیا ہے۔ جنرلوں نے سپاہیوں کو اتفاق رکھنے کی نصیحت کی اور کہا کہ اگر اتفاق و اتحاد قایم رہیگا تو انگریزوں پر فتح پانا مشکل نہیں رہیگا اور انگریزوں کو قتل کر دیا جائیگا۔ لالہ گوپی ناتھ کی وساطت سے میں نے نواب حسین علیخاں بہادر سے درخواست کی کہ وہ احمد مرزا سے کہدیں کہ مجھ پر سختی بند کر دی جائے۔ حیدر حسن خاں افسر توپخانہ نے پھر روپیہ کی ادائیگی کا تقاضہ کیا۔ اب کی دفعہ اردلی سوار بھی آیا تھا۔ جواب سنت لال نے دیا۔ بدری مصر میرے پاس آیا اور کہا کہ سر جان مٹکاف چند سواروں کے ساتھ تلوارہ میں باغیوں کی سرکوبی کر رہے ہیں اور انہیں آپ کی تکلیف دہ حالت اور دیگر وفادار شہریوں کی تکالیف کا بے حد رنج ہے۔ انہوں نے یہ کہلا بھیجا ہے کہ گھبراؤ نہیں اس لئے کہ انگریز عنقریب دہلی پر قبضہ کر لینگے۔ اس خبر سے جو خوشی مجھے حاصل ہوئی وہ اس تازگی کے مترادف تھی جو باغ میں بارش کے چھینٹے کے بعد پیدا ہو جاتی ہے۔ چونکہ سپاہی جو روپیہ لینے کی غرض سے آیا کرتے تھے سخت دق کرتے تھے اس لئے لالہ جیون چند اور دوسرے رشتہ داروں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا

اور مصلحت اسی میں سمجھی کہ مجھ سے کنارہ کش ہو جائیں۔ حکیم غلام نقش بند خاں مجھ سے ملنے کے لیئے آئے۔ مجھے تسلی دی اور کہا کہ تمہاری طرف سے حکیم احسن اللہ خاں کو سمجھا دونگا۔

۵۔ اگست:۔ بادشاہ دربار عام میں جلوہ فرما ہوئے۔ حکیم احسن اللہ خاں اور دیگر امرا بھی موجود تھے۔ لکھنو سے مبارکباد کی ایک چٹھی موصول ہوئی جس پر قدرت علی خاں، راجہ حیرت سنگھ، راجہ خان سنگھ اور بعض دیگر اشخاص کے دستخط ثبت تھے۔ چٹھی میں مذکور تھا کہ "ہم نے یہاں کے تمام انگریزوں کو قتل کر دیا ہے اور ۱۶ سو انگریز کانپور میں قتل ہوئے ہیں۔ ہم نے اب اپنی پیاری بیگم کے صاحبزادے کو تخت پر بٹھا دیا ہے"۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ چٹھی جنرل بخت خاں کے حوالے کر دی جائے۔ سید علی نے بھی فتح گڈھ سے مراسلہ بھیجا جس میں تحریر تھا کہ "ہم نے یہاں جسقدر انگریز تھے سب کو قتل کر ڈالا ہے۔ یہاں ۸ ہزار سپاہی ہیں جو میرے حکم پر مرنے مارنے کو تیار ہیں۔ صرف بادشاہ کے احکام کا انتظار ہے"۔ بعض سکھوں نے شکایت کی کہ ہم انگریزوں پر حملہ کرتے ہیں لیکن پوربیوں کی طرف سے مدد نہ ملنے پر ہم لوٹ آتے ہیں۔ انہوں نے درخواست کی دہلی کی فوجوں میں سے سکھوں کی علیحدہ پلٹن بنا دی جائے اور ہمارے سپرد دو توپیں بھی کر دی جائیں تاکہ ہم کامیابی کے ساتھ انگریزوں پر حملہ آور ہو سکیں ان سکھوں کو اطمنان دلایا گیا اور کہا گیا کہ مایوس مت ہو۔ سفر مینا کی پلٹن نے بھی شکایت کی کہ ہم کھلے میدان میں باتریاں نصب کرتے ہیں اور اسطرح سے ہمارا بہت سا جانی نقصان ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب شاہی فوجیں لڑتی ہیں تو ہم ان کی حفاظت پر ہوتے ہیں لیکن اُن کی حالت یہ ہے کہ وہ ہمیں چھوڑ کر چلی جاتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انگریز رات کو آکر ہماری باتریوں کو تباہ و برباد کر جاتے ہیں۔ بادشاہ نے جنرل محمد بخت خاں کی توجہ اس شکایت کی جانب

مینڈول کی۔ جہادیوں نے شکایت کی کہ صرف ہم ہی ایسے آدمی ہیں جو انگریزوں سے نہایت جوش کے ساتھ لڑتے ہیں اور باقی جو ہیں وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے ہیں اور کچھ کوشش نہیں کرتے ان سے کہا گیا کہ اپنی یہ شکایت مرزا مغل کے سامنے بیان کرو۔ فضل بیگ نے راجہ دیوی سنگھ، راجہ سالگ رام اور رائے گنجارام کے نام حکم بھیجا کہ مشترکہ طور پر ۵۰ ہزار روپیہ داخل خزانہ کردو۔ جنرل بخت خاں نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ فوجیں کل انگریزوں پر حملہ کرینگی۔ راجہ بھولم ناتھ بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوئے اور مشرقی آداب و رسوم کے مطابق انہوں نے چند زیورات پیشکش کیئے اور عرض کیا کہ انہیں ساون میں چودھویں رات کو جبکہ چاند بدر کی شکل میں ہو، پہنا جائے۔ ۲۰۰ سوار جھجر اس غرض سے بھیجے گئے کہ وہاں سے ۳ لاکھ روپیہ لائیں۔ ۵۰ آدمی قطب صاحب اور ۵۰ آدمی کوٹ قاسم کو اس غرض سے روانہ کیئے گئے کہ وہ تحصیلداروں کو بلا لائیں۔ یہ بات بیان کی گئی کہ چونکہ انگریزوں کے پاس گولہ بارود کی کمی ہوگئی ہے اس لئے ... بارود کے گولے تیار کررہے ہیں۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے چند کشمیری ملازمین کو سواروں نے گرفتار کرکے جنرل محمد بخت خاں کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ کپتان روبٹسن (؟) نے گوہاریہ سے ایک ہزار سوار اور پیدل سپاہی بھرتی کرلیئے ہیں اور وہ اب لگان جمع کرتے پھرتے ہیں۔ ایک فرانسیسی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پھٹنے والی گولیاں بنانے کے لیئے اپنی خدمات پیش کیں۔ بادشاہ نے دمدموں کی باتریاں ملاحظہ کیں اور حکم دیا کہ وہاں سے انگریزوں پر مسلسل گولہ باری رکھی جائے اور نیز ان باتریوں پر بھی پے بہ پے گولے برسائے جائیں جو شہر پر گولے پھینکتی ہیں۔

۶۔ اگست :۔ مہاراجہ پٹیالہ کے نام آج چٹھی بھیجی گئی جس میں ۶ لاکھ روپئے بھیجنے کا حکم درج تھا۔ یہ کام سمند خاں کی سپردگی میں دیا گیا کہ وہ ۱۰۰ سواروں کی

حفاظت میں جھجی کو بھیجنے کا انتظام کریں۔ شاہزادہ اکبر کے صاحبزادے محمد عظیم کو محاصل جمع کرنے کی غرض سے بھیجا۔ بہادر علی خاں کے پاس سے عرضی موصول ہوئی جس میں تحریر تھا کہ میں ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ دریائے جمنا کی دوسری جانب خیمہ زن ہوں اور احکام کا منتظر ہوں۔ انہیں حکم دیا گیا کہ کل صبح دریا کو عبور کرکے اجمیری دروازہ کے باہر پڑاؤ ڈالیں۔ سعادت علی خاں کی نہر کے قرب وجوار کے رہنے والے پنجابیوں نے ۴۱ ہزار روپے بادشاہ کو دینے کا وعدہ کیا۔ اطلاع ملی کہ سردہاری لال (نیمچ کی فوج کے سردار) اور محمد بخت خاں (فوج بریلی کے سردار) دونوں آپس میں مل گئے ہیں اور بمقام علی پور انہوں نے انگریزوں پر حملہ بھی کیا ہے معلوم ہوا کہ انگریزوں نے اس لشکر کو جو کشمیری دروازہ کے باہر تھا، شکست دیکر بھگا دیا ہے اور یہ کہ وہ اب واپس آرہا ہے۔ اس لڑائی میں سپاہیوں کے ۶۰ سوار اور ۱۰۰ سپاہی اور ۲ رسالدار کام آئے۔ جنگ دن بھر ہوتی رہی۔ زخمی سپاہی شہر میں لوٹ آئے۔ جب بہادر خاں اپنے ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ دریا کو عبور کررہے تھے تو اسوقت مرزا مغل سے ملاقات ہوئی اور بہادر خاں نے ایک اشرفی بطور نذر پیش کی۔ لکھنؤ سے خبر موصول ہوئی کہ ۲۲ جولائی کو چند ہزار انگریز شہر میں پہنچ گئے، اور شدید جنگ کے بعد شہر پر قابض ہوگئے۔ اس کے بعد خبر ملی کہ بنارس پر بھی انگریزوں کا قبضہ ہوگیا ہے۔

۷۔ اگست:۔ بادشاہ نے سلیم گڈھ کے قلعہ کا معائنہ کیا اور اس کے بعد دربار عام میں داخل ہوئے۔ مرزا امین الدین خاں، مرزا ضیاء الدین خاں، حسن علیخاں رحمت علی خاں اور میر سعید علی خاں بھی شریک دربار تھے۔ نواب علی رئیس گجرات نے نذر پیش کی۔ بہادر علی خاں رئیس کماؤں بھی دربار میں آئے اور چند اشرفیاں پیش کیں۔ ان کے بعض سرداروں نے تیرہ روپے دیئے۔ احمد مرزا نے مرزا مغل سے

خطاب کرتے ہوئے پوچھا کہ ضیاء الدین کل شریک دربار کیوں نہیں ہوئے۔ اس پر بحث چھڑ گئی۔ مرزا امین الدین خاں نے مرزا ضیاء الدین کی حمایت کی اور احمد مرزا کو بہت برا بھلا کہا۔ مرزا احمد نے بادشاہ سے مرافعہ کیا اور درخواست کی کہ مجھے اس ذلت آمیز سلوک سے محفوظ رکھا جائے بادشاہ نے فرمایا کہ ان الفاظ ناشائستہ سے بہت رنج پہنچا اور کہا کہ احمد مرزا بہت بڑے سردار ہیں۔ میرٹھ کے چند زمینداروں کی عرضی موصول ہوئی کہ ہم لگان جمع کرنے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ بادشاہ ہماری امداد کریں۔ عرضی مرزا مغل کے حوالے کر دی گئی۔ غوث محمد (نیمچ کی فوج کے ایک سردار) نے حاضر دربار ہو کر گذشتہ دن کی جنگ کا حال بیان کیا۔ حسب ذیل اشخاص نے قلعہ کے گارد روم میں آپس میں ملاقات کی۔ مرزا مغل، مرزا خضر سلطان، راجہ دیوی سنگھ، سالگ رام مہاجن، راجی داس اور رائے گنجا رام۔ سفر مینا کے ایک صوبیدار نے ان کو متنبہ کیا کہ اگر فوج کو فی الفور تنخواہ نہ دی گئی تو وہ شہر میں لوٹ مار شروع کر دیگی۔ قبل الذکر اشخاص نے باہمی مشورہ کے بعد فوج کی تنخواہ کے لئے $\frac{1}{2}$ ۱ لاکھ روپے جمع کرنے کا وعدہ کیا۔ آج سہ پہر کو بارود سازی کا کارخانہ جو چوڑی والوں میں ثمرو کی بیگم کے مکان میں تھا، بھک سے اڑ گیا اور چار سو چورانوے آدمی ضائع ہوئے۔ صرف تیرہ اشخاص اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوئے۔ اسوقت بادشاہ سلیم گڈھ کے قلعہ میں تھے اور ان کو اطلاع دی گئی کہ سپاہی قلعہ کو لوٹنے کی غرض سے بڑھے چلے آرہے ہیں۔ حسن علی خاں دوڑے ہوئے بادشاہ کے پاس آئے جو قلعہ کے دروازے کی محراب میں کھڑے تھے اور کہا کہ سپاہیوں کا یہ خیال ہے کہ یہ میگزین میری سازش سے تباہ ہوا ہے اور اسی وجہ سے وہ میرے مکان کو لوٹنے اور مجھے قتل کرنے کی غرض سے جا رہے ہیں۔ ابھی باتیں ہی ہو رہی تھیں کہ اور اشخاص بھی دوڑے ہوئے آئے اور اطلاع دی کہ تقریباً ۱۰۰ سوار

حکیم احسن اللہ کی تلاش میں مصروف ہیں۔ بادشاہ نے انہیں تخت کے نیچے چھپ جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ دروازے بند کر دیئے جائیں اور حکیم احسن اللہ خاں کو عبادت خانہ میں چھپا دیا جائے۔ سمند خاں رسالدار نے سپاہیوں کو سمجھا دیا کہ حکیم احسن اللہ خاں قلعہ میں نہیں ہیں۔ بادشاہ نے پھر مرزا مغل کو حکم دیا کہ حکیم احسن اللہ کی حفاظت کی جائے اور ان کے مکان کو لوٹ مار سے بچایا جائے۔ مرزا نے احکام کی تعمیل کی کوشش کی مگر زیادہ کامیابی نہ ہوئی۔ مستورات خوش قسمتی سے بچ کر نکلنے میں کامیاب ہوگئیں۔ اور سپاہیوں کے ہاتھوں انہیں کوئی گزند نہیں پہنچا۔ مرزا مغل چند سواروں کے ساتھ موقع واردات پر پہنچ گئے اور لٹیروں کو مار بھگایا۔ زیادہ حفاظت کی غرض سے وہ چودہ اونٹوں، دو گاڑیوں اور تین ٹھیلوں میں حکیم احسن اللہ خاں کا ذاتی سامان اٹھوا لائے اور اُسے قلعہ میں رکھوا دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے محفوظ مقام میں بہ حفاظت تمام رکھدیا جائے۔ تمام دن انگریزوں اور سپاہیوں کے درمیان جنگ ہوتی رہی۔ رات کو باغیوں نے قلعہ کو گھیر لیا اور مطالبہ کیا کہ حکیم احسن اللہ کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ گھنٹوں بادشاہ نے ان کے مطالبہ کی مخالفت کی آخر کار وہ اس شرط پر راضی ہوگئے کہ انہیں حوالے کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ ان کی جان بخشی کیجائے۔ جب یہ شرط طے ہوگئی تو بادشاہ نے حکیم کو سپاہیوں کے حوالے کر دیا جنہوں نے انہیں جواہرات والے کمرے میں قید کر دیا۔ اسکے بعد بادشاہ نے اپنے تمام شہزادگان کو بلایا اور ان سے کہا کہ ہر وقت میرے پاس رہو اور میری حفاظت کرتے رہو۔ مرزا خضر، مرزا مہدی اور مرزا عبداللہ رات بھر ان کے ساتھ رہے۔ شہر میں بیحد خوف طاری تھا اور تمام دکانیں بند تھیں۔ مسلمانوں کو ہر لمحہ یہ اندیشہ تھا کہ سپاہی بادشاہ کو قتل کر ڈالینگے اور

شہر میں قتل عام کر دینگے۔

نذر علی جو پہلے مسٹر سائمن فریزر کی ملازمت میں تھے اور اب تھانہ کے منتظم تھے۔ مبارک شاہ کوتوال کی چٹھی لے کر مجھے گرفتار کرنے کے لیے آئے۔ ان کے ساتھ سو سپاہی ننگی تلواریں لیئے ہوئے تھے۔ چونکہ دروازہ سقوں کے لیئے کھولا گیا تھا اس لیئے دروازہ کو کھلا پاتے ہی وہ نہایت تیزی کے ساتھ داخل ہوگئے گھر کی مستورات بیٹھی ہوئی مہاراج لال کی تیمارداری میں مصروف تھیں جنکی بذریعہ آپریشن بتھیری نکالی گئی تھی اور جو بیحد کرب و تکلیف کی حالت میں پڑے تھے سپاہیوں کو دیکھتے ہی وہ جان بچانے کے خیال سے ادہر اُدہر بھاگیں اور زیورات اور پاندان اپنے ساتھ لیتی گئیں۔ مجھے گرفتار کرلیا گیا اور پالکی میں بٹھا دیا گیا، اور ننگی تلواروں کے گارد کے حفاظت میں مجھ کو توالی پہنچا دیا گیا۔ مبارک شاہ سے وہیں ملاقات ہوئی انہوں نے بہت احترام سے مجھے بٹھایا۔ پہلے وہ جنگی کے افسر تھے اور پھر وہ بادشاہ کی ملازمت میں منسلک ہوگئے۔ انہوں نے مجھسے کہا کہ تمہارے وسوسے اور اندیشے بے بنیاد ہیں، اور کہا ڈرو نہیں اس لیئے کہ میں خود بھی انگریزوں کا ملازم ہوں، اس کے بعد انہوں نے میری گرفتاری کے متعلق مرزا خضر کا دستخطی حکم دکھایا۔ میرے علاوہ منشی سلطان سنگھ چھیٹن لال اور سنت لال کی گرفتاری بھی عمل میں آئی۔ ہمیں دھوکے میں رکھنے کی خاطر حکم میں یہ الفاظ درج تھے کہ ہمیں مشورے کی غرض سے طلب کیا جارہا ہے پھر مجھے اور منشی سلطان کو مرزا مغل کے روبرو پیش کیا گیا۔ پہنچتے ہی ایک صوبیدار مجھے خنجر سے یہ کہکر ہلاک کرنا چاہتا تھا کہ" یہی وہ شخص ہے جو انگریزوں کو خبریں بھیجتا ہے"۔ مجھے مجمع نے (اور درحقیقت خدا نے) بچالیا اور کہا کہ انہیں روپیہ لینے کی غرض سے بلایا گیا ہے۔ اس سے مجھے ایک گونہ اطمینان ہوا

بعدازاں مجھے ادہر مرزا مغل کی پیشی میں لے گئے۔ وہاں میں نے عجیب و غریب قطع کے آدمیوں کی کثیر جماعت دیکھی۔ ایک جانب مرزا مغل تکیوں سے سہارا لگائے بیٹھے تھے، راجہ سالگ رام، حامد علی خاں، حکیم عبدالحق اور بادشاہی دربار کے چند دیگر افسر بھی موجود تھے، ان کے بالمقابل باغی فوج کا بریگیڈ افسر گرے سنگھ بیٹھا ہوا تھا، شاہی مہر بالحکم ادہر ادہر پھر رہے تھے، لالہ سالگ رام (خزانچی) رامجی داس گوڑ والہ۔ لالہ گردھر لال، زور آور چند اور تقریباً ۲۰ دیگر مہاجن بھی گرفتار شدہ حالت میں وہاں بیٹھے تھے مجھے بھی ان کے ساتھ قطار میں بیٹھنے کا حکم ملا۔ میرے دوست لالہ گھان لال، لالہ ناشی لال، لالہ سنت لال میری رہائی کی کوشش کرنے کی غرض سے وہاں آئے، تھوڑی دیر بعد مرزا احمد جان مرزا مغل کے پاس گئے اور ان کے کان میں کچھ کہا جسپر مرزا مغل نے لالہ سنت لال کو بلایا اور نہایت شفقت و نرمی سے فرمایا کہ اس سے ۵ ہزار روپے لئے جائینگے جسے فی الفور ادا کرنا چاہیئے ورنہ اسے قید کر دیا جائیگا، دوسروں سے بھی اسی طرح روپوں کا مطالبہ کیا گیا اور بالآخر ہم غریب منشیوں کو دھمکایا گیا اور توپوں کو ہمارے کندھوں پر رکھکر چھوڑا گیا، مگر ہم خدا کے کرم سے نہایت ثابت قدم رہے، ہم نے ارادہ کر لیا تھا کہ ہم مرنا پسند کرینگے اور ان باغیوں کی دھمکیوں کی کچھ پروا نہ کرینگے۔ ہمیں انجام کی کچھ خبر نہ تھی باغیوں نے صبح سے لے کر سہ پہر تک مشورہ کیا اسی حالت میں مرزا الٰہی بخش بھی خلاف توقع حضرت خضر کی طرح آ پہنچے۔ بعینہ جس طرح سے کہ سوکھے ہوئے پتوں میں جان ڈالنے کے لئے ابر رحمت یکایک برس جاتا ہے، انہوں نے مجھے دلاسا دلایا اور مرزا مغل سے درخواست کی کہ بچ کی ملاقات کے لئے وقت دیا جائے۔ میرا گمان ہے کہ انہوں نے دوران ملاقات میں ہمارے متعلق یہی دلائل استعمال کئے ہونگے کہ یہ غریب محرر ہیں اور صرف اپنی آمدنی پر گذران کرتے ہیں اور یہ کہ انگریزی راج ابھی تک ختم نہیں ہوا ممکن ہے انگریز شہر پر دوبارہ قبضہ کرلیں اور جب آپ انگریزوں کے ہاتھ میں اسیر ہو جائینگے تو ممکن ہے کہ یہ غریب کلرک اسوقت

آپ کے لیے مفید ثابت ہوں ۔ مرزا مغل نے جواب دیا کہ یہ انگریزوں کو خبریں بھیجتا ہے اور ان کی کامیابی کے لیے دست بدعا رہتا ہے ۔ مرزا الٰہی بخش نے کہا کہ یہ ان کے وفادار ہیں جنکا نمک انہوں نے کھایا ہے ۔ احمد مرزا نے کہا کہ ان سے کثیر رقم وصول کرنی چاہیئے یا ان کے مکانات پر قبضہ کر لینا چاہیئے ۔ غالباً مشورہ دینے والے کو یہ امید ہوگی کہ قتل کر دیئے جانے پر میرا مکان اسے ملجائیگا ۔ یہ گفتگو شام تک ہوتی رہی ۔ جو زیورات سپاہیوں نے میرے مکان سے ضبط کیئے تھے انہیں مرزا مغل کی خدمت میں پیش کیا گیا اور تولنے کے بعد ان کی مالیت کا اندازہ دو ہزار روپے کیا گیا ۔ حکم ہوا کہ یہ رقم اس مطالبہ میں سے منہا کر دیجائے جو مجھ سے کیا جا رہا تھا ۔ اس کے بعد پستول منگائے گئے اور ہمیں ڈرانے کے لیئے بندوقیں بھی منگوائی گئیں ۔ لیکن یہ دیکھکر کہ میرا ارادہ مستقل ہے اور مرزا الٰہی بخش میری مدد پر ہیں مجھے بالآخر ان کے ساتھ جانے کی اجازت دیدی گئی ۔ اچھے مرزا صاحب مجھے کمال تلطف اور مہربانی کے ساتھ سیدھے میرے مکان پر لے گئے اور مجھے مشورہ دیا کہ تبدیل مکان کر لو اور کہیں چھپ جاؤ ورنہ باغی پھر تمہارا پتہ ڈھونڈ نکالینگے ۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں تمہارا ضامن ہوں اور انشاءاللہ باغی تمہارا بال بیکا نہ کر سکینگے ۔ اسطرح سے خدا تعالےٰ نے اپنا فضل کر کے میری جان بچالی ۔ مرزا الٰہی بخش نے اس آڑے وقت میں جو ہمدردی مجھ سے کی اسکا معاوضہ مجھ سے ادا نہیں ہو سکتا ۔ اور نہ مناسب الفاظ میں ان کا شکریہ ہی ادا کر سکتا ہوں ۔ صرف زبان سے انکا شکریہ ادا کرنے کی کوشش کر سکتا ہوں ۔

مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ میرے گرفتار ہو جانے پر لالہ شام لال نے مرزا الٰہی بخش خاں کو لکھا کہ اب امداد کا وقت ہے اس لیئے کہ وہ انگریزی ملازم ہیں اور آپ بھی انگریزوں کے بہی خواہ ہیں ۔ مرزا کے صاحبزادے کا آج صبح انتقال ہو گیا تھا اور وہ جلدی سے تجہیز و تکفین کر کے میری مدد کرنے

کے لیئے آگئے، ان سے بڑھ کر سچا دوست کبھی میسر نہیں آسکتا۔

۸۔اگست :۔ آج صبح تمام امرا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن انہوں نے فرمایا کہ میں آج دربار منعقد نہ کرونگا کیونکہ جو سلوک مجھ سے روا رکھا جارہا ہے وہ میرے لیئے سخت تکلیف کا باعث ہے۔ بعض درباریوں سے بادشاہ نے فرمایا "ہر بادشاہ پر انقلابات گذرے ہیں اور اب میری باری آرہی ہے"۔ اپنے لڑکوں کو انہوں نے حکم دیا کہ احسن اللہ کی جان بچانے اور رہائی دلانے کی ہر ممکن تدبیر عمل میں لائیں۔ بیگم نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ مجھ پر بھی انگریزوں کے ساتھ سازباز رکھنے کا شبہ کیا جارہا ہے اور مجھے بھی متنبہ کردیا گیا ہے کہ سپاہی محل کو لوٹنے کا ارادہ کررہے ہیں۔ بادشاہ نے بیگم اور احسن اللہ کے مکان کی حفاظت کے لیئے ۲۰۰ سوار بھیجے۔ اطلاع ملی کہ سپاہیوں نے احسن اللہ کے مکان سے جو سامان لوٹا تھا اُسے مجمع عام میں جلا ڈالا۔ بادشاہ نے انہیں اس فعل سے باز رکھنے کی انتہائی کوشش کی لیکن کسی نے ان کے احکام کی پرواہ نہ کی۔ بادشاہ نے شاہی محل کا بھی کھاتہ رکھنے والے محرروں کو بلا بھیجا لیکن موت کے ڈر سے کوئی بھی اپنے گھر سے باہر نہ نکلا۔ بادشاہ نے مرزا عبداللہ کو حکیم احسن اللہ کے پاس بھیجا تاکہ وہ کہہ سُن کر انہیں کھانا کھانے پر مجبور کریں۔ تمام شہر کے مکانات کے دروازے اور کھڑکیاں دن بھر بند رہیں۔ مجھ پر اور منشی سلطان سنگھ پر بقایا دو ہزار روپے کی ادائیگی کے لیئے پھر بے حد زور ڈالا گیا۔ لیکن ہم نے ایک پیسہ بھی نہ دیا۔

۹۔اگست :۔ بادشاہ عبادتخانہ میں داخل ہوئے۔ بادشاہ کے پیرزادہ میاں کالے صاحب کے صاحبزادے نظام الدین دربار میں آئے اور محمد علی اکبر خاں سے کہا کہ پاٹودی میں ۵ سوار اس غرض سے پہنچے ہیں کہ تین لاکھ

روپیہ وصول کرکے بادشاہ کو دیں اور یہ کہ ان سواروں نے روپیہ وصول کرنے
کی غرض سے نواب کے لڑکے کو گرفتار کرکے قید میں ڈال دیا ہے۔ بادشاہ نے
جواب دیا کہ "میں نے انہیں روپیہ وصول کرنے کی غرض سے نہیں بھیجا۔ انہیں سخت
سزا ملنی چاہیئے"۔ بلب گڈھ کے راجہ ناہر سنگھ نے عرضی کے ساتھ ۵ اشرفیاں
نذر میں بھیجیں۔ بادشاہ نے نذر قبول کر لی اور حسب ذیل الفاظ چٹھی کی پشت
پر لکھوا کر بھیجدیئے: "میں نے تمہاری بدنامی کے ڈر سے روپیہ کو قبول کر لیا ہے"
مرزا مغل کو حکم دیا گیا کہ احسن اللہ خاں کے مکان سے گارڈ ہٹالی جائے۔
بہت سے افسر صحن قلعہ میں جمع ہوئے اور یہ کہا کہ "ہمیں اطمینان ہو گیا ہے کہ
بارودخانہ کو اڑا دینے کا تعلق حکیم صاحب سے کچھ نہ تھا"۔ بادشاہ نے مکند لال
کو اسکی ماں کے وفات کی وجہ سے ۲ جوڑے کپڑوں کے دیئے۔ جنرل محمد بخت
خاں نے اطلاع دی کہ انگریزی لشکر سے ایک گورکھے کو گرفتار کر لیا گیا ہے
مولوی صدر الدین خاں کے مکان پر آج ۵۰ سپاہیوں نے حملہ کیا لیکن یہ دیکھکر
کہ وہاں ۷ جہادی مقابلے کے لیئے تیار ہیں وہ واپس آگئے لیکن احسن اللہ خاں
کے مکان سے دو چھکڑوں کو پکڑ کے لے آئے۔ رپورٹ موصول ہوئی کہ بارودخانہ
کے بھک سے اڑ جانے کے باعث کئی سو آدمی مر گئے ہیں۔ زخمیوں کو برہمن خاں
کی سرائے میں پہنچا دیا گیا اور انہیں امام باڑہ میں رکھا گیا۔ چھ گورکھوں کو گرفتار کرنے
کے بعد قتل کر دیا گیا۔ شہر میں افواہ گرم تھی کہ انگریزوں نے لاہور میں سفر مینا کی دو
پلٹنوں کو بھرتی کیا ہے جو دہلی پہنچ گئی ہیں اور یہ کہ انہوں نے چھاونی میں مسٹر مینسن کے
مکان میں گولہ بارود بنانا شروع کر دیا ہے۔

۱۰۔ اگست:۔ بادشاہ عبادت خانہ میں گئے۔ حافظ داؤد صاحب
اور ناظر حسن مرزا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوران ملاقات میں بادشاہ نے

سپاہیوں کی زیادتیوں اور مظالم پر اظہار ناراضگی کیا۔ بادشاہ نے مرزا مغل سے آج پھر حسن اللہ خاں کی رہائی کے لیئے کہا۔ پیدل فوج کی پلٹن اور سواروں کا دستہ منشی چھٹن لال اور منشی سلطان سنگھ کو اس بنا پر گرفتار کرنے کے لیئے بھیجا گیا کہ وہ دونوں انگریزوں کو خبریں بھیجتے ہیں لیکن کسی صورت سے وہ سپاہیوں کے ہاتھ نہیں آئے۔ حکیم احسن اللہ آج رہا ہو گئے۔ مرزا عبداللہ دربار میں حاضر ہوئے اور بادشاہ سے عرض کی کہ مرزا امین الدین خاں اور ضیاء الدین خاں نے بہت سی دولت جمع کر لی ہے لیکن انہوں نے فوج کی تنخواہ کی ادائیگی میں کسی طریقہ کی مدد نہیں کی۔ بادشاہ نے کچھ جواب نہیں دیا۔ بعد ازاں مرزا عبداللہ دو سو سپاہیوں کو ساتھ لے کر امین الدین خاں کے یہاں پہنچے اور روپیہ طلب کیا۔ امین الدین نے جواب دیا کہ" میرے پاس روپیہ نہیں ہے لیکن اگر تم فوج لیکر اس غرض سے آئے ہو کہ میرے مال واسباب پر قبضہ کر لو تو میں بھی مقابلہ کے لئے تیار ہوں"۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے آدمیوں کو بلا کر اپنی فوج کی قوت کا معائنہ کرا دیا اور عبداللہ یہ دیکھکر کہ میں مغلوب ہو جاؤنگا، واپس چلے گئے۔ راؤ تلارام (ریواڑی) کے پاس سے چٹھی موصول ہوئی جس میں انہوں نے غلام محمد خاں اور فرخ نگر کے نواب احمد علی خاں کے متعلق چند باتیں لکھی تھیں۔ حکیم احسن اللہ خاں شریک دربار ہوئے اور ایک اشرفی پیش کی اور بادشاہ کا شکریہ ادا کیا کیونکہ ان کی امداد کے بغیر جاں بخشی ممکن نہ تھی۔ انہوں نے عرض کی کہ میرا جو مال واسباب سپاہیوں نے لوٹ لیا ہے اُسے واپس دلا دیا جائے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ پانچ ہزار روپیہ لیکر جاؤ اور منتشر مال کو یکجا کر دو۔ مرزا خضر سلطان نے دربار میں یہ تجویز پیش کی کہ جو اشخاص انگریزوں کے ملازم رہ چکے ہیں انہیں نظر بند کر دیا جائے اس لیئے کہ وہ انگریزی لشکر کو خبریں بھیجتے ہیں۔

۱۱۔ اگست:۔ بادشاہ نے حکیم احسن اللہ کی عزت افزائی کرنے کے خیال سے شاہزادگان سے خواہش ظاہر کی کہ وہ حکیم احسن اللہ خاں کو اپنی حفاظت میں ان کے گھر پہنچا دیں۔ اس حکم کے مطابق مرزا مغل، مرزا خضر سلطان اور مرزا عبداللہ حکیم احسن اللہ کے ساتھ گئے۔ گھر پہنچنے کے بعد انہوں نے بتایا کہ کس طرح سے میرے مال واسباب کو لوٹا گیا اور بالآخر جلا دیا گیا۔ مرزا مغل نے شہر کے باہر فوجی پریڈ کا معائنہ کیا۔ جنرل غوث محمد خاں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جنرل بخت خاں اور شاہزدگان بھی حاضر تھے۔ بادشاہ اس امر پر راضی ہو گئے کہ جو آدمی بارودخانہ کے اڑ جانے سے ضائع ہو گئے ہیں ان کے اہل وعیال کو کچھ معاوضہ دیدیا جائے۔ تمام دن گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی لیکن انگریز جیت میں رہے۔

۱۲۔ اگست:۔ بادشاہ دربار عام میں جلوہ گر ہوئے۔ بادشاہ نے مولوی صدرالدین خاں سے کہا کہ جب تک حکیم احسن اللہ خاں کا مال جسے سپاہیوں نے لوٹ لیا تھا، واپس نہ کر دیا جائیگا اسوقت تک تمہیں دربار میں شریک ہونے کی اجازت نہ دیجائیگی۔ بعدازاں نیمچ اور بریلی کی فوجوں کے افسروں کا وفد بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نجی میں باریابی حاصل کی اور بادشاہ کو کچھ خفیہ خبریں دیں جسکی وجہ سے بادشاہ نے قلعہ سلیم گڈھ کا معائنہ کیا۔ انہوں نے مرزا امین الدین خاں اور مرزا ضیاءالدین خاں سے بھی مشورہ کیا جن سے راہ میں اتفاقیہ ملاقات ہوگئی تھی۔ آج رات کو انگریزی دستہ باڑہ ہندوراؤ( ) کے قریب کے توپخانہ کے پاس پہنچا لیکن یہ دیکھکر کہ سپاہی ہشیار ہیں وہ واپس چلا گیا شہر میں خبر موصول ہوئی کہ راجہ اندور کی افواج نے بغاوت کر دی ہے، یہ کہ راجہ نے انگریزوں کے یہاں پناہ لی ہے اور ۱۳ ہزار سپاہی دہلی کی جانب روانہ ہوگئے

ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ راجہ بھنی سنگھ آنجہانی کے صاحبزادے گدی پر بیٹھ گئے ہیں اور انگریزوں نے انہیں تسلیم کر لیا ہے۔

۱۳۔ اگست:۔ بادشاہ عبادت خانہ میں گئے۔ نواب فرخ نگر، نواب بریلی اور نواب امین پور کے پاس سے خطوط موصول ہوئے جن میں لکھا تھا کہ ہم نے اپنا مال و اسباب حاصل کر لیا ہے اور اپنی اپنی جائداد پر قبضہ کر لیا ہے اور ساتھ ہی درخواست درج تھی کہ بادشاہ ہماری کارروائی پر مہر منظوری ثبت فرمادیں۔ درخواست منظور ہو گئی۔ شاہزادگان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ لوگ میرے سامنے پستول لگا کے نہ آیا کریں اور آئندہ کے لیئے اس رسم کو بند کر دیا مگر تلواریں لگانے کی اجازت تھی۔ حسن علی خاں نے شکایت کی کہ اجمیری دروازے کے سپاہی ایک اونٹ دو خنجروں اور کپڑوں کے دو جوڑوں کو چھین کرلے گئے ہیں، اور واپسی کا مطالبہ کیا۔ مرزا مغل کو حکم دیا گیا کہ یہ چیزیں واپس دلوادی جائیں۔ لکھنؤ سے ۱۰۰ سوار سامان حرب کی چار گاڑیاں لے کر آئے جو جنرل بخت خاں کے لیئے انکی درخواست پر بھیجی گئیں۔ مرزا مغل اور دوسرے اشخاص قلعہ کے گارڈ روم میں جمع ہوئے اور کچھ دیر تک: ہم مشورہ کرتے رہے۔ محمد علی اکبر خاں کے پاس سے عریضہ موصول ہوا جس میں یہ شکایت درج تھی کہ سپاہی مجھے بہت دق کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ "کہ تم نے اپنے سپاہیوں کو قتل کرنے میں غلطی کی تمہیں اپنے علاقے پر حکومت کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ تم حکومت کیئے جاؤ"۔ انگریزوں نے تیلی واڑہ کے دمدمہ پر سیڑھی کے ذریعہ چڑھنے کی آج کوشش کی لیکن سپاہیوں کو چوکنا دیکھ کر لوٹ گئے۔ سپاہیوں نے آج حسن علی خاں کا لوٹا ہوا مال واپس کر دیا۔ بیگا بھائی نے صوبجات مغربی و شمالی کے لفٹنٹ گورنر کو

اطلاع دی کہ مجھ میں اب اپنی فوجوں کو قابو میں رکھنے کا دم نہیں ہے اور یہ کہ وہ اب اندور کی فوجوں کے ساتھ مل گئی ہیں اور آگرہ کیجانب بڑھ رہی ہیں یہ سنتے ہی لفٹنٹ گورنر نے ۱۰۰ گورے اور چار ہاتھی باتری تیار کرنے کی غرض سے بھیجے۔ باغیوں کی پیشقدمی سے آگرہ میں خوف و ہراس پھیل گیا جسکی وجہ سے کئی ہزار باشندے شہر چھوڑ کر باہر چلے گئے انگریزوں نے مہاجنوں سے روپیہ قرض لیا اور ہر قسم کی پیش بندیاں عمل میں لانے میں مصروف رہے

۱۴۔ اگست:۔ بادشاہ دربار عام میں تشریف فرما ہوئے حکیم احسن اللہ اور دیگر امرا بھی شریک تھے۔ جنرل محمد غوث نے بادشاہ سے بخ میں کچھ کہا جسکا جواب بادشاہ نے یہ دیا کہ "جب تک انگریز باوشہ سے نہ نکال دیئے جائینگے تم کبھی فتحمند نہیں ہو سکتے۔ اندور کی فوجیں آرہی ہیں۔ تمہارے پاس نیمچ کی فوجیں ہیں۔ تمہیں بالضرور علی پور کے مقام پر انگریزوں کے خلاف حملہ آور ہونا چاہیئے" آج شاہی دسترخوان سے جنرل بخت خاں کے پاس کھانا بھیجا گیا۔ ایک شخص نجیب الدین نے آگرہ سے بادشاہ کو چٹھی بھیجی جس میں تحریر تھا کہ انگریز جامع مسجد کو اڑا دینے کا قصد کر رہے ہیں اور التجا کی کہ بادشاہ اس کو روکنے کے متعلق کچھ کارروائی عمل میں لائیں۔

۱۵۔ اگست:۔ دربار عام منعقد کیا گیا۔ حکیم احسن اللہ خاں اور ناظر حسن بھی شریک تھے۔ چند رسالداروں نے عرضی بھیجی جس میں تحریر تھا کہ راؤ تلارام ہمیں شاہی فوج میں شامل ہونے سے روکتا ہے اور یہ کہ وہ مہاجنوں اور دوسرے اشخاص سے فوج کی تنخواہ کے لیے ہزار ہا روپئے جمع کر کے اپنے مصرف میں لے آیا ہے اور آخر میں اجازت طلب کی گئی تھی کہ ہمیں اس سے بزور روپیہ لے لینے کا حکم دیجئے۔ بادشاہ نے روپیہ وصول کر لینے کی

متعلق ایک حکم ان کے نام بھیجا اور دوسرا حکم راؤ تلارام کے نام بھیجا جس میں تحریر تھا کہ روپیہ فوراً حوالہ کردو۔ اس عرضی کے ساتھ چند زمینداروں کی طرف سے بھی عرضیاں موصول ہوئیں جن میں راؤ تلارام کے مظالم کی شکایت درج تھی خبر ملی کہ عظیم خاں نے گوڑ گانوہ سے ۸ ہزار روپے جمع کئے ہیں اور وہاں سے پاٹودی چلا گیا ہے۔ موخر الذکر مقام سے وہ جھجر گیا اور نواب سے چند ہزار روپے لے کر عازم رہتک ہو گیا اور پھر وہاں سے حصار کا رخ کیا۔ بادشاہ عظیم خاں کی اس نقل و حرکت پر سخت غضبناک ہوئے اور روپیہ بھیجنے کے متعلق اس کے نام تاکیدی خطوط بھیجے اور حکم دیا کہ آئندہ کسی کو مت ستاؤ۔ بادشاہ نے مہاراجہ گوالیار کے نام بھی خط بھیجا اور لکھا کہ اپنی فوج اور خزانہ سمیت میرے ساتھ شامل ہو جاؤ بائی صاحبہ کے نام بھی اس مضمون کا خط بھیجا گیا۔ آج تین سو سپاہی تنخواہ کے ملنے سے مایوس ہو کر اور بغاوت کے نتائج سے دل برداشتہ ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ہتھیار اور بندوقیں پیش کر دیں اور کلکتہ دروازہ سے گذر کر اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ منا لال ڈپٹی کلکٹر بہ حفاظت تمام انگریزی لشکر میں پہنچ گئے۔ دہلی دروازہ پر ایک سوار اور ایک سپاہی کی آپس میں تکرار ہو گئی جس میں اوّل الذکر نے موخر الذکر کو قتل کر ڈالا۔ مرزا مغل کی صدارت میں قاتل کے مقدمہ کی سماعت کرنے کی غرض سے کورٹ مارشل ہوا۔ خبر ملی کہ نواب جھجر دو توپوں اور سواروں کے دستہ کے ساتھ ریاست پاٹودی کے نظم و نسق کو سنبھالنے کے لیئے پاٹودی گئے ہوئے ہیں۔

۱۶۔ اگست:۔ مولوی فضل حق شریک دربار ہوئے۔ انہوں نے اشرفی نذر میں پیش کی اور صورتِ حالات کے متعلق بادشاہ سے گفتگو کی۔ راجہ بلب گڈھ کی جانب سے چٹھیاں موصول ہوئیں۔ ایک بیگم کے نام تھی اور دوسری بادشاہ کے

نام چٹھیوں میں اپنے قصوروں کی معافی چاہی گئی تھی۔ بادشاہ نے اپنے دستخطوں سے معافی نامہ بھیجدیا۔ نواب احمد علی خاں والی فرخ نگر نے بادشاہ کی خدمت میں عرضی بھیجی جس میں درج تھا کہ میں نے حسب الحکم محاصل جمع کرنے کی کوشش کی تھی لیکن راؤ تلارام نے دیہاتیوں سے کہدیا کہ بادشاہ نے گاؤں مجھے عطا کر دیا ہے اس لئے کسی دوسرے کو لگان مت دو۔ عرضی جنرل بخت خاں کے حوالے کر دی گئی۔ نواب جھجر نے آج ۷ ہزار روپے بھیجے اور ساتھ ہی یہ لکھ بھیجا کہ میں نے اپنے علاقے سے مطلوبہ رقم (تین لاکھ) جمع کرنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔ میں نے ایک لاکھ روپے جمع کر لیئے ہیں جن میں سے ۶۰ ہزار تو اب ارسال خدمت ہیں اور بقایا ۴۰ ہزار پندرہ دن کے اندر اندر حاضر خدمت کیئے جائینگے۔ آخر میں بادشاہ سے درخواست کی گئی تھی کہ اپنی دستخطی چٹھی بھیجدیجئے تاکہ میں لوگوں کو بتا سکوں کہ کن مقاصد کے لیئے روپیہ مانگا جا رہا ہے۔ بادشاہ سے یہ درخواست بھی کی گئی تھی کہ شہر میں جو میری حویلی ہے اسے خالی کرا دیا جائے اور محمد عظیم کو جو میرے علاقہ میں لوٹ مار کر رہا ہے واپس بلا لیا جائے اور میری مرضی کے بغیر کسی شخص کو میرے علاقے میں نہ بھیجا جائے، آخر میں یہ لکھا تھا کہ میرے قبضے میں جو علاقے ہیں ان کی حکومت کے بارے میں شاہی فرمان بھیجا جائے عرضی جنرل بخت خاں کے حوالے کر دی گئی۔ مرزا مغل کو اطلاع ملی کہ انگریزوں کی بڑی باتری میں بہت کم آدمی رہ گئے ہیں اس لیئے انگریزی لشکر کے آدمی دوسری اطراف میں باغیوں کا مقابلہ کرنے کے لیئے چلے گئے ہیں۔ چونکہ انگریزی جھنڈا باتری پر لہرا رہا ہے تھا اس لیئے مرزا مغل نے یہ تجویز سوچی کہ توپوں میں سلاخیں ٹھوک دی جائیں اور جھنڈے کو اڑا لیا جائے۔ اس غرض سے انہوں نے اپنی ساری فوج کو مجتمع ہونے کا حکم دے دیا۔ ہزار سپاہیوں کی پلٹن

باتری کی جانب بھیجی گئی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا مغل کو اطلاع غلط دی گئی تھی اس لیئے کہ سپاہیوں پر ایسی شدید گولہ باری ہوئی کہ ان کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ انگریزوں نے محمد عظیم خاں کے مقابلے کے لیئے دو ہزار سپاہی حصار روانہ کیئے۔

۱۷۔ اگست:۔ دربار عام منعقد ہوا۔ چند سپاہیوں نے ایک بساطی کو پل عبور کرتے ہوئے پکڑ لیا۔ اس کے پاس ۔۳۰ روپے تھے اور اُسے بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔ بادشاہ نے ۷ روپے سپاہیوں میں تقسیم کر دیئے اور باقی ماندہ روپے خزانہ میں داخل کر دیا گیا۔ چار سوار روپیہ طلب کرنے کی غرض سے جھجر روانہ کیئے گئے۔ قاسم علی الہ آبادی نے نذر پیش کی حکیم احسن اللہ خاں نے بادشاہ کو شکریہ کی ایک چٹھی پڑھ کر سنائی اور اپنے گھر واپس آگئے مرزا مغل اور مرزا خضر سلطان نے مرزا ضیاء الدین خاں، مرزا امین اللہ خاں، مولوی صدر الدین علی خاں، حکیم عبدالحق، رضا خاں، حیدر مرزا، قاضی فضل علی بدر الدین اور خواجہ علی الدین خاں سے فوج کی تنخواہ کے لیئے تین لاکھ روپے کی رقم طلب کی۔ جنرل بخت خاں نے بادشاہ سے شکایت کی کہ شاہزادگان نے فوج کی تنخواہ کے لیئے مہاجنوں اور دوسرے اشخاص سے بہت سا روپیہ جمع کر لیا ہے لیکن ابھی تک فوج کو ایک پیسہ بھی نہیں ملا۔ یہ سنکر بادشاہ نے مرزا خضر کو حکم دیا کہ جتنا روپیہ تم نے وصول کیا ہے جنرل کے حوالے کر دو۔ اور آئندہ جب روپیہ طلب کیا جائے تو اُسے شہر والوں کی موجودگی میں جنرل کی سپردگی میں دیدیا جائے۔ نریلہ کے بعض زمینداروں نے آکر شکایت کی کہ چونکہ ہمارے گاؤں کے کچھ آدمیوں نے تین انگریزوں کو مار ڈالا ہے اس لیئے ہمارا گاؤں تباہ کیا جانے والا ہے اور بادشاہ سے درخواست کی کہ ہمیں آئندہ

تباہی سے بچایا جائے۔ بادشاہ نے امداد دینے سے انکار کر دیا۔ ورنہ کے زمینداد
گوہوں سے لدی ہوئی گاڑی لائے جو انہیں انگریزی لشکر کے راستے میں ٹوٹی
ہوئی ملی تھی۔ اطلاع موصول ہوئی کہ جن چھ گھسیاروں کو انگریزوں نے گرفتار
کر لیا تھا ان میں دو تو فرار ہو کر آ گئے ہیں اور باقی چار کو پھانسی دیدی گئی ہے۔ فوجیں
چار بجے سہ پہر کو لڑنے کے لیے نکلیں اور سورج غروب ہوتے تک معرکہ آرا
رہیں۔

۱۸۔ اگست:۔ بادشاہ نے قلعہ سلیم گڑھ کا معائنہ کیا اور جنگی کونسل
منعقد کی۔ غوث محمد نے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ بریلی کی فوج کی پیشقدمی کے ساتھ
ساتھ کل انگریزی لشکر پر حملہ کر دوں۔ مرزا بخش اور نواب احمد قلی خاں نے
قلعہ میں آنے جانے کے لیے پروانہ طلب کیا جو عطا کر دیا گیا۔ مولوی فضل حق
نے اطلاع دی کہ انگریزی اخبارات لکھ رہے ہیں کہ شہر پر قبضہ ہو جانے کے
بعد باشندوں کا قتل عام کیا جائیگا۔ شہر کو مسمار کر دیا جائیگا اور بادشاہ کے
گھرانے میں ایک بھی آدمی ایسا نہ چھوڑا جائیگا جو بادشاہ کا نام لے یا اسے
پانی کا ایک قطرہ بھی دے سکے۔ اس کے بعد مولوی نے کہا کہ "حضور کو
مناسب ہے کہ سپاہیوں کو ترغیب دے کر انگریزوں کے مقابلے سے
روک دیا جائے کیونکہ وہ کسی نوع انگریزوں پر فتح نہیں پا سکتے"۔ بادشاہ
نے جواب دیا کہ "اپنی افواج کو لڑانے کے لیے لے جاؤ اور انگریزوں کے خلاف
لڑاؤ"۔ مولوی نے جواباً کہا کہ "افسوس تو اسی بات کا ہے کہ سپاہی انکا کہا
نہیں مانتے جو ان کی تنخواہ دینے کے ذمہ دار نہیں ہیں"۔ بادشاہ نے جواب
دیا کہ "اچھا تو اپنی فوج کو محاصل جمع کرنے کے کام پر لگا دو"۔ مرزا امین الدین
خاں اور دوسرے اشخاص جن سے روپیہ طلب کیا گیا تھا۔ مرزا مغل کی تفتیش

حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا کہ ہمارے پاس روپیہ نہیں ہے جو دیں۔ انہوں نے
دوبارہ اپنی معذوری کا اظہار کیا جس پر مرزا مغل نے امین الدین کی جانب اشارہ کرکے اپنے
چوبدار سے کہا کہ "اسے گرفتار کرلو اور جب تک وہ روپیہ نہ دے اسے گارد میں رکھو"
امین الدین نے اس بیجا سلوک سے برافروختہ ہوکر تلوار میان سے نکال لی اور کہا کہ
کوئی ہے جو مجھے ہاتھ بھی لگا سکے۔ پھر شاہزادہ کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ "اگر آپ فوج
کو میرے مکان پر بھیجینگے تو میں آخری وقت تک مقابلہ کرونگا"۔ مرزا مغل کے مکان سے
امین الدین محل میں گئے اور بادشاہ سے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا
کہ روپیہ دینے کے مقابلے میں میں مرنے کو ترجیح دیتا ہوں۔ بادشاہ نے انہیں بیٹھنے
کے لیئے کہا اور انہیں یقین دلایا کہ آئندہ سے میں اس قسم کا کوئی مطالبہ نہ ہونے دونگا
جنرل بخت خاں بھی اس ملاقات کے موقع پر موجود تھے اور انہوں نے یہ رائے ظاہر
کی کہ مطالبہ غیر منصفانہ ہے اس لیئے فوج کی تنخواہ فوج ہی سے لینی چاہیئے۔ بادشاہ
نے جنرل سے کہا کہ "شہر میں جو سپاہی ہیں ان کے علاوہ اور کسی سے روپیہ مت مانگو"
مرزا خضر کو احکام بھیجے گئے کہ آئندہ سے روپیہ پیسہ کے معاملات سے تمہارا کوئی تعلق نہ
ہوگا۔ مہاجنوں کو حکم دیا گیا کہ جنرل بخت خاں سے براہ راست گفتگو کرو۔ خبر ملی کہ
سبزی منڈی والوں نے سر جان مٹکاف کے نام عریضہ بھیجا تھا جس میں اپنی حالت
زار بیان کی گئی تھی۔ جواب میں سر جان نے لکھا کہ اطمینان رکھو اور استقلال کو ہاتھ
سے نہ جانے دو کیونکہ ہم عنقریب تمہیں امداد دینے کے قابل ہوسکینگے۔ بھوانی شنکر کے
لڑکوں کو تنبیہ کی گئی کہ تم دربار میں حاضر نہیں ہوتے اور یہ کہ تم سب پر انگریزوں سے
سازش رکھنے کا شبہ کیا جاتا ہے اور آخر میں ان کو حاضر ہونے کی تاکید کی گئی۔
مرزا خضر سلطان نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ لوہارو کے جاگیردار انگریزوں سے
ہمدردی رکھتے ہیں اور ان سے خط وکتابت رکھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ روپیہ دینے سے

انکاری ہیں۔

۱۹۔ اگست:۔ اطلاع ملی کہ ۶۰۰ سوار بددل ہو کر اور انگریزوں سے ڈر کر دہلی سے روانہ ہو گئے ہیں۔ عبدالحق خاں (خلف مولوی فضل حق) اور مولوی فیض احمد لگان وصول کرنے کی غرض سے گوڑ گانوہ گئے۔ احسان بخش تھوڑی سی فوج لے کر اسی غرض سے علی پور روانہ ہو گئے۔ بریلی کی فوج اپنے جنرل (بخت خاں) سے ناراض ہو گئی۔ یہ ناراضگی اس وجہ سے تھی کہ جنرل نے دو گھوڑیاں جنہیں فوج نے گرفتار کیا تھا، اپنے خسر کے حوالہ کردی تھیں۔ سپاہیوں نے طنزاً کہا کہ ایسی چیزیں صرف بادشاہ کا حق ہوتی ہیں انہوں نے یہ بھی کہا کہ جب ہم اپنی لوٹ ماریں جنرل کو شریک کر لیتے ہیں تو پھر جنرل ان لاکھوں روپے میں ہمیں کیوں شریک نہیں کرتے جنہیں انہوں نے زبردستی حاصل کیا ہے۔ رفتہ رفتہ خیالات وجذبات نہایت مخالفانہ ہو گئے۔ انگریزوں نے شہر کے باہر تین سپاہیوں کے گولی ماردی۔ شاہزادگان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سپاہیوں میں جو بددلی پھیلی ہوئی تھی اس کے بارے میں دیر تک گفتگو کرتے رہے مرزا خضر سلطان سوار ہو کر بریلی کے کیمپ میں پہنچے۔ جنرل نے انہیں نذر میں ایک ہاتھی، ایک گھوڑا، اشرفی اور پانچ روپیہ پیش کیے۔ مرزا مغل نے مہاجنوں سے جو ایک ہزار روپیہ جمع کیا تھا اسے بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ بادشاہ اور ان کے وزرا فوج کی تنخواہ کے مسئلہ پر غور وخوض کر رہے ہیں۔ جنرل بخت خاں نے دیوی سنگھ اور سالگرام مہاجنوں کو بلایا اور روپیہ ادا کرنے سے انکار کرنے پر انہیں قید میں ڈالدیا۔ مرزا سلطان نے دوسرے مہاجنوں سے ۲۵ ہزار روپے حاصل کیے اور انہیں جنرل کی خدمت میں بھیجدیا۔ بہت سے سپاہیوں نے الہ ناتھ کے مکان کو گھیر لیا اور ایکہزار روپے طلب کیے اور دھمکی دی کہ اگر نہ دوگے تو ہم قتل کر ڈالینگے۔ مرزا مغل جلدی سے ان کے مکان پر گئے اور ان کا سپاہیوں سے پیچھا چھڑایا۔

۲۰۔ اگست:۔ دس گھنٹے تک حالت قید میں رہنے کے بعد دیوی سنگھ اور سالگرام نے ۶۰ ہزار روپے حاضر کر دیئے اور مخلصی حاصل کر لی۔ جنرل گوری شنکر اور جنرل طالع یار خاں ایک سکھ قیدی کو گرفتار کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس سے کہا گیا کہ جو اطلاع دی ہے اُسے پھر دُہراؤ۔ اس نے کہا کہ جنرل بخت خاں انگریزوں سے خفیہ سازباز رکھتے ہیں اور تجویز یہ کی گئی ہو کہ جب جنرل بخت خاں علی پور پر لڑانے کے لیئے فوج لیجائیں اسوقت انگریز دہلی پر حملہ کر دیں تاکہ ان کا مقابلہ نہ کیا جا سکے۔ بادشاہ نے سن کر کہا کہ یہ شخص جاسوس معلوم ہوتا ہے اور اس لیئے بھیجا گیا ہے تاکہ فوج میں بددلی پیدا کر دے۔ اس سے پھر پوچھا گیا کہ وہاں کتنی پلٹنیں ہیں، کتنے عرصہ سے وہ وہاں مقیم ہیں اور ان کے جنرل کا نام کیا ہے۔ اس شخص نے ان تمام سوالات کا جواب دیتے وقت کچھ جنون کی سی حالت اختیار کر لی اور کہا کہ میں تو مرزا مغل اور سعید علی خاں سے ملاقات کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔ اس نے پھر اشرفی بطور نذرانہ پیش کی اور کہا کہ میں نے لڑائی کے تمام اسرار ظاہر کر دیئے ہیں۔ بادشاہ نے اسکی حرکات دیکھ کر فرمایا کہ یہ آدمی بدمعاش معلوم ہوتا ہے۔ اطلاع ملی کہ انگریز مٹکاف ہاؤس میں باتری نصب کر رہے ہیں تاکہ شہر میں سپاہیوں کے لیئے پل پر سے خوراک کا آنا بند ہو جائے۔ وہاں سے انہوں نے شدید گولہ باری بھی جاری رکھی لیکن اس سے کچھ نقصان نہیں پہنچا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس باتری کو خاموش کر دیا جائے۔ بہر حال جو توپیں پل پر گولے برسا رہی تھیں وہ خاموش ہو گئیں [۱]۔ لیکن کشمیری دروازہ سے برابر گولہ باری ہوتی رہی۔ رات کو گولہ باری بند ہو جاتی تھی۔ افسروں کا وفد حاضر خدمت ہوا اور

[۱] یہ بیان کچھ مبہم سا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس سے پتہ نہیں چلتا کہ آیا انگریزوں نے خود بخود گولہ باری بند کر دی تھی یا یہ کہ ان کی باتری خاموش کر دی گئی تھی۔

عرض کیا کہ سپاہی بھوکے مر رہے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ اس کا جلد سے جلد تدارک کیا جائیگا۔ ایک شخص مسمی میر کاظم الہ آبادی کو صوبہ داری عطا کی گئی، مرزا الہی بخش نے اسپر اعتراض کیا اور کہا کہ جب تک کوئی شخص میدان جنگ میں اپنی بہادری ثابت نہ کردے اسوقت تک اسے یہ عہدہ نہیں دینا چاہیئے۔ جنرل نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ میں کل صبح انگریزوں پر حملہ آور ہونگا۔ محمد میر خاں کے صاحبزادے بڈھن نے آج جہادیوں میں ۲ ہزار روپے کی رقم تقسیم کی اور سرزنش کرتے ہوئے ان کو ہدایت کی کہ دشمن کو پیٹھ نہ دکھانا بلکہ آخر وقت تک لڑنا۔ خبر آئی کہ بہادر جنگ خاں دادری پہنچ گئے ہیں اور شہر پر قابض ہو گئے ہیں۔ خبر موصول ہوئی کہ جب راجہ الور کے ۲۰۰ آدمی ۲۵۰ من شکر اور دوسرے سامان لدے ہوئے دو اونٹ لارہے تھے تو اسوقت راؤتلارام نے قافلہ پر حملہ کر دیا اور قافلہ کو گذرنے کی اجازت دینے پر ۱۴۰۰ روپے سپاہیوں سے وصول کیئے۔ مرزا ضیاءالدین خاں اور مرزا امین الدین خاں نے جلسہ منعقد کیا اور اس میں اثنائے تقریر میں بیان کیا کہ "اگر یہاں ایسے اشخاص موجود ہیں جو موت کو سپاہیوں کے ہاتھوں لٹنے پر ترجیح دیتے ہیں تو انہیں قسم کھا لینی چاہیئے کہ آئندہ سے ہم ایک پیسہ بھی نہیں دینگے۔ لال کوٹھی اور چاندنی چوک کے مہاجنوں سے بھی اس مضمون کی تحریر لکھوائی گئی جب سپاہیونکو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے بانیان جلسہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن یہ دیکھ کر کہ تمام شہر ان کے خلاف ہے خاموشی اختیار کرلی۔ بریلی کے لشکر کے چند اونٹ گم ہوگئے۔ ان کے حصول کے لیئے انعامات مقرر کیئے گئے۔ اکبر علی خاں نواب پاٹودی جھجر کے سواروں اور سپاہیوں کی امداد سے پاٹودی واپس آئے اور شہر پر قبضہ کرلیا۔ شہر میں آج یہ افواہ اُڑ رہی تھی کہ انگریزوں نے لکھنؤ نواب کو واپس دیدیا ہے۔ اور یہ کہ نواب نے وہاں اپنا قبضہ بھی جما لیا ہے اور اب شہر میں

کامل امن وسکون ہے۔ خبر ملی کہ اطراف وجوانب کے گوجر دو ٹکریوں میں تقسیم ہو گئے ہیں اور لوٹ مار میں مصروف ہیں۔

۲۱۔ اگست:۔ بادشاہ نے دربار منعقد کیا۔ جنرل بخت خاں نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ حضور کے ملاحظہ کے لیئے ۷ ہاتھی اور ۲۰۰ گھوڑے لایا ہوں۔ اسیر بادشاہ معاً محل کے دروازہ کی محراب میں گئے اور معائنہ کے بعد ۷ گھوڑوں کو منتخب کیا اور باقیوں کے متعلق حکم دیا کہ انہیں لے جائیں۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق دو باتریاں تیار کی گئیں، ایک تو اسنیا پورا اور دوسری اگرو دا میں۔ ہر جگہ تین تین توپیں نصب ہوئیں۔ سپاہیوں کی پانچ پلٹنیں اور جھانسی کے لشکر کے ۱۰۰ سوار معہ تین توپوں کے بلب گڈھ کے رئیس ولی داد خاں کے پاس بھیجے گئے۔ جادری سے تین سو سوار اور پیدل فوج کے سپاہی آئے اور یہ اطلاع دی کہ جے پور کی فوج نے بغاوت کر دی ہے اور عازم دہلی ہو گئی ہے۔ احمد علی رسالدار جھجر سے لوٹ آئے اور آکر شکایت کی کہ میں حسب الارشاد نواب کے پاس روپے کے لیئے گیا تھا لیکن میں ابھی وہیں تھا کہ ایک خط موصول ہوا جو بظاہر بادشاہ کیطرف سے لکھا گیا تھا اور جس میں تحریر تھا کہ روپیہ احمد علی کو نہ دیا جائے۔ بادشاہ نے انکار کیا کہ میں نے اس قسم کی کوئی چھٹی نہیں بھیجی لیکن اتنا تسلیم کیا کہ پاٹودی کے رئیس کے نام اس قسم کی چھٹی بھیجی گئی ہے۔ افواہ گرم تھی کہ نرندر سنگھ (راجہ پٹیالہ) دہلی کے قریب انگریزوں سے اکر ملنے والے ہیں۔ باغی میرے باغ سے تمام عمارتی شہتیر نکال کر لے گئے۔

۲۲۔ اگست:۔ صبح چند اشخاص کو باریاب کرنے کے بعد بادشاہ سلیم گڈھ تشریف لے گئے اور حکم دیا کہ باتری سے چند گولے پھینکے جائیں۔ انہوں نے توپچیوں سے فرمایا کہ "بہت افسوس کی بات ہے کہ بجائے اس کے کہ تم انگریزی توپوں کو

خاموش کر دیتے ہیں دیکھتا ہوں کہ وہ ہر روز قریب ہوتے جاتے ہیں" توپچیوں نے جواب دیا کہ "جہاں پناہ! ڈرنے کی کچھ بات نہیں اس لیئے کہ ہمارا پاسہ زبر پڑ رہا ہے"۔ بادشاہ وہاں سے چلے آئے اور دربار عام میں داخل ہوئے۔ احمد علی خاں رسالدار نے بادشاہ سے پوچھا کہ نواب جھجر نے جو وعدہ کیا ہے اسکے متعلق کیا ارشاد ہوتا ہے۔ جواباً اسے حکم دیا گیا کہ جا کر روپیہ وصول کر لاؤ اور اگر روپے کی ادائیگی عمل میں نہ آئی تو اس صورت میں نواب کے قلعہ پر حملہ کرنے کے لیئے افواج روانہ کیجائیگی۔ نواب محمد میر خاں کے صاحبزادے نے چند مہاجنوں کی طرف سے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ سپاہی ان سے روپیہ وصول کر چکے ہیں اور اب پھر روپیہ طلب کرنا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ "اگر سپاہی شہر سے باہر جا کر محض محاصل زمین وصول کرنے میں لگ جائیں تو میں ان کو تنخواہ دینے کے قابل ہو سکونگا۔ اور ساتھ ہی شہریوں کے جان و مال کی حفاظت بھی کر سکونگا"۔ مہاجنوں کی جانب سے کہا گیا کہ فوجوں کی تنخواہ لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ ہمارے لیئے ناممکن ہے کہ اسکی ادائیگی کے لیئے روپیہ مہیا کر سکیں"۔ بادشاہ نے ان کے نمائندوں سے فرمایا کہ مرزا مغل کے پاس جاؤ۔ شہر کی پولیس کے سپرنٹنڈنٹ گنگا پرشاد نے سمند خاں کو گارد کی محافظت میں بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ شہر میں افواہ تھی کہ بریلی کی فوج صبح کو بمقام علی پور حملہ آور ہوگی۔ بادشاہ سلیم گڈھ کا معائنہ کرنے کی غرض سے تشریف لے گئے۔ اور کچھ دیر بعد قلعہ میں لوٹ آئے۔ میں نے رادھک شنوالا میں نقل مکان کر لیا ہے۔

۳۔۲ اگست:۔ بادشاہ نے سلیم گڈھ کے قلعہ کا ملاحظہ فرمایا اور باتریوں کو بلند کرنے کا حکم دیا تاکہ گولے انگریزی لشکر تک پہنچ سکیں اور کچھ دیر تک

گولہ باری کا معائنہ کرنے کے بعد محل میں واپس تشریف لے آئے۔ ایک سو سوار اور پیدل سپاہیوں کا دستہ جھجر روپیہ لانے کی غرض سے بھیجا گیا۔ جاورہ سے ۵۰ سپاہی آئے اور اپنے ساتھ پانچ انگریزوں کا سر لائے جنہیں انہوں نے اندور میں قتل کیا تھا اور بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے اطلاع دی کہ پانچہزار سپاہیوں نے اندور کے تمام انگریزوں کو قتل کر دیا ہے اور قلعہ کی بھاری توپوں کو اتار لیا ہے اور اب انہیں دریائے چمبل کی راہ دہلی لایا جا رہا ہے۔ وفد نے بادشاہ سے عرض کیا کہ ہمیں چٹھیاں عطا کی جائیں۔ ایک میں تو یہ لکھا جائے کہ بادشاہ اندور کے شہریوں کے طرز عمل کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں دوسری میں راجہ دھولپور کو کمسریٹ کا سامان مہیا کرنے کا حکم نافذ کیا جائے بادشاہ اس بات سے ناخوش ہوئے کہ جنرل محمد بخت خاں علی پور پر کیوں حملہ آور نہیں ہوئے۔ نیمچ کی فوج کے افسروں نے بخت خاں پر الزام عائد کیا کہ وہ انگریزوں سے سازباز کر رہے ہیں اور سپاہیوں کو اسوقت تک روک رہے ہیں جب تک کہ انگریزوں کے پاس کافی کمک نہ پہنچ جائے۔ بادشاہ کو سمجھایا گیا کہ اس قسم کا حکم نافذ کر دیں کہ جنرل بخت خاں کو محل میں آنے کی اجازت نہ دیجائے۔ نیمچ کی فوج کے افسروں نے یہ تجویز پیش کی کہ بریلی کی فوج سے ہتھیار وغیرہ لے لیئے جائیں اور کہا کہ ہم یہ کام کرنے کے لیئے تیار ہیں بادشاہ نے اس تجویز کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ سپہر کو تمام افسروں کے نام اس مضمون کا حکم نافذ کر دیا کہ آئندہ سے شاہزادہ مغل یا کسی اور جنرل کا حکم تسلیم نہ کیا جائے اسلیئے کہ بادشاہ نے بارہ اشخاص کی ایک کمیٹی محاصرہ کے دوران میں کارروائی کرنے کی غرض سے مرتب کر دی ہے۔ ان اشخاص میں سے ۶ کو بادشاہ سلامت مقرر کرینگے اور باقی ۶ فوج کی جانب سے مقرر کیئے جائینگے۔ فوج کو حکم تھا کہ کمیٹی

جو حکم نافذ کرے اس کی پابندی کی جائے۔ آج چھٹی پکڑی گئی جسکی نسبت گمان غالب تھا کہ اسے دفتر کمشنر کے ریکارڈ کیپر (محافظ کاغذات) نے تحریر کیا ہے اور جس میں انگریزوں کو اطلاعات بھیجی گئی تھیں۔ اس واقعہ کی وجہ سے مان سنگھ محافظ کو گرفتار کر لیا گیا اور دیوان عام کے قریب گارد میں رکھدیا گیا۔ مرزا امین الدین خاں اور مرزا ضیاءالدین خاں نے اپنے مکانات کی حفاظت کی غرض سے ۱۰۰ سواروں کی خدمات حاصل کیں۔

کشن گنج والی باتری تمام دن مصروف رہی۔ جنرل محمد بخت خاں نے فوج کے تمام بڑے بڑے افسروں اور مرزا مغل کی موجودگی میں قرآن پر قسم کھائی کہ میں انگریزوں کے ساتھ کسی قسم کا نامہ و پیام نہیں کر رہا ہوں۔ اطلاع ملی کہ شاہزادہ محمد عظیم جو فوج لے کر حصار گئے تھے انگریزوں سے شکست یاب ہوئے۔ اور یہ کہ وہ قید کر لیئے گئے ہیں اور انہیں پھانسی بھی دیدی گئی ہے۔ افواہ گرم تھی کہ بادشاہ کے خسر کو جو سونی پت گئے ہوئے تھے انگریزوں نے گرفتار کر لیا ہے۔ چند سپاہی دربار میں شریک ہوئے اور شکایت کی کہ افیون بازار میں نہیں ملتی اور اسکی وجہ سے بہت سے سپاہی مر رہے ہیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ سپاہیوں کے استعمال کے لیئے فی الفور افیون بھیجی جائے۔

۴ اگست :۔ آج صبح بادشاہ سلیم گڈھ میں وہ مقام دیکھنے کے لیئے گئے جسکی نسبت اطلاع ملی تھی کہ چند نامعلوم اشخاص اسے خزانہ کی طمع میں کھود رہے ہیں۔ زیادہ کھودنے پر معلوم ہوا کہ چند توپیں وہاں دبا دی گئی تھیں لیکن روپیہ نہ ملا۔ یہ حکم دینے کے بعد کہ توپوں کو کھود کر نکال لیا جائے اور باتری کی گولہ باری کا معائنہ کرنے کے بعد بادشاہ چند مہاجنوں کی شکایات سننے کے لیئے چلے گئے۔ ان کی شکایات یہ تھیں کہ شاہزادگان نے ہم سے تیسری مرتبہ

روپیہ وصول کیا ہے۔ جنرل بخت خاں نے اطلاع دی کہ میں اب انگریزوں پر حملہ آور ہونے والا ہوں اور بادشاہ سے اجازت چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے جواب دیا "جاؤ خدا تمہاری مدد کرے! انگریزوں پر حملہ کر کے اپنی وفاداری کا ثبوت دو، ان کو تباہ کر دو اور فاتح بنکر لوٹو"، راؤتلارام رئیس ریواڑی کے نام حکم بھیجا گیا کہ سپاہیوں کے استعمال کے لئے کچھ افیون بھیجو۔ سونی پت سے خبر آئی کہ انگریزوں نے باشندوں کو چلے جانے کا حکم دیا تھا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اسپر انگریزوں نے فوج بھیجی اور چھوٹی سی لڑائی ہوئی جس میں طرفین کا نقصان ہوا۔ انگریزوں نے تحصیلدار فضل حسین خاں کو قید کر کے پھانسی پر لٹکا دیا۔ افواہ مشہور تھی کہ گلاب سنگھ (کمسریٹ کلکٹر) اور سردار کندر سنگھ لگان جمع کرنے کی غرض سے پٹیالہ کی فوج کی حفاظت میں رہتک بھیجے گئے ہیں۔ اطلاع ملی کہ ۴۰۰ انگریز انبالہ میں بیمار و زخمی پڑے ہوئے ہیں۔

۲۵۔ اگست:۔ بادشاہ سفر مینا کے چند سپاہیوں کی معیت میں کشتی میں بیٹھ کر دریا کی سیر کو نکلے اور قلعہ سے انگریزی لشکر پر جو گولہ باری کیجا رہی تھی اسکا معائنہ کیا۔ احمد مرزا معجلات تمام قلعہ میں آئے اور خبر دی کہ ۱½ لاکھ روپیہ براہ پانی پت انگریزی لشکر میں آرہا ہے۔ چھ سو سوار اور دو توپیں خزانہ چھیننے کی غرض سے بھیجی گئیں۔ مرزا مغل کسی وجہ سے ناراض ہو گئے اور اپنے مکان سے باہر نہیں نکلے۔ افسروں کے وفود نے تنخواہ کے لئے مطالبات پیش کئے۔ بادشاہ حرم میں داخل ہوئے اور کچھ زیورات اور جواہرات لائے اور یہ کہکر انہیں افسروں کے حوالے کیا کہ "اسے لو اور اپنی بھوک کو بھول جاؤ"۔ لیکن افسروں نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ "ہم شاہی جواہرات کو ہاتھ نہیں لگائینگے۔ لیکن ہمیں یہ دیکھ کر اطمینان ہوتا ہے کہ آپ ہمیں قائم و برقرار رکھنے کے لئے اپنی جان اور مال دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے"۔ نیمچ کی فوج علی پور گئی۔ بعض افسروں نے اطلاع دی کہ ہمیں انگریزوں کو مار کر ہٹا دینے کی پوری پوری امید ہے بیگم زینت محل

لال کوٹھی چلی گئیں۔مرزا خواص اور فیروز شاہ نے خبر دی کہ ہم نے روپے کی بہم رسانی
کے لئے چند مہاجنوں سے انتظام کرلیا ہے اور وہ فوج کو تنخواہ ادا کردینگے۔بادشاہ
اس بات سے بہت خوش ہوئے۔ایک شخص کو جو یہ دریافت کرتا پھر رہا تھا کہ
اجمیری دروازہ رات کو کس وقت بند کیا جاتا ہے، اور صبح کو کس وقت کھولا جاتا ہے
گرفتار کرلیا گیا۔اس کی نسبت شبہ تھا کہ اسے انگریزوں سے تنخواہ ملتی ہے۔اسے
۵۰ روپے بطور رسوت دیئے گئے کہ وہ اپنی زبان بند رکھے اور اسے رہائی دیدی
گئی۔چھوٹے دریبے کے رہنے والے ایک مخبر کو انگریزوں نے گرفتار کرلیا اور شہر
کے حالات معلوم کرنے کے بعد اسے چھوڑ دیا۔

۲۶۔اگست:۔بادشاہ دربار عام میں تشریف فرما ہوئے۔اشرف خاں
سوار دربار میں حاضر ہوا اور سلام کرنے کے بعد بادشاہ کے روبرو بیان کیا کہ بریلی
کی فوج ایلی پلم (؟) میں خیمہ زن تھی کہ اتنے میں غیر متوقع طور پر نیمچ کا بریگیڈ آپہنچا۔جنرل بخت خاں
نے نیمچ کی فوج کے افسر سے مشورہ کیا اور اسے وہاں ٹھہرے رہنے کی صلاح دی
کیونکہ انگریز صرف تھوڑے سے فاصلہ پر تھے اور کہا کہ دوسرے دن میرے ساتھ
حملے میں شریک ہوجانا۔نیمچ کی فوج کے بریگیڈیر نے اس تجویز کو پسند نہیں کیا بلکہ
بخت گڑھ تک بڑھتا چلا گیا۔اسکا ارادہ یہ تھا کہ وہاں جاکر اپنے سپاہیوں کو
آرام کرنے کا موقع دیگا۔ابھی خیمے لگائے جارہے تھے اور سپاہیوں نے اپنے
ہتھیار وغیرہ ایک جگہ جمع کردیئے تھے اور بہت سے تو اپنی پیٹیاں وغیرہ اتار چکے
تھے کہ اتنے میں انگریزوں نے دو طرف سے یکایک حملہ کردیا اور ساتھ ہی شدت
کی گولہ باری بھی کی۔سپاہی بے اوسان ہوکر بھاگ نکلے اور اپنی بندوقیں اور
سامان حرب وہیں چھوڑ گئے۔اشرف خاں نے کہا کہ نقصان کا اندازہ ایک ہزار
مجروح و مقتول کیا جاتا ہے۔بادشاہ اس خبر سے نہایت دلگیر ہوئے لیکن بعض

مشیروں نے کہا کہ ممکن ہے کہ یہ بیان غلط ہو اور اس میں شک نہیں کہ اس میں بہت کچھ رنگ آمیزی کی گئی تھی اور پریشانی کی کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی۔ دوسرے مخبر نے بیان کیا کہ مجھے اتنا معلوم ہے کہ انگریز علی پور گئے ہوئے ہیں۔ بادشاہ نے اس خبر کو بہت اہم قرار دیا اور دار الشوریٰ میں حسب ذیل اشخاص کو طلب کیا، مرزا مغل، مرزا خواص، مرزا خضر سلطان، مرزا ابو بکر، مرزا عبداللہ اور مرزا ابو نصر۔ مشورے کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ کپتان ولی داد خاں کی سرکردگی میں فوجیں بھیجی جائیں تاکہ وہ انگریزی افواج کی عدم موجودگی میں انگریزی لشکر کو لوٹ لیں۔ اس غرض کے لیے تمام فوجیں جو مل سکتی تھیں، یکجا کی گئیں اور انہیں ہتھیار وغیرہ دیئے گئے غوث محمد (نیمچ کی فوج کے جنرل کمان افسر) بھی پہنچ گئے اور جو خبر موصول ہوئی تھی وہ انہیں سنائی گئی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے کسی ایسے معرکہ کا مطلق علم نہیں ہے اور کہا کہ جو کچھ میں نے اب سنا ہے اسکی صداقت پر مجھے شبہ ہے۔ جب اسے یہ یقین دلایا گیا کہ آپ کی فوجوں کو شکست ہوگئی ہے تو انہوں نے مزید کمک طلب کی۔ سکھوں کی ایک پلٹن اور سواروں کی چار پلٹنیں ان کے کمان میں دیدی گئیں۔ یہ فوج ابھی بہت دور نہ گئی تھی کہ شکست خوردہ فوج سے دوچار ہوگئی اور اسطرح سے وہ بچتی ہوئی اپنے کیمپ میں پہنچ گئی۔ کشن گنج والی باتری میں دھماکہ ہوا جس سے ۵۰ پٹھان مر گئے۔ اس اثنا میں مرزا مغل فوج لے کر انگریزی لشکر پر حملہ آور ہونے کی نیت سے روانہ ہو چکے تھے لیکن حملہ کئے بغیر واپس آ گئے راستہ میں صرف ۷ آدمی مارے گئے۔ مرزا مغل نے مختلف باتریوں میں جو توپیں نصب کی تھیں وہ تمام دن گولہ باری کرتی رہیں۔ ملاہی پل کی باتری مرزا خواص کی اور کشن گنج کی باتری مرزا عبداللہ کے زیر کمان تھی۔ بادشاہ کے باڈی گارڈ میں سے ۱۱ مقتول اور ۳۰ مجروح ہوئے اور سپاہیوں میں سے ۱۰۰ مقتول۔

شہر میں بیحد سراسیمگی اور پریشانی تھی۔

۲۷۔اگست:۔ بلدیو سنگھ مہاجن جس نے فوج کی تنخواہ کے لئے روپیہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نذر پیش کی۔ مرزا خواص بھی موجود تھے اور بادشاہ نے ان کے جوش وفاداری کو دیکھ کر رسالکا کمانڈر مقرر کر دیا۔ چند شہریوں نے انگریزی لشکر کے قریب سے دو اونٹ، گھس کھدوں کے آٹھ ٹٹو، ایک گھس کھدا اور چالیس بکریاں گرفتار کیں اور ان سب کو بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ شہر کے سارے جوہری بادشاہ سے شکایت کرنے کے لئے آئے اور کہا کہ مرزا خضر سلطان ہم سے موقع بے موقع روپیہ اینٹھتے ہیں بادشاہ نے وعدہ کیا کہ آئندہ تمہاری حفاظت کی جائیگی۔ نیمچ کے لشکر کے ایک سپاہی نے آکر بیان کیا کہ انگریزوں نے دو توپیں گرفتار کر لی تھیں لیکن میں نے چند زمینداروں کی امداد سے انہیں دوبارہ حاصل کر لیا۔ اس نے بریلی فوج کو نیمچ کی فوج سے جھگڑا کرنے پر ملزم قرار دیا۔ اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ میری زیر کمان ۵۰۰ سوار اور چار کمیڈیاں دیدیجئے اور پھر میں ان کی مدد سے انگریزوں پر حملہ کرونگا۔ بادشاہ نے جنرل بخت خاں کے پاس پیغام بھیجا کہ تم میدان جنگ سے منہ موڑ کر چلے آئے ہو اور اس لئے تم نے حق نمک ادا نہیں کیا۔ ایک محرر نے بادشاہ کی خدمت میں تجویز پیش کی کہ اگر تمام محاصل میری سپردگی میں دیدیئے جائیں تو میں فوج کی تنخواہ کی ادائیگی کا انتظام کر دونگا۔ چھوٹی بیگم کے صاحبزادے احمد خاں نے جنرل بخت خاں کے حکم سے ۱۰۰ آدمی بھرتی کیے۔ خبر ملی کہ مہاراجہ پٹیالہ انگریزوں کے لشکر میں آ گئے ہیں۔

۲۸۔اگست:۔ حکیم ناصر علی خاں کے صاحبزادے حکیم محمد علی خاں شریک دربار ہوئے اور چار روپے بطور نذر پیش کیے۔ انہوں نے بادشاہ سے

بیان کیا کہ جس رسالدار کو روپیہ لینے کے لیئے جھجر بھیجا گیا تھا وہ اپنے ساتھ ایک بدمعاش قلندر بخش کو بھی لے گیا تھا، جس نے نواب صاحب سے ایسی سخت کلامی کی کہ وہ ناراض ہو گئے اور روپیہ دینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے رائے دی کہ کسی قابل عزت امیر دربار کو بھیجا جائے تاکہ اسے روپیہ دید یا جائے۔ بادشاہ نے مرزا خدا بخش کو بھیجا اور ساتھ ہی اپنی دستخطی چٹھی بھی بھیجی۔ ایک شخص نے بادشاہ سے بیان کیا کہ میں گولی کے زخموں کو اچھا کر سکتا ہوں اور یہ بھی کہا کہ کئی اشخاص اچھے ہو چکے ہیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دوا کی آزمائش مہتاب باغ میں بکریوں پر کی جائے۔ امیر رحمٰن خاں نے چین سے آیا ہوا صندوق پیش کیا اور مرزا سلطان نے گھوڑا نذر میں دیا۔ عبداللطیف خاں (وکیل کانپور) نے اپنی جانب سے دو روپے اور اپنے بعض موکلوں کی جانب سے جو بادشاہ کی فوج میں بھرتی ہونے کے لیئے ۵۰۰ سپاہی اپنے ساتھ کانپور سے لائے تھے، چار اشرفیاں نذر میں پیش کیں۔ راجہ بلب گڈھ کی جانب سے عرضی موصول ہوئی۔ عرضی کے ساتھ ایک گھوڑا بھی بطور نذر آیا تھا۔ مرزا خواص دو پیدل پلٹنوں کے کمانڈر مقرر کیئے گئے۔ انہیں ہدایت کی گئی کہ فوج کو تنخواہ معاہدہ کے مطابق خود ادا کریں جو ان سے طے ہو گیا ہے۔ نصیر آباد والی فوج جو نیمچ بریگیڈ کی امداد کے لیئے بھیجی گئی تھی، واپس آ گئی اور اطلاع دی کہ ہمیں نیمچ کی فوج کا کہیں پتہ نہیں لگا۔ انگریزی لشکر سے آج چار سو سوار بھاگ کر آئے لیکن چونکہ ان کے متعلق جاسوس ہونے کا شبہ کیا گیا تھا اس لیئے انہیں شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملی۔ رات کو انگریزوں نے کشن گنج والے مورچہ پر حملہ کیا۔ انگریزوں کی طرف سے عام حملہ کی توقع میں تمام فوج کو مسلح کر دیا گیا۔ چار زمینداروں نے بادشاہ سے بیان کیا کہ نیمچ کی فوج نے انگریزوں کو شکست دیدی ہے اور اب بھی وہ حملہ کرنے کو تیار ہے

لیکن اسے کمک کی ضرورت ہے۔ بادشاہ نے اس بیان پر یقین نہیں کیا اور اس لیئے انہوں نے حکم دیا کہ ان میں سے تین کو گارد روم میں رکھا جائے اور چوتھے کے ساتھ کچھ سوار حقیقت حال معلوم کرنے کی غرض سے بھیجے جائیں۔ بادشاہ نے ان سے وعدہ کیا کہ اگر تمہارا بیان صحیح نکلا تو تمہیں انعام دیا جائیگا اور اگر جھوٹ نکلا تو قتل کر دیا جائیگا۔ عدالت کے احکام کے مطابق منشی آغا خاں منشی سعادت علی، رام سمن مل اور جہانگر چند (مہاجن) قیدخانہ میں ڈالدیئے گئے اور ان سے روپیہ طلب کیا گیا۔ مرزا خواص کے حکم سے ہر کامل مہاجن کو بھی اسوقت تک قید کر دیا گیا جب تک کہ اس سے روپیہ وصول نہ ہو جائے۔

۲۹ اگست:۔ بادشاہ دربار عام میں تشریف فرما ہوئے۔ حکیم احسن اللہ، سعید علی خاں، نظیر حسن مرزا، مظفر اللہ اور چند اور امرا بھی شریک دربار تھے گوالیار کی فوج کا خط پڑھا گیا جسمیں لکھا تھا کہ ہم عنقریب دہلی پہنچنے والے ہیں۔ افواہ تھی کہ کشن گنج کے حملے میں ۱۰۰۰ سے زیادہ سپاہی کام آئے اور ایک انگریز افسر بھی مارا گیا۔ سپاہیوں نے تجویز پیش کی کہ انگریزوں کے سر کو کاٹ کر اپنی فتح کی خوشی میں شہر میں پھرایا جائے۔ ابھی وہ یہ بات کہہ ہی رہے تھے کہ اتنی گولیوں کی بوچھاڑ آئی کہ سب بھاگ گئے۔ بندوقوں اور توپوں سے آج دن بھر گولیاں اور گولے آتے رہے لیکن انگریز مقتولوں کی لاشیں حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ راؤ تلارام رئیس ریواڑی کے پاس سے تین اونٹ آئے۔ بادشاہ نے رسید میں لکھ بھیجا کہ روپیہ جلد سے جلد بھیجو۔ بادشاہ نے مرزا مغل کے نام حکم بھیجا کہ رامجی داس سے مزید روپیہ نہ طلب کیا جائے اس لیئے کہ وہ اپنا حصہ ادا کر چکے ہیں۔ کوئی شخص انگریزی لشکر کے عقب سے بہادر جنگ کے چودہ اونٹ چرا کر لے گیا۔ بہادر جنگ کو ان کا پتہ لگانے کے بارے میں چٹھی بھیجی

گئی۔ یہ اونٹ نیمچ والی فوج سے متعلق تھے۔ نواب فرخ نگر کے نام دو ہزار بندوقیں بنانے کا حکم بھیجا گیا۔ مرزا عبداللہ نے اطلاع دی کہ سفر مینا کی ایک پلٹن اور پیدل فوج کی چار پلٹنیں انگریزی لشکر سے بھاگ کر نیمچ والی فوج میں شامل ہو گئیں۔ جنرل محمد بخت خاں کے پاس سے چٹھی موصول ہوئی جس میں لکھا تھا کہ لوگ بادشاہ کو لڑائی کے بارے میں جو مشورہ دے رہے ہیں وہ بالکل بیکار ہیں اور اسی وجہ سے بادشاہ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ خط کے آخر میں درج تھا کہ آئندہ سے میں صرف بریلی کے دستہ کی کمان سے سروکار رکھونگا۔ بادشاہ نے جواب میں لکھ بھیجا کہ "تمہارے طرز عمل پر کسی نے اظہار ناراضگی نہیں کیا۔ اور میں تو تمام فوج کی کمان تمہارے ہی ہاتھ میں رکھنے سے خوش ہوں" بارودخانہ کی ایک ملازمہ کو گرفتار کر کے قید خانہ بھیجدیا گیا کیونکہ اس کی ایک ساتھی عورت نے اسے یہ کہتے سنا تھا کہ مجھے بارودخانہ کو اڑا دینے کے لئے ۲۰۰ روپے کا انعام پیش کیا گیا ہے۔ انگریزی لشکر کا ایک ہرکارہ سپاہیوں کے ہتے چڑھ گیا۔ اس سے دربار میں لشکر کے حالات کے بارے میں بہت سے سوالات کیئے گئے۔ اسنے صاف صاف کہدیا کہ سپاہی کبھی بھی انگریزوں پر فتح نہیں پا سکینگے کیونکہ فتح کا وقت گذر چکا ہے۔ اور بالفرض اگر فتح پا بھی گئے تو اس صورت میں بھی انگریزوں کو آگرہ میں کامل اختیار حاصل ہے۔ اسکی صاف گوئی کا انتقام لینے کے لیئے درباریوں نے اسے موت کی سزا دی۔ مرزا خورشید عالم کو شاہی محلات میں آنے سے روکدیا گیا۔ لیکن دربار میں آنے کی اجازت رہی۔ بادشاہ نے کمسریٹ کے افسر اعلیٰ دولا لی مل کو حکم بھیجا کہ ہر سپاہی کو ایک سیر آٹا، پاؤ سیر گھی، ایک تولہ نمک، اور ایک پیسہ نقد دیدیا جائے مگر افسر مذکور نے روپے کی کمی کا عذر کر دیا۔ نواب رامپور کے ایجنٹ شریک دربار ہوئے۔ یہ بیان کیا گیا

کہ فرخ نگر کے گوجروں اور زمینداروں میں لڑائی ہوئی جس میں ۱۰۰ آدمی کام آئے،

۲۴۔ اگست:۔ نواب رامپور کے ایجنٹ نے بادشاہ سے بخ میں ملاقات کی خواہش کی جس کے لئے بعداز دوپہر وقت مقرر کیا گیا۔ رحمٰن خاں نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ میں نے ۵۰۰ سوار بھرتی کئے ہیں۔ انہوں نے بیس روپے اور ایک اشرفی نذر میں پیش کی۔ لکھنؤ کے ایک صوبیدار نے پانچ روپے نذر میں دیئے اور ساتھ ہی معروضہ پیش کیا جس میں تحریر تھا کہ تمام انگریز قتل کر دیئے گئے ہیں اور یہ کہ میری کمان میں اسوقت دس ہزار سپاہی ہیں اور "خدا نے چاہا تو میں فوج و خزانہ لے کر بہت جلد بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤنگا"۔ قدرت علی خاں کے ساتھیوں نے فی کس دو روپے بطور نذر پیش کئے اور قدرت علی خاں نے خود ایسے دو روپے پیش کئے جس پر بادشاہ کا نام معزدب تھا۔ نذر پیش کرتے وقت یہ بیان کیا گیا کہ لکھنؤ میں تو بادشاہ کے نام کا سکہ جاری ہو چکا ہے۔ دربار ختم ہو جانے کے بعد بادشاہ کچھ دیر تک قدرت علی خاں سے بخ میں بات چیت کرتے رہے۔ مرزا خضر سلطان کو لگان جمع کرنے کی غرض سے ۴۰۰ سوار دے کر قطب صاحب بھیجا گیا۔ خدا بخش کو سات ہزار روپے لانے کے لئے جھجر بھیجا گیا۔ کمسریٹ کے افسر اعلیٰ دولالی مل نے عرضی پیش کی کہ میں اب فوج کو راشن دینے سے قاصر ہوں۔ منشی سعادت علی اور منشی آغا خاں نے بیس ہزار روپے دیکر رہائی حاصل کر لی، بعداز دوپہر بادشاہ دربار عام میں تشریف لے گئے۔ رئیس بریلی کے ایجنٹ خان بہادر خاں نے اپنے آقا کی جانب سے اور اپنی طرف سے چند اشرفیاں پیش کیں اور چاندی کا ہودہ ایک ہاتھی اور زربفت کی جھول اور ایک گھوڑا اور قرآن مجید کا ایک نسخہ پیش کیا۔ رامپور کے ایلچی نے بھی

عرضی کے ساتھ نذریں ۱۰۰ اشرفیاں گذرانیں۔

۲۱۔ اگست :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جبّہ اور نعلین بڑے تزک و احتشام کے ساتھ پیدل فوج کی کمپنی اور چار ہاتھیوں کے جلوس کے ساتھ نکالے گئے۔ بادشاہ نے ان آثار مقدس کا بہت ادب کے ساتھ استقبال کیا اور ایک اشرفی اور پانچ روپے کی نذر دی اور حکم دیا کہ انہیں واپس لے جایا جائے ساتھ ہی قطب الدین کو خلعت فاخرہ عنایت کیا۔ اور جامع مسجد کے دربان کے لیے تین جوڑے ایک ہیرا اور زربفت کا ایک تھان، دو شالیں اور پگڑی پر ڈالنے کے لیے ایک کڑھا ہوا رومال بھی۔ دونوں حضرات نے شکریہ ادا کیا اور بادشاہ کی خدمت میں دو دو روپے کی نذر پیش کی۔ ایک جاسوس نے خبر دی کہ انگریز باؤٹہ پر نئے مورچے قایم کر رہے ہیں جنکی مدد سے وہ تمام شہر کو تباہ و برباد کر سکتے ہیں۔ یہ سنتے ہی بادشاہ نے جنگی کونسل کا جلسہ منعقد کیا اور غور کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ سپاہیوں کی جانب سے شکایات موصول ہوئیں کہ چونکہ دکانداروں نے اجناس خوراک دینی بند کر دی ہیں اس لیئے ہم فاقوں مر رہے ہیں۔ ملّاہی لال متھریدی تاجر نے اطلاع دی کہ اب مزید گندھک دستیاب نہیں ہو سکتی اور اس لیئے بارود سازی کا کام بند کرنا پڑیگا۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ فرخ نگر، جھجر اور بھاولی کے رئیسوں کے نام گندھک مہیا کرنے کی غرض سے ضروری خطوط لکھے جائیں بادشاہ نے جواب دیا کہ "نہیں یہ معاملہ جنگی کمیٹی کے حوالے کر دینا چاہیئے وہی ذمہ دار ہے۔" مرزا خضر نے تمام تاجروں سے گندھک طلب کی اور ان سے کہا کہ یا تو گندھک دو یا گندھک خریدنے کے لیئے روپیہ دو۔" تاجروں نے جواب دیا کہ "ہمارے پاس نہ گندھک ہے نہ روپیہ۔" آج منادی کر دی گئی کہ جو لوگ ناڈسرے باغ سے لکڑی کاٹنی چاہیں کاٹ سکتے ہیں اس لیئے کہ سلیم گڈھ سے

جو گولہ باری کیجاتی ہے اُسے یہ درخت چھپا لیتے ہیں، فوجی عدالت کے ممبروں نے مہاجنوں کو بلایا اور ان سے روپیہ مانگا (حکماً طلب نہیں کیا) مہاجنوں نے جواب دیا کہ "شاہزادگان ہم سے تین لاکھ ستر ہزار روپے لے چکے ہیں اور اب ہم میں مزید روپیہ دینے کی طاقت نہیں رہی"۔ جنگی کمیٹی اس جواب سے بہت ناخوش ہوئی اور اعلان کر دیا کہ آئندہ سے شاہزادوں کو بالکل روپیہ نہ دیا جائے۔ مرزا مغل ۱۰۰ سواروں کے دستہ کے ساتھ فوج کا معائنہ کرنے کے لئے گئے۔ ان کی آمد پر فوج نے سلامی کے طور پر تین باڑھیں سر کیں۔ اسپر شہر میں کھلبلی مچ گئی۔ دکانداروں نے اپنی اپنی دکانیں بند کر دیں اور شہر کے باشندے مکانوں میں گھس کے بیٹھ گئے یہ خیال کر کے کہ انگریز شہر میں داخل ہو گئے ہیں۔

یکم ستمبر:۔ انجام کا آغاز

بادشاہ نے دربار عام منعقد کیا۔ احسن اللہ خاں، مرزا امین الدین خاں مرزا ضیاء الدین خاں اور پانچ سو اور افسر اور امرا شریک دربار ہوئے اول الذکر حضرات نے شکایات پیش کیں کہ مرزا مغل اور مرزا خضر نے شہر کے باشندوں سے کئی لاکھ روپیہ حاصل کر لیا ہے اور اس میں سے فوج کو کچھ بھی نہیں دیا۔ اور بادشاہ سے عرض کیا کہ ان دونوں سے کچھ روپیہ واپس دلایا جائے ورنہ ہم انہیں پکڑ کر قید کر دینگے۔ بادشاہ نے شاہزادوں کو بلا کر صورت حالات سے مطلع کر دیا انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے صرف ۴۰ ہزار روپیہ وصول کیا ہے اور یہ بالکل غلط ہے کہ ہم نے تین لاکھ روپیہ حاصل کئے ہیں۔ اسپر آپس میں تکرار بڑھی۔ افسروں نے بار بار بادشاہ سے تنخواہ کی ادائیگی کا انتظام کرنے کے لئے

زور دیا اور دھمکی دی کہ اگر کچھ انتظام نہ ہوا تو ہم شہر کو لوٹ لینگے۔ بادشاہ نے
جواب دیا کہ "لوٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنے گھوڑوں، ہاتھیوں، چاندی
اور سونے کے شاہی زیورات کو فروخت کر دونگا اور فوج کو تنخواہ ادا کرونگا۔ اگر
میں ایسا نہ کروں تو تم سب کے سب شہر چھوڑ کر چلے جاؤ اس لیئے کہ میں نے تم کو بلایا
نہیں تھا، تم اپنی خوشی سے آئے تھے۔" بادشاہ اٹھکر اپنے دربار خاص میں تشریف
لے گئے۔ افسر چھ بجے شام تک بیٹھے رہے اور نہایت جوش کی حالت میں حکیم عبدالحق
مرزا الٰہی بخش اور سعید علی خاں سے بحث و مباحثہ کرتے رہے، بالآخر ان کو یہ پیغام
دیا گیا کہ ان کی تنخواہ کی پہلی قسط کل ادا کر دیجائیگی اور باقی ماندہ حصہ بیگم زینت محل اپنی
آمدنی میں سے پندرہ دن کے اندر اندر ادا کر دینگی۔ اسکے بعد تین پلٹنیں جو جو شہر کے
لوٹنے کے کام پر مقرر کی گئی تھیں اپنے کوارٹروں میں چلی گئیں اور افسر بھی تین پلٹنیں
قلعہ کے دروازوں پر متعین کر کے چلے گئے۔ ان پلٹنوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ شہزادوں
کو قلعہ میں نہ داخل نہ ہونے دیں۔ تنخواہ کے مطالبے پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوا
کہ فوج کا ماہواری خرچ پانچ لاکھ بہتر ہزار ہے۔ بادشاہ کی نسبت اطلاع
ملی کہ وہ بہت مایوس ہیں۔ جھجر سے مرزا بہادر شاہ کے پاس سے رپورٹ
موصول ہوئی کہ نادر شاہ رسالدار ہیضہ سے انتقال کر گئے۔ راقم الحروف کو
فی الفور دہلی آنے کا حکم ملا۔ آج محرروں وغیرہ کی ایک جماعت مارے ڈر کے
شہر چھوڑ کر چلی گئی۔ منشی سلطان سنگھ کے مکان پر سپاہیوں کا گارد مقرر کر دیا
گیا اور ان سے روپیہ طلب کیا گیا۔ بادشاہ شاہزادگان سے بہت ناراض
ہوئے۔ بیگم کو اندیشہ تھا کہ کہیں سپاہی محل کو نہ لوٹ لیں۔ انہوں نے بادشاہ
کے پاس تین ہزار روپے کے جواہرات بھیجے اور ان سے کہا کہ انہیں سپاہیوں
کو دیدیا جائے مگر بادشاہ نے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں

مجھ ہی پر سارے مصائب پڑنے چاہئیں۔ سمند خاں رسالدار کو ایلیر (؟) جانے اور وہاں سے ۲ لاکھ روپیہ لانے کے احکام دیئے گئے۔ شاہدرہ کے پولیس افسر نے اطلاع دی کہ دو من شکر پڑی ہوئی ہے اور اسکا مالک ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔ مرزا مہدی کو حکم ملا کہ وہ محافظ دستہ کو ساتھ لے کر اُسے اٹھوا لائیں۔ دو پیدل فوجیں اور بیس توپیں رات کو مورچے مسلح کرنے کی غرض سے روانہ کی گئیں۔

۲ ستمبر:۔ بادشاہ دربار عام میں تشریف فرما ہوئے۔ مرزا الٰہی بخش مولوی فضل حق، میر سعید علی خاں اور حکیم عبدالحق آداب بجا لائے۔ آج بھی سپاہیوں نے تنخواہ کا مطالبہ کیا۔ میر سعید علی کی تجویز کے مطابق فوج کو تنخواہ ادا کردی گئی، ہر رسالدار کو بارہ روپیہ، صوبہ دار کو چار روپے، سوار کو دو روپے، پیدل سپاہی کو ایک روپیہ اور زمیندار کو تین روپے کی شرح سے تنخواہ دی گئی۔ قدرت علی بیگ کو بادشاہ نے باریابی دی اور بہت دیر تک آپس میں گفتگو ہوتی رہی۔ خبر ملی کہ کوٹ کو سر کے زمینداروں نے بغاوت کردی۔ دو سو انگریزی سپاہی دو توپیں لے کر ان کی بغاوت کو فرو کرنے کی غرض سے گئے۔ زمیندار بھاگ کھڑے ہوئے مگر انہیں واپس لایا گیا اور تاکید کردی گئی کہ آئندہ نیک رہیں۔ خبر ملی کہ چند ہزار جہادی مولوی جلال الدین کی سرکردگی میں کھلے میدان میں لڑنے کے لئے نکلے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی اور ان کے کئی سو ساتھی مارے گئے۔ اطلاع ملی کہ انگریزوں نے علیگڈھ پر قبضہ کرلیا اور یہ کہ سکھوں کی ایک رجمنٹ میرٹھ پہنچ گئی اور شہر کے دروازے کے قریب خیمہ زن ہوئی اور یہ کہ وہاں انگریزی راج پہلے کی طرح پھر قائم ہوگیا۔

۲۰ ستمبر:۔ دربار عام میں تشریف فرما ہوئے ۔ چند زمیندار بھی شریک دربار ہوئے اور لگان کے ۴۵۰۰ روپے داخل کئے۔ انہوں نے شکایت کی کہ سپاہیوں نے روپیہ کو راستہ میں لوٹ لینے کی کوشش کی تھی ۔ بادشاہ ان کے طرز عمل سے خوش ہوئے اور اظہار خوشنودی کے طور پر انہیں پانچ پگڑیاں عنایت کیں ۔ دادری کے چودھری بشیم سنگھ نے بادشاہ کی خدمت میں دس روپے نذر میں پیش کئے اور اس معاملہ پر گفتگو کی جس سے انہیں دلچسپی تھی ۔ انگریزی لشکر کے بھاگے ہوئے پالکی بردار نے مرزا مغل کو ایک پستول پیش کیا جسکی قیمت ۱۰۰ روپے ہوگی ۔ مرزا مغل، مرزا الہی بخش حکیم عبدالحق خاں اور میر سعید علی خاں نے کانفرنس منعقد کی جسمیں بہت دیر تک فوج کو تنخواہ دینے کے مسئلہ پر بحث ہوتی رہی ۔ انہوں نے پولیس سے ٹیکس دینے والوں کی فہرست منگائی اور اسے بنیاد قرار دے کر فہرست مرتب کی جسکی رو سے شہر کے باشندوں سے چار لاکھ روپے وصول ہو سکتے تھے ۔ مرزا خدا بخش نے کہا کہ میں نے جھجر جانا ملتوی کر دیا اسلئے کہ میں نے سنا ہے کہ انگریزوں نے گوڑگاؤں پر قبضہ کر لیا ہے ۔ یہ سنکر بادشاہ نے وہ چٹھی واپس منگالی جو انہوں نے نواب کو لکھی تھی ۔ راجہ بلب گڈھ کے پاس سے عرضی موصول ہوئی جس میں شکایت درج تھی کہ "حکیم عبدالحق جنگ کے اخراجات کے سلسلے میں مجھ سے چار لاکھ روپیہ طلب کر رہے ہیں"۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ "جس افسر کی تم شکایت کر رہے ہو وہ میرے احکام کے بموجب عمل کر رہے ہیں ۔ میں نے بیشک انہیں روپیہ طلب کرنے کے لئے بھیجا ہے اور اب دوبارہ لکھتا ہوں کہ روپیہ بلا تاخیر بھیجدو اور ساتھ ہی ۵۰۰ سپاہی اور دو توپیں اور پانچ من افیون بھی بھیجدو ورنہ میں تم پر ایک لاکھ روپیہ جرمانہ کر دونگا"۔ اطلاع ملی کہ سپاہی تاج محل بیگم کو زینت محل بیگم کی جگہ مقرر کرنا چاہتے ہیں اور موخر الذکر کو وہ اسوقت تک قید میں رکھنا چاہتے ہیں جب تک

ان کی تنخواہ نہ ملجائے۔ سپاہیوں نے سلطان سنگھ سے روپیہ حاصل کرنے کے مقصد سے ان کے مکان کو گھیر لیا۔ خبر ملی کہ دسریہ کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں سخت جنگ ہوئی ہے جسمیں بہت سے آدمی کام آئے ہیں۔ متھرا داس خزانچی کو دہلی کے راستہ میں لوٹ لیا گیا۔ راؤ تلارام کے نام روپے کی ادائیگی کے لیئے فوری احکام بھیجے گئے جسے اس نے شہر کے مہاجنوں سے جمع کیا ہے۔ انگریز رات بھر میں پل کو اڑا دینے کا ارادہ کر رہے تھے مگر دو ہزار سپاہیوں نے انہیں پسپا کر دیا۔ سپاہیوں نے ایک شخص کو یورپین ہونے کے شبہ پر پکڑ لیا لیکن جب سرداروں نے اسکا بیان سنا تو اسکی رہائی دیدی۔ پیدل فوج کی پانچ کمپنیاں دو سو سوار اور دو توپیں گوڑ گاؤں میں انگریزوں کا مقابلہ کرنے کی غرض سے بھیجی گئیں جو رسالدار قلندر بخش کی ہمراہی میں جھجر بھیجے گئے تھے، اور خالی ہاتھ واپس آگئے تھے کہ نواب نے ایک کوڑی نہیں دی۔ انگریزوں نے کابل دروازہ کے بالمقابل مورچہ قائم کیا لیکن کشمیری اور کابلی دروازوں سے اسپر اس شدت گولہ باری کی گئی کہ اس کے ٹکڑے اڑ گئے۔

۴ ستمبر:۔ محمد بخت خاں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیر تک ان سے نجی میں بات چیت کرتے رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نصیر آباد کی فوج نے رات کو بادشاہ کو تنخواہ کے متعلق سخت رنج پہنچایا جسپر بادشاہ نے اپنے تمام چاندی کے ظروف ان کے حوالے کر دیئے اور کہا کہ "انہیں بیچکر جو کچھ قیمت آئے اسے آپس میں تقسیم کرلو" اسپر بھی افسر غیر مطمئن تھے۔ جے پور، جودھپور بیکانیر اور الور کے راجگان کے نام بادشاہ کی دستخطی چٹھیاں بھیجی گئیں جس میں لکھا تھا کہ مجھے فوج کی ضرورت ہے اور یہ کہ میں انگریزوں کو تباہ و برباد کردینا چاہتا ہوں لیکن چونکہ اسوقت میرے پاس اور سلطنت کا انتظام کرنیکے لئے

قابل اعتماد آدمی موجود نہیں ہیں اس لئے میں ریاستوں کی ایک مجلس بنا دینی چاہتا ہوں، اور اگر وہ ریاستیں جن کے نام خط بھیجے جار ہے ہیں، اس غرض کے لئے مجلس بنا لینگے تو میں نہایت خوشی سے اپنے شاہی اختیارات ان کے ہاتھ میں دیدونگا۔ جو شکر شاہدرہ سے منگائی گئی تھی وہ آج پہنچ گئی۔ جو فوج گوڑ گاؤں بھیجی گئی تھی اس نے قطب صاحب پہنچکر چند دکانوں کو لوٹ لیا اور چھوٹے چھوٹے مہاجنوں کو گرفتار کرلیا، مہاجنوں نے بھاگ کر مندر میں پناہ لی سپاہیوں نے اس تمام مال واسباب کو بھی لوٹ لیا جو سرجان مٹکاف کے رشتہ داروں کا موخرالذکر کے مکان میں بند تھا اور جسکی حفاظت کے لئے بادشاہ کی طرف سے ایک جمعدار اور چند ملازمین مقرر تھے۔ سپاہیوں نے جمعدار کو تو قید کرلیا اور مال پر قبضہ جمالیا اور سب کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کردیا۔ بادشاہ اس واقعہ سے بہت ناراض ہوئے اور سپاہیوں کی رہائی کا حکم دیا[1]۔ ایک شخص مسمی حیدر لباس فاخرہ پہنکر اور چند بدمعاشوں کو سپاہیوں کے بھیس میں اپنے ساتھ لے کر ایک شہری کے مکان پر گیا اور اپنے تئیں شہزادہ ظاہر کرکے اس شخص کو خوب مارا اور چار سو روپے چھین لئے۔ جب سپاہیوں نے اس

[1] بادشاہ نے جو انتظامات کئے تھے ان کی وجہ سے مٹکاف ہاؤس کا سارا مال و متاع جو قطب صاحب میں تھا مئی سے ستمبر تک بالکل محفوظ رہا اس کے بعد سے لوٹ لیا گیا صرف کتابوں کی چند الماریاں لوٹنے والوں کی نظر سے بچ رہی تھیں (اور بالآخر انگلستان بھیج دی گئیں) کیونکہ وہ گنبد کے اندرونی تاریک حصہ میں چھپادی گئی تھیں۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آیا بادشاہ نے اپنے ذاتی استعمال کی غرض سے ان چیزوں کو محفوظ حالت میں رہنے دیا تھا یا مالکان کی جانب دوستانہ خیالات رکھنے کی وجہ سے ان کی حفاظت کا حکم صادر کردیا تھا۔

(یہ نوٹ مٹکاف صاحب کا ہے ان کو شاید بادشاہ کی نیکی پر اب بھی بھروسہ نہیں ہے جب ہی تو شبہ کرتے ہیں)۔ حسن نظامی

حرکت کا حال سنا تو وہ بدمعاش کی تلاش میں نکلے اور اسے گرفتار کر لیا اس کے جسم
پر سے ۲۰۱ اشرفیاں ۵۴۰ روپے ایک جوڑی کڑے، سونے کی زنجیر اور چند گلے
کے زیورات برآمد ہوئے۔ ولی داد خاں نے بادشاہ کی خدمت میں عرضی بھیجی
جس میں لکھا تھا کہ انگریز علیگڈھ پر قابض ہو گئے ہیں اور مجھ پر حملہ کرنے کی نیت
رکھتے ہیں مگر خدا نے خیر کی کہ لکھنؤ سے دو پیدل پلٹنیں اور چند سوار میری فوج میں
آکر مل گئے۔ چونکہ یہ فوجیں عازم دہلی ہو رہی تھیں اس لئے بادشاہ سے اس
امر کا حکم حاصل کرنے کی درخواست کی گئی کہ انہیں یہیں رہنے کی اجازت دیجائے
اس شرط پر کہ فوج کی تنخواہ میں اپنے پاس سے دونگا۔ بادشاہ نے تجویز منظور
کر لی اور جواب بھیجدیا۔ والنیٹر رجمنٹ (۲۸ ویں پلٹن) نے اپنے کمان افسر کو بادشاہ
کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ یہ انگریزوں سے سازباز رکھتا ہے۔ جنرل محمد بخت
خاں کے نام تحریری حکم بھیجا جس میں ہدایت کی گئی تھی کہ فوج میں ۲۶ ہزار روپیہ
تقسیم کر دیا جائے جنرل نے جواب دیا کہ میرے پاس روپیہ نہیں ہے اور مجھے فوج کی خوراک کے لئے روپے
کی خود اسقدر ضرورت ہے کہ میں نے اپنے ہاتھی اور گھوڑے فروخت کر دئیے ہیں۔ اطلاع ملی کہ رانا بھگونت سنگھ والئی
دھولپور نے پندرہ سو پیدل سپاہی کچھ سوار اور چھ توپیں آگرہ میں انگریزوں کی امداد کے لئے روانہ کی ہیں اور یہ
دھولہ میل کے فاصلہ پر توپخانہ کے میدان میں مقیم ہیں۔ یہ بھی بیان کیا گیا کہ سردار سنگھ رئیس بیکانیر نے
تین ہزار راجپوت بھرتی کر کے کپتان رابرٹس کی امداد کے لئے بھیجے ہیں اور یہ کہلا بھیجا ہے کہ میں بھی اب لڑائی
شروع کرنے والا ہوں۔ خبر ملی کہ انگریزوں کو راجہ نال گڈھ کی طرف سے بھی ایکہزار گورکھوں کی امداد حاصل
ہو گئی ہے۔ انگریزوں کو اب مستقبل کی جانب سے ڈھارس ہے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ والی جموں بھی
انگریزوں کی امداد کے لئے ۵ ہزار سپاہی بھیجنے والے ہیں۔ اطلاع ملی کہ جھوپور کا میگزین بجلی گرنے
سے بھک سے اڑ گیا۔ اسکی وجہ سے کئی ہزار آدمی مر گئے اور شہر کا کثیر حصہ تباہ و برباد ہو گیا
راجہ ناہر سنگھ نے بھی ۲۰۰ بندوقیں انگریزوں کو بھیجیں۔

انگریزوں نے نواب جھجرؔ کو ۲۰۸۰ لوہار بھیجنے کے لیئے لکھا تھا جسکی تعمیل کردی گئی۔ افواہ ہے کہ انگریزوں نے علیگڈھ کے تمام مسلمانوں کو قتل کرڈالا اور کانپور سے دوہزار یوریپینوں کو لکھنؤ بیلی گارد کی امداد کے لیئے روانہ کیا اور یہ کہ سپاہیوں اور انگریزوں کی جنگ ہوئی جس میں سپاہیوں کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ گئے۔

۵ستمبر:۔ بادشاہ نے آج جنگی کونسل منعقد کی جس میں صورتِ حالات پر غور کیا گیا۔ جنرل بخت جاں نے اطلاع دی کہ انگریزی محاصرہ کرنے والی توپیں پہنچ گئی ہیں اور یہ کہ وہ کشمیری دروازہ کے بالمقابل مورچے بنارہے ہیں۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ" انگریزی گولہ باری کا مقابلہ کرنے کی غرض سے تم کونسی تدابیر اختیار کررہے ہو؟ اگر تم ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے تو بہتر ہی کہ تم فی الفور شہر کے دروازے کھولدو" جنرل نے جواب دیا کہ" میں میگزین کو ہٹاکر شہر کے باہر لے جارہا ہوں اور میں انگریزی گولہ باری کا جواب چالیس توپوں سے دینا چاہتا ہوں جن کے لیئے مورچے زیر تعمیر ہیں" جنرل نے یہ بھی لکھا کہ میں دوہزار سوار اس غرض سے مقرر کررہا ہوں کہ انگریزی لشکر تک کمسریٹ کا سامان نہ پہنچنے دیں۔ بادشاہ نے پوچھا کہ بارود کتنی ہے اور نواب فرخ نگر کے نام فوری چٹھی روانہ کی گئی جس میں دوہزار من گندھک طلب کی گئی تھی۔ میر سعید علی خاں، حکیم عبدالحق خاں، مرزا الہی بخش اور سالگرام خزانچی نے آپس میں مشورہ کیا کہ فوج کو تنخواہ ادا کرنے کا کیا انتظام کیا جائے۔ پولیس کے نام احکام بھیجے گئے کہ ضروریات زندگی کی قیمتوں کا روزانہ تعین کرنے کی غرض سے "پنچ" مقرر کردیں۔ نصیر آباد کی فوج کا کچھ حصہ غازی آباد لگان وصول کرنے کی غرض سے بھیجا گیا لیکن مرزا مغل نے جانے سے روک دیا۔

۶ ستمبر: بادشاہ دربار میں تشریف فرما ہوئے اور یہ سنکر کہ جو فوجی دستہ غازی آباد جانے والا تھا اسے مرزا مغل نے جانے نہیں دیا۔ بادشاہ بہت رنجیدہ ہوئے۔ ایک کاریگر نے گولہ پیش کیا جسے اسنے بنایا تھا۔ جنرل محمد بخت خاں نے شکایت پیش کی کہ حالانکہ بادشاہ کے ملازمین اور دوسری فوجوں کی تنخواہیں وغیرہ ادا کر دی گئی ہیں، مگر بریلی کی فوج کو جواب تک لڑائی میں پیش پیش رہی ہے، کچھ بھی نہیں ملا۔ اور اسکی وجہ سے میرے سپاہی دل برداشتہ ہو گئے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ "میں ایک لاکھ روپیہ تقسیم کرا چکا ہوں۔ خزانہ خالی پڑا ہے۔ خود تمہارے ہاتھوں سے کتنے لاکھ روپے تقسیم ہو چکے ہیں؟ تم نے اپنے آدمیوں میں کچھ روپے کیوں تقسیم نہ کر دیئے؟" شاہدرہ سے شکر سے لدی ہوئی گئی گاڑیاں آج شہر میں آئیں۔ آج دربار میں بہت سے افسروں کا اجتماع تھا۔ انہوں نے شکایت کی کہ ہمارا کوئی بڑا افسر نہیں جو کمان کرے یا حکم نافذ کرے۔ اب کیا کرنا چاہیئے؟ اس کی وجہ سے سخت ابتری پھیل گئی ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ "تمہیں اختیار دیا جاتا ہے۔ جو کام تم کر سکتے ہو کرو۔" لکھنؤ سے مزید سوار آ گئے۔ لکھنؤ کی دو پیدل فوجوں کے پاس سے اطلاع موصول ہوئی کہ وہ دہلی آ رہی ہیں۔ بادشاہ نے جواب میں لکھ بھیجا کہ "آجاؤ اگر آنا چاہتے ہو لیکن اگر آنا نہیں چاہتے تو کہیں اور چلے جاؤ۔" مولوی فضل حق نے اطلاع دی کہ متھرا کی فوج آگرہ چلی گئی ہے اور انگریزوں کو شکست دینے کے بعد شہر پر حملہ کر رہی ہے۔ خبر ملی کہ باؤنڈ پر یورپین اور سکھ پلٹنیں انگریزی لشکر سے مل گئی ہیں۔

۷ ستمبر: بادشاہ دربار خاص میں رہے۔ احسن اللہ خاں اور جنرل بخت خاں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، موخر الذکر کچھ دیر تک بخ کی ملاقات کرتے رہے

خان بہادر خاں رئیس بریلی کو خان بہادر کے خطاب کے ساتھ دو شالیں بھی عطا ہوئیں۔ یہ سب چیزیں ان کے ایجنٹ کو دیدی گئیں جو انکو لے کر روانہ ہو گئے۔ رئیس بلب گڈھ ناہر سنگھ کے پاس سے چٹھی موصول ہوئی جسکا مطلب یہ تھا کہ ۶۰ سوار جمیت خاں کی رہائی کے بارے میں بادشاہ کا حکم لائے تھے جسکے جواب میں رئیس نے لکھا کہ اگرچہ مجھے حکم کی اصلیت کا یقین نہیں تھا تاہم شخص مذکور کو چھوڑ دیا گیا۔ لیکن مجھے ان سواروں کی وجہ سے سخت نقصان پہنچا ہے جنھوں نے اپنے اخراجات کے لیئے مجھ سے ہزاروں روپے وصول کر لیئے ہیں۔ بادشاہ نے جواب میں لکھوا بھیجا کہ میں نے اس قسم کا کوئی حکم نہیں بھیجا اور یہ کہ ان سپاہیوں کو گرفتار کر کے سزا دینی چاہیئے۔ توپچی نواب فرخ نگر کی عرضی لائے۔ نواب امین الرحمن خاں کی طرف سے ایک ہزار روپے کی رقم وصول ہوئی جس کے لیئے رسید کاٹ دی گئی۔ خبر ملی کہ انگریز قدسیہ باغ میں سے بہت سی بھینسوں کو لے گئے ہیں۔ جنرل بخت خاں اپنے دس افسروں کے وفد کے ساتھ حاضر ہوئے تاکہ بادشاہ کو اس امر کی اطلاع کر دی جائے کہ جس دن سے میری فوج دہلی میں داخل ہوئی ہے اسے تنخواہ کا ایک پیسہ بھی نہیں ملا یہ کہ آدمی اب بہت دل برداشتہ ہو گئے ہیں اور اپنے اپنے گھروں کو واپس جانا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ اگر وہ جانا چاہتے ہیں تو جا سکتے ہیں۔ حکیم عبدالحق، امیر سعید علی خاں، مولوی فضل حق، بدرالدین خاں اور دیگر تمام امرا و روسا شریک دربار ہوئے۔ پولیس نے کہہ سنکر ہر ایک جوہری کو بھی شریک ہونے کے لیئے بھجدیا تھا۔ ان کو اطلاع ملی کہ شہر کے آدمیوں کو فوجوں کی تنخواہ کے لیئے آٹھ لاکھ روپے کی رقم فی الفور جمع کر دینی چاہیئے۔ سوداگروں نے جواب دیا کہ لوٹ مار اور زبردستی جو رقوم حاصل کر لی گئی ہیں

ان کیوجہ سے اور تجارت بند ہونے کے باعث مطلوبہ رقم کا جمع کرنا ناممکن ہے۔
احکام نافذ کرنے کے بعد بادشاہ نے مرزا مغل کو ہدایت کی کہ روپیہ جمع کرنے
میں نہایت دانشمندی کام میں لائیں اور یہ کہ منادی کے ذریعہ شہر والوں کو شاہی
احکام کی اطلاع دیدیں۔ بادشاہ کی اس کارروائی کی وجہ سے فوجی کونسل نے
دوسرے دن انگریزوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا، اور یہ اعلان کر دیا گیا کہ جو
کوئی شخص خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان حملہ میں امداد کریگا، وہ لوٹ مار میں بھی
حصہ دار ہوگا اور جو کوئی شخص گورکھوں، سکھوں اور انگریزوں کو گرفتار کریگا
اسے انعام سے سرفراز کیا جائیگا۔ یہ احکام پریڈ کے وقت فوج کو سنائے گئے
میر سعید علی خاں، دیوان مکند لال، بدرالدین خاں، حکیم عبدالحق (بمعہ صاحبزادگان)
اور نواب قلی خاں آج فوجی عدالت کے حکم سے گرفتار کر لیئے گئے اور انہیں
محل کے گارد کے کمرے میں اسوقت تک قید رکھا گیا جب تک کہ فوج کی
تنخواہ کے لیئے روپیہ حاصل نہ ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ ہم روپیہ کا انتظام
کر رہے ہیں۔ اطلاع ملی کہ چار سو انگریز چار توپوں سمیت لشکر میں پہنچ گئے ہیں
اور یہ کہ انگریز مورچے بنانے میں مصروف ہیں۔ اطلاع ملی کہ انگریزوں نے
پانی پت کی آبادی پر ایک من آٹا اور ایک روپیہ فی کس ٹیکس مقرر کیا ہے۔

۸ ستمبر:۔ بادشاہ دربار خاص میں رہے۔ گزشتہ شب انگریز
قدسیہ باغ کے مورچہ کی تعمیر ختم کر دینے میں مصروف تھے اور وہاں سے انہوں
نے گولہ باری شروع کی۔ ان کے گولے کشمیری دروازہ اور موری دروازہ پر
پڑ رہے تھے، مختلف دمدموں کے سپاہی شدید جنگ میں مصروف رہے
گولے یکے بعد دیگرے شہر میں آ رہے تھے۔ ہر جانب لوگ صبر کے ساتھ
واقعات کا انتظار کر رہے تھے۔ بادشاہ نے فوجی عدالت طلب کی اور اُسے

حکم دیا کہ جن اشخاص کو اس نے قید کیا ہے انہیں رہا کر دیا جائے۔ جب انہوں نے
اس امر کا اقرار کر لیا کہ شہر کے باشندوں سے خود عائد کردہ ٹیکس جمع کر دینگے تو
انہیں رہائی دیدی گئی۔ خبر ملی کہ شہر کی توپوں نے ایک انگریزی توپ کو خاموش
کر دیا۔ شہر میں گولے تو بہت سے گرے لیکن نقصان بہت کم ہوا۔ منشی سلطان سنگھ
کی چھت پر ایک شخص معائنہ کرتا ہوا دیکھا گیا۔ اس کے بعد وہ ایک ہندو کے مکان
میں چلا گیا۔ بہرحال اسے اس شبہ پر کہ وہ انگریزوں کو اشارات سے بتا رہا ہے
اسے قتل کر دیا گیا۔ اعلان کر دیا گیا کہ آئندہ سے چھاپہ خانہ واقع دہلی دروازہ
کے دفتر میں فوجی عدالت تمام شکایات کو سنا کریگی۔ نواب بریلی کے ایجنٹ
نے بریلی فوج کے محافظی دستہ کے ساتھ شہر چھوڑ کر چلے جانے کی کوشش کی
لیکن کلکتہ دروازہ کے گارد نے انہیں روک دیا۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق
پولیس نے ہر دکاندار اور کرایہ دار سے تین مہینے کا کرایہ وصول کرنا شروع کر دیا
تاکہ اس ترکیب سے فوج کی تنخواہ کے لیئے روپیہ جمع کر لیا جائے۔ امداد علیخاں
نے بڑی بہادری کے ساتھ انگریزوں کی فوج پر حملہ کیا۔ انہیں گھیر لیا گیا مگر وہ
بڑی مشکل سے بچ کر نکل آئے۔ تمام رات سپاہی مسلح رہے۔

۹ ستمبر:۔ بادشاہ دربار عام میں تشریف فرما ہوئے اور فریدکوٹ
سے آئے ہوئے گھوڑے کا معائنہ کیا۔ امداد علی خاں بھی شریک دربار ہوئے
بادشاہ نے ان کی شجاعت کی تعریف کی اور اپنے اصطبل سے ایک گھوڑا
اس گھوڑے کے معاوضہ میں پیش کیا جو کل کی جنگ میں مارا گیا تھا۔ بادشاہ
نے ان شہزادوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا جنہوں نے سپاہیوں کی تنخواہ
کے نام سے روپیہ جمع کر کے خورد برد کر لیا۔ افواہ پھیلی ہوئی تھی کہ بمبئی سے فوج
آگئی ہے اور کشن داس کے تالاب کے قریب مقیم ہے۔ ایک سانڈنی سوار

یہ معلوم کرنے کی غرض سے بھیجا گیا کہ آیا یہ خبر صحیح ہے یا نہیں۔ واپس آکر اس نے بیان کیا کہ وہاں ایسی کوئی فوج مقیم نہیں ہے کمسریٹ کے محرر منشی جوالا پرشاد کو حکم دیا گیا کہ وہ جدید سکہ کے لئے مہر تیار کریں جس پر حسب ذیل الفاظ کندہ ہوں "سکہ بہادر شاہ، شاہ ہندوستان۔ بفضل ایزدی زیور جہاں"۔ منشی جواہر لال کو جو ہدایات دی گئیں ان کے مطابق قلندر بخش (سفر مینا کے صوبیدار) بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ گورنر جنرل چند ہزار فوج لیکر (جس میں دیسی اور یورپین دونوں شامل ہیں) کلکتہ سے دہلی آرہے ہیں، یہ کہ جواہر سنگھ، مہاراجہ جموں کے بھتیجے چھ ہزار فوج کے ساتھ بسرعت تمام عازم دہلی ہوگئے ہیں، یہ کہ سر جان لارنس لاہور سے جدید فوج بھرتی کرکے دہلی روانہ ہوگئے ہیں، یہ کہ انگریزی لشکر اب اسقدر وسیع ہوگیا ہے کہ باوٹہ سے لے کر شہر کی حد سے مل گیا ہے یہ کہ میں نے ایک قسم کا مورچہ تیار کیا ہے اور جب تک جان میں جان ہے میں انگریزوں سے لڑتا رہونگا۔ ولی داد خاں والی بلب گڈھ نے فوری چٹھی بھیجی جس میں کمک طلب کی گئی تھی۔ بادشاہ نے یہ کہکر صاف انکار کردیا کہ "لڑائی یہاں نہایت شد و مد کے ساتھ شروع ہوگئی ہے اور یہ وقت نہیں ہے کہ کہیں اور فوج بھیجی جائے"۔ نواب بریلی کے ایجنٹ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیان کیا کہ میں لگان وغیرہ امور کی دیکھ بھال کرنے کی غرض سے بریلی جانا چاہتا تھا تاکہ روپیہ جمع کرکے شاہی خزاین بھیجوں لیکن کلکتہ دروازہ کے گارد نے جانے نہیں دیا۔ بادشاہ نے غور کرنے کے بعد طے کیا کہ ایجنٹ کو شہر سے جانے کی اجازت دیجائے۔ لیکن گارد نے شاہی احکام کی تعمیل کرنے سے انکار کردیا۔ گولہ باری سے بہت سے مرد، عورتیں اور بچے مارے گئے۔ سپاہیوں نے تجویز کی کہ میگزین کے قریب خندق بنادی جائے۔

کشمیری دروازہ کو مورچوں کی گولہ باری سے سخت نقصان پہنچا۔ بادشاہ نے فوج کے پاس ۶۰ من مٹھائی اور ۲۴۰ روپے بھیجے۔ آج دن میں افسروں نے پھر تنخواہ کا تقاضہ کیا۔ سفر مینا کے صوبیدار قادر بخش نے رپورٹ پیش کی انگریز کل صبح شہر پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، بہر حال افواہ یہی ہے۔ خبر موصول ہوئی کہ انگریزوں نے موضع پچھوا کو تمام وکمال برباد کر دیا اس لئے کہ گاؤں والوں نے لگان دینے سے انکار کر دیا تھا۔ مشک بنانے والے کے مکان سے پانچہزار روپے دستیاب ہوئے فوجیں خندقوں کے پیچھے تمام دن مسلح رہے۔

۱۲ ستمبر:۔ بادشاہ آج عبادتخانہ میں نماز کے لیے گئے، حسن علی خاں بھی ساتھ گئے اور آداب بجالائے، نذیر حسن خاں بھی ان کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے اطلاع دی کہ لکھنؤ کا ایک ایلچی کل صبح پہنچ جائیگا لیکن اس کی اتنی گذارش ہے کہ مجھے بیچ میں ملاقات کا موقع دیا جائے۔ بادشاہ نے اظہار رضامندی کر دیا بارود بنانے والے کارخانے میں آج پانچہزار روپے بھیجے گئے تاکہ وہ بارود بنائیں سمند خاں رسالدار جھجر روانہ ہو گئے۔ نواب جھجر نے آج حسن علی خاں کی تنخواہ بھیجدی۔ مرزا امین الدین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اطلاع دی کہ میں نے لوہارو سے لگان وصول کرنے کی غرض سے دو سو سپاہی بھرتی کئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ شہر کے دروازوں کے گارد کے نام احکام نافذ کر دیئے جائیں تاکہ ہمیں جانے کی اجازت ملجائے۔ بادشاہ نے احکام نافذ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ سپاہی میرا کہنا نہیں مانتے۔ مرزا مغل نے کشمیری دروازہ کے گاردوں کا معائنہ کیا اور میر سعید علی خاں کے مکان والے مورچے کے متعلق خاص انتظامات کیئے۔ چند دکانداروں نے ایک عرضی بھیجی جس میں تحریر تھا کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں ہمیں زبردستی مورچوں پر توپیں چلانے کے کام پر

نہ لگا دیا جائے اس لیئے کہ پولیس والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہمیں اس کام کے لیئے پکڑ کر بھیجدیں۔ اس ڈر سے کہ کہیں وہ ہمیں پکڑ کر نہ لے جائیں ہم نے اپنی دکانیں بند کر لی ہیں۔ فوجی عدالت نے احکام نافذ کر دیئے کہ رعایا میں سے کسیکو مورچوں پر کام کرنے کے لیئے زبردستی مقرر نہ کیا جائے، صرف چماروں اور مزدوروں کو اس کام کے لیئے حاصل کر لیا جائے۔ ایک سپاہی نے فوجوں کو تنخواہ نہ دینے کی وجہ سے میر سعید علی خاں پر حملہ کرنے کی نیت سے تلوار نکالی۔ رات بھر گولے شہر میں گرتے رہے۔ ایک عورت اور ایک ہندو مسمی جواہر لال توپوں کے پھٹنے سے مر گئے اور دو سپاہی زخمی ہوئے۔ اعلان کیا گیا کہ جو شخص تین مہینے کا کرایہ ادا کرنے سے انکار کریگا اسے سخت سزا دیجائیگی۔ بادشاہ رات بھر نہایت پریشان رہے۔ ان کے ذاتی ملازم بھی تمام رات ان کے ساتھ رہے۔ منادی کرادی گئی کہ بادشاہ بہ نفس نفیس آج رات کو انگریزوں پر حملے کی کمان کرینگے اور انہیں تباہ کر دینگے اور تمام شہر کو دعوت دی گئی کہ وہ بھی انگریزی لشکر پر حملے میں شریک ہوں اور انگریزوں سے لڑیں۔ اعلان میں ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اس کام کے لیئے حلف اٹھالیں۔ اس اعلان کی وجہ سے ۱۰ ہزار سے زیادہ مسلمان کشمیری دروازہ کے قریب جمع ہو گئے اور بادشاہ کی آمد کا آدھی رات تک انتظار کرتے رہے۔ اس کے بعد مجمع بتدریج ٹوٹتا گیا اور بالآخر منتشر ہو گیا۔

(معلوم نہیں ہندو رعایا لڑنے کے لیئے کیوں جمع نہ ہوئی)

۴ ستمبر:۔ بادشاہ نماز جمعہ کے لیئے تشریف لے گئے۔ نماز کے بعد نذیر حسن مرزا نے مرزا عباس بیگ (ایجنٹ دربار لکھنؤ) کا تعارف کرایا۔ انہوں نے دو اشرفیاں نذریں پیش کیں۔ بادشاہ نے انہیں سفیر الدولہ کا خطاب عطا کیا

ایجنٹ نے اسپر ۱۲ اشرفیاں، دو اعلیٰ درجہ کے جھولدار گھوڑے، دو ہاتھی، ہودہ جڑاؤ کڑے، اور جڑاؤ تاج پیش کیا اور ایک عرضی بھی پیش کی جس میں درخواست کی گئی تھی کہ میرے خطاب کے متعلق سند شاہی عنایت کی جائے اور میری جائداد اور مقبوضات کو تسلیم کر لیا جائے۔ سپاہیوں نے آج میجسٹریٹ کی کچہری میں مورچہ کی تکمیل کر لی اور میر سعید علی خاں کے مکان کے مورچہ کو بھی پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔ جنرل محمد بخت خاں کے کیمپ میں ایک گولہ گرا جس سے کئی سپاہی زخمی ہوئے اور دو یا تین مر گئے۔ کارتوسوں کی پیٹی بھی بھک سے اڑ گئی، رات دن گولہ باری ہوتی رہی اور توپوں کا جواب توپیں دیتی رہیں۔ قاضی محلہ اور سعادت علی خاں کی نہر کے گرد و پیش کے باشندے اپنے اپنے مکان کو چھوڑ کر شہر کے دور دراز محلوں میں چلے گئے۔ اگر شہر کے دروازوں کے گارد اجازت دیدیتے تو تمام باشندے کبھی کے چلے گئے ہوتے۔ پولیس کے کہنے سننے سے چند دکانداروں کی دکانیں کھلی رہیں۔ انگریزوں نے لال دروازہ کے سامنے ایک مورچہ قائم کر رکھا تھا انہوں نے کشمیری دروازہ میں سوراخ کر دیئے تھے اور وہ یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ راتوں رات شہر میں داخل ہو جائینگے۔ میرا ایک دوست اس شبہ پر گرفتار ہوا کہ وہ انگریزوں کو خبریں بھیجتا ہے انگریزی لشکر سے سپاہی بھاگ کر شہر میں داخل ہو گئے۔ متھرا داس اور سالگرام خزانچی قید کر دیئے گئے شہر میں منادی کرا دی گئی کہ کل ہر باشندہ انگریزوں پر حملہ آور ہوگا، میرٹھ سے خبر موصول ہوئی کہ انگریزوں نے بہت سے جاٹوں اور گوجروں کو بھرتی کر لیا ہے اور تقریباً ۱۰۰ دیہات سے لگان بھی وصول کر لیا ہے اور علیگڈھ کی طرح وہاں بھی ہر طرح کا امن و امان قائم ہو گیا ہے۔ بڑی بھاری میدانی توپ تمام رات شہر پر گولہ باری کرتی رہی۔ سب باشندے رات بھر پریشان رہے

۱۴ستمبر:۔ بادشاہ دربار خاص ہی میں رہے۔ افواہ تھی کہ انگریز شہر پر حملہ کرنے والے ہیں۔ مرزا مغل نے محل کی تمام فوجوں کو حکم دیدیا کہ مدافعت میں شریک ہوں۔ آج یہ معلوم ہوگیا کہ عنقریب دہلی میں گھمسان کی لڑائی ہونے والی ہے۔ سپاہی بیشتر حصہ خندقوں ہی میں چھپے رہتے تھے۔ بالآخر انگریزوں نے کشمیری دروازے اور علی برج کے دمدمے پر قبضہ کرلیا۔ چند گورے اور سکھ اور کرایہ کے سپاہی ہمت کرکے جامع مسجد تک آئے اور سپاہیوں کو پیچھے ہٹادیا۔ جامع مسجد میں کئی ہزار مسلمان جمع تھے انہوں نے انگریزوں پر حملہ کیا اور ان میں سے کئی سپاہیوں کو قتل کرڈالا یہاں تک کہ گورے بھاگ گئے۔ بیگمی باغ میں بھی سخت معرکہ رہا جہاں تقریباً چار سو گورے وغیرہ مارے گئے۔

دوپہر کے قریب مسلمانوں نے انگریزوں کا مقابلہ کرنا بند کردیا۔ بالآخر انہوں نے باغی سپاہیوں کی طرح ہندوؤں کے مکانوں میں پناہ لینی شروع کی جنہیں وہ اس سے قبل ساتھ نہ دینے کی وجہ سے جھڑکتے رہتے تھے۔ تمام دن وہ ہندوؤں کو بُرا بھلا کہتے رہے اور انہیں دھمکی دیتے رہے کہ جب ہم انگریزوں کو شکست دیدینگے تو اسوقت تمہیں اور تمہارے بال بچوں کو قتل کرڈالینگے۔ بادشاہ نے بیچ بچاؤ کی کوشش کی اور اطمینان دلانے کی غرض سے کہا کہ کل میں شہر کے تمام ہندوؤں اور مسلمانوں کو ساتھ لے کر متحدہ طاقت سے انگریزوں پر حملہ کرونگا۔

بالخیر

منشی جی نے کیا نتیجہ کے موقع پر روزنامچہ ختم کیا ہے کہ آنکھیں آگے کا ذکر ڈھونڈتی رہ گئیں۔ اس کی تفصیل میری کتاب دہلی کی جانکنی میں ہے، اور پوری کیفیت بیان کی گئی ہے۔ ناظرین اسکو دیکھیں اور سلسلہ ملا کر پڑھ لیں۔

اب آگے جن انگریزوں کا حال لکھا ہے وہ میرے پہلے حصوں میں مفصل آچکا ہے مگر یہاں بھی لکھا جاتا ہے تاکہ لکھنے والے کے انداز تحریر سے ناظرین آگاہ ہو جائیں۔

درخواست۔ یہ کتاب ختم کرنے کے بعد اگر ناظرین میرا ابتدائی دیباچہ نہ پڑھا ہو جو اس کتاب کے شروع میں ہے تو اسکو ضرور پڑھ لیں تاکہ جو غلط اثر انکے دلوں پر اس روزنامچے کے پڑھنے سے ہوا ہو وہ دور ہو جائے۔ اور اگر پہلے پڑھ لیا ہو تب بھی دوبارہ دیباچہ پڑھ لینا مفید ہو گا کیونکہ پہلے انہوں نے سرسری طور سے پڑھا ہو گا اور اب پڑھینگے تو ان کو روزنامچہ لکھنے والے کی حالت اچھی طرح معلوم ہو جائیگی اور وہ اپنے ملک اور اپنی قوم سے بدگمان نہ ہو گا۔

راقم حسن نظامی

۱۴- اگست ۱۹۲۵ء

مسٹر ڈیوس کے حالات

مسٹر ڈیوس کا ذکر ان اوراق میں آچکا ہے۔ مزید تفصیلی حالات حسب ذیل ہیں :۔ وہ کمشنر اور ایجنٹ کے دفتر کے انگریزی محکمہ کے افسر اعلیٰ تھے۔ جب سپاہی راجگھاٹ دروازہ سے شہر میں داخل ہوئے ہیں تو اسوقت وہ مسٹر ڈیوس کے مکان کے بہت قریب تھے۔ مسٹر ڈیوس کے ساتھ ان کے بھائی ٹامی اور ان کی بہنیں رہتی تھیں۔ سپاہیوں نے ان کے مکان پر حملہ کیا۔ دونوں بھائیوں نے اپنے تئیں بندوقوں سے مسلح کر کے مکان کے دروازہ کو بند کر دیا اور چھت پر چڑھ گئے۔ میرے ملازم نے جسے میں نے خبریں معلوم کرنے کی غرض سے بھیجا تھا، دیکھا کہ انکے مکان کو سواروں اور پیدل سپاہیوں نے گھیر رکھا ہے۔ اس نے دیکھا کہ انہوں نے گیارہ آدمیوں کو نشانہ بندوق بنا دیا، اور یہ کہ کئی ایک زخمی ہو گئے۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ ان دونوں میں سے ایک زخمی ہو گیا۔ اس کے بعد سپاہی لوٹ گئے۔ بعد ازاں مسٹر ڈیوس بعض پڑوسیوں کے ساتھ اپنے کسی ہندوستانی دوست کے یہاں پناہ گزیں ہو گئے اور وہاں سے مہاراجہ کشن گڈھ کے تہ خانوں میں بچکر چلے گئے۔ میرے ملازم سوہنی نے ان سے بات چیت کی اور کہا کہ اپنے کپڑے بدل ڈالو اور راتوں رات میں آپ کو اپنے مالک کے مکان میں پہنچا دونگا لیکن مسٹر ڈیوس نے انکار کیا اور کہا کہ چونکہ سپاہی بازاروں میں اور سڑکوں پر پھر رہے ہیں اور یورپینوں کی تلاش میں ہیں اس لیئے یہ اغلب نہیں کہ وہ ہمیں مکان تک صحیح و سالم پہنچے دیں۔ اس کی بجائے انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ آپ بادشاہ کے

وکیل کو بلائیں اور ان کی وساطت سے بادشاہ سے گفتگو کریں اور اپنے یہ ظاہر کریں کہ چونکہ وہ بادشاہ کی کوٹ قاسم کی جائداد کا حساب کتاب رکھتے تھے اسلئے بادشاہ مسٹر ڈیوس کو اپنا ملازم قرار دیں اور اس ترکیب سے کم سے کم ان کی اور ان کی بہنوں کی جان بچالیں۔ میں نے فی الفور بادشاہ کے وکیل کو بلوایا اور ان سے یہ تمام کارروائی کرنے کی درخواست کی۔ وکیل نے تمام معاملہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جنہوں نے حکم دیا کہ مسٹر ڈیوس کو ہمارے حضور میں پیش کرو۔ لیکن اس سے پیشتر کہ اس تجویز پر عملدرآمد ہو مسٹر ڈیوس معہ اپنے گھر کی خواتین اور دوسری خواتین کے (جن میں دہلی کے ہردلعزیز پادری مسٹر ٹامسن کی بیوی بھی تھیں) سپاہیوں کی طرف سے جھوٹے وعدوں کے ذریعہ اس بات پر آمادہ کر لیئے گئے کہ وہ اپنی چھپنے کی جگہ سے باہر نکل آئیں۔ جب وہ نکل آئے تو بعض اشخاص تو اسی وقت قتل کر دیئے گئے اور باقیوں کو محل میں لیجایا گیا۔ دو دن اور دو راتوں تک یہ لوگ مہاراجہ کے مکان کے تہ خانہ میں بے آب و دانہ رہے تھے تیسرے دن پیاس سے تنگ آکر اور ایک بہشتی کو دیکھکر ان میں سے ایک نے نہایت عاجزی سے للہ پانی مانگا یہ شخص راجہ بلب گڈھ کے یہاں پانی لے جا رہا تھا۔ وہ آیا اور آدمیوں نے دروازہ کھول دیا اور اُسے داخل کر لیا۔ بہشتی نے پانی تو دیدیا لیکن جب باہر نکلا تو اس نے چند باغیوں کو جو باغ میں خیمہ زن تھے، وہ جگہ بتا دی جہاں انگریز چھپے ہوئے تھے۔ اسپر فوراً ہی باغیوں اور بدمعاشوں نے مکان کو گھیر لیا اور جب انہوں نے یہ معلوم کر لیا کہ اندر پہنچنا یا کسی ترکیب سے ان بدقسمتوں پر گولیاں چلانا ممکن نہیں تو ان کے جوش و غصہ کی کچھ انتہا نہ رہی۔ دوسری طرف چھپے ہوئے اشخاص نے دیکھا کہ ہمارے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں نکل سکتی۔ ایسی حالت میں باغیوں نے مکر و فریب سے کام لیا اور پناہ گزینوں سے طرح طرح کے وعدے وغیرہ کر لیئے۔ انہوں نے کہا کہ اگر

آپ لوگ نکل آئینگے تو آپ میں سے کسی کا بال بیکا نہ ہوگا بلکہ ہم آپ کو سیدھے بادشاہ کے پاس لے چلینگے جہاں آپ سے اچھا سلوک روا رکھا جائیگا۔ وہ اپنی ترکیب میں کامیاب ہو گئے اور پناہ گزینوں کو باہر نکلنے پر راغب کر لیا۔

اس کے بعد کے واقعات کے بارے میں دو مختلف بیانات ہیں۔ ایک تو یہ کہ قیدیوں سے بیٹھنے کے لئے کہا گیا اور اس کے بعد ان سب کو بیدردی سے قتل کر دیا گیا۔ دوسرا بیان یہ ہے کہ عورتوں اور بچوں کو چھوڑ دیا گیا اور انہیں محل میں لے گئے جہاں ان کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا گیا کہ ایسی تکلیف دہ بیرحمیوں کو روکنے والا کوئی خدا موجود نہ تھا؟ ان خوفناک واقعات قتل پر قدرت غیر متحرک رہی

"بعض اوقات انسان انتہائی صدمے میں ایسے الفاظ کہدیتا ہے۔ لکھنے والے کو معاف کر دینا چاہیئے" (حسن نظامی)

مسٹر ڈیوس، مسٹر ٹامی ڈیوس، مسٹر نکسن، مسٹر سینڈلی اور مسٹر نب بال کی قسمت یکساں رہی، قلم خشک ہوا جاتا ہے اور واقعات تحریر کرنے سے انکار کرتا ہے۔ قسمت کے خلاف لڑنا کسقدر ناممکن ہے! یہ لبسا اغلب ہے کہ اگر مسٹر ڈیوس کی درخواست بادشاہ کے کانوں تک جلد پہنچ جاتی تو وہ ان کو بچا لیتے۔ لیکن خدا تعالیٰ کا دستِ قدرت پہلے سے ان کی قسمت طے کر چکا تھا اور اس لیئے ایسی درخواست امید موہوم سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ ہر شخص کی زندگی بجائے خود ایک تاریخ ہے اور جب ہر ایک کی قسمت ظہور میں آجائے تو اس وقت سیاہی خشک ہو جاتی ہے۔ لیکن خدا کے ارادوں کو کوئی نہیں پہونچتا۔
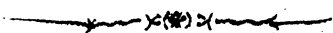
کپتان ڈگلس کے حالات

۱۱ مئی کی صبح کو کپتان ڈگلس کی توجہ دریا پار کے ایک جلتے ہوئے بنگلے کی جانب منعطف کرائی گئی۔ میرٹھ سے سپاہیوں کے آنے کی اطلاع کپتان ڈگلس کو مل چکی تھی اور ساتھ ہی شہر کے ہنگاموں کی خبر بھی انہیں ہو گئی تھی۔ بورن چوبدار اور بختیار سنگھ، کشن سنگھ ہرکاروں نے اطلاع دی کہ چنگی کے کلکٹر کے مکان میں آگ لگا دی گئی ہے اور محکمہ کے مقامی افسر کو قتل کر دیا گیا ہے اور یہ کہ باغی شہر کی جانب آرہے ہیں اور راستہ میں قتل و غارت کرتے جاتے ہیں۔ عین اسی وقت ایک سوار سیڑھیوں تک آیا اور کہا کہ میں کمان افسر (کپتان ڈگلس) سے کچھ باتیں کرنی چاہتا ہوں خبر کی گئی کہ کوئی شخص آپ کا انتظار کر رہا ہے۔ کپتان ڈگلس سیڑھیوں تک آئے اور پوچھا کہ کیا معاملہ ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ "ہم میرٹھ سے آئے ہیں جہاں ہم نے اپنے افسروں کو قتل کر دیا ہے کیونکہ وہ سور اور گائے کے چربی والے کارتوسوں کے استعمال پر اصرار کرتے تھے اور اسطرح سے ہماری ذات لینے کی کوشش کرتے تھے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں نے متحدہ طریقہ سے بلوہ کر دیا ہے ایک معرکہ بھی ہو چکا ہے جس میں یورپین اور ہندوستانی دونوں کام آئے ہیں۔ اب ہم یہاں اپنی اپنی شکایات لے کر آئے ہیں اور بادشاہ سے انصاف کے طالب ہیں ہمیں مشورہ دیجئے کہ ہم کیا کریں ورنہ ہم وہی کام کرینگے جسکا ہم کو حکم ملا ہے"

کپتان ڈگلس کے اردلی کا بیان ہے کہ وہ شخص سخت جوش کی حالت میں بات چیت کر رہا تھا اور اسکی آنکھوں سے خون ٹپکا پڑتا تھا۔ کپتان ڈگلس نے جواب دیا کہ "تم نے اپنے افسروں کو قتل کر کے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے اور اگر تم شہر میں مزید خونریزی سے باز نہ آؤگے تو تمہیں سخت سزا دیجائیگی اس لیئے کہ

میرے پاس گورکھوں کی چار پلٹنیں ہیں۔"

کمان افسر کے منہ سے جونہی یہ الفاظ نکلے سوار مذکور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چلا گیا اور اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد بادشاہ کے پاس سے ایک چوبدار دوڑتا ہوا آیا جس نے کہا کہ بادشاہ سلامت یاد فرماتے ہیں۔ کپتان ڈگلس سیدھے دیوان خاص میں پہنچے جہاں بادشاہ ان کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ راستہ میں حکیم احسن اللہ خاں اور بادشاہ کے وکیل سے ملاقات ہوئی۔ ان سے معلوم ہوا کہ باغیوں کی وسیع فوج شہر کی فصیل کے سامنے ریتیوں میں مجتمع ہے اور سخت ہائے وہو مچا رہی ہے۔ انہوں نے کمان افسر سے کہا کہ امن و امان قائم کرنے کی تدابیر اختیار کی جائیں اس لیئے کہ خود بادشاہ سے ان کا رویہ تہدید آمیز اور خطرناک ہے۔ کپتان ڈگلس جس وقت پہنچے ہیں اسوقت بادشاہ دیوان خاص میں تھے۔ اور بادشاہ کے سوالات کے جواب میں انہوں نے وہ تمام باتیں بیان کر دیں جو انہوں نے صبح سنی تھیں یعنی یہ کہ میرٹھ کی کچھ فوجیں بغاوت کر کے دہلی بھاگ آئی ہیں۔ انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ خدارا گھبرائیے نہیں اسلیے کہ میرٹھ کی یورپین فوجیں بالضرور باغیوں کا تعاقب کرینگی اور عنقریب پہنچ جائینگی اور مزید برآں راجپوتوں کی بھی پلٹنیں ہیں۔ بادشاہ کو یقین رکھنا چاہیئے کہ حکام نے ان آدمیوں کا تدارک کرنے کی تدابیر اختیار کر لی ہیں۔ دوران گفتگو میں بھی باغیوں کی آوازیں دیوان خاص میں پہنچ رہی تھیں۔ کپتان ڈگلس نے کہا کہ دریا جانے کا راستہ کھولدینے کی اجازت دیجائے تاکہ چند آدمیوں کو بادشاہ کے حضور میں طلب کیا جائے۔ وکیل اور حکیم احسن اللہ خاں نے رائے دی کہ ایسا کام نہیں کرنا چاہیئے اور یہ کہ کپتان ڈگلس کو ایسے مجمع کے سامنے نہ آنا چاہیئے جو خونریزی کا مرتکب ہو چکا ہے۔ مزید برآں اگر انہیں اندر آنے کی اجازت دیدی گئی تو ممکن ہے کہ وہ محل کو

لوٹ لیں۔

بہر حال اتنا طے ہو گیا کہ کپتان ڈگلس دریا کی طرف کی دیوار سے سپاہیوں سے بات چیت کریں۔ انہوں نے ایسا کیا کہ باغیوں میں سے دو افسروں کو اپنی جانب بلایا انہوں نے دیکھتے ہی کمان افسر کو سلام کیا اور کہا کہ "انگریز ہمیں عیسائی بنانا چاہتے تھے اور اسی غرض سے انہوں نے ہمیں چربی والے کارتوس دیئے۔ اب ہم بادشاہ کے پاس حفاظت کی غرض سے آئے ہیں اس لیئے کہ ہم پر انگریزوں نے حملہ کیا ہے اور بعض کو مار ڈالا ہے۔" کپتان ڈگلس نے جواب دیا کہ "یہ جگہ بادشاہ کے زنانخانے میں داخل ہے۔ یہ جگہ بلوہ کرنے کی نہیں ہے۔ دریا کے کنارے کسی جگہ پڑاؤ ڈال لو اور بادشاہ سلامت بعد کو تمہاری شکایات سنیںگے اور انصاف فرمائیںگے۔" اسپر سپاہی شہر کے راجگھاٹ دروازے کی جانب چلے گئے۔ جب کپتان ڈگلس بادشاہ کو اطمینان دلانے کے بعد رخصت ہونے کو تھے تو اسوقت بادشاہ نے اپنی اور اپنے خاندان کی حفاظت کے متعلق بیحد تشویش ظاہر کی اور برطانوی حکومت کی حفاظت طلب کی کپتان ڈگلس نے انہیں پھر یقین دلایا کہ تشویش کی کوئی وجہ نہیں اور پھر بعجلت تمام اپنے گھر گئے۔ وہاں معلوم ہوا کہ کمشنر مسٹر سائیمن فریزر شہر کے کلکتہ دروازہ کے دمدمے پر انکا انتظار کر رہے ہیں۔ کپتان دلدار خاں کی بگھی کو روک کر جو اسوقت سامنے سے گذر رہی تھی وہ اسمیں بیٹھ گئے اور سیدھے دمدمے پہنچے جہاں مسٹر سائیمن فریزر، مسٹر ہچنسن اور مسٹر چارلس لی باس (جج) اور چند اور حضرات موجود تھے۔ ان سے مل کر انہوں نے وہ چٹھی نکالی جو ان کی جیب میں تھی۔ انہوں نے مسٹر فریزر کو پڑھنے کے لیئے دی جنہوں نے پڑھکر اسے واپس کر دیا۔ کپتان ڈگلس نے اس چٹھی کو دوبارہ پڑھا اس کے بعد ان سب نے انگریزی میں گفتگو کی۔ ابھی وہ بات چیت میں مصروف تھے کہ ایک چپراسی نے چنگی کے مقتول کلکٹر کی بیوی کی چٹھی دی جس میں اس امر کی درخواست

کی گئی تھی کہ میرے خاوند کی تجہیز و تکفین کا کچھ انتظام کر دیا جائے۔ کپتان ڈگلس نے جواب دیا کہ "بغاوت کی موجودہ حالت میں میں کچھ انتظام نہیں کر سکتا"۔ عین اس موقع پر پانچ سوار گھوڑے سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے اور اپنی بندوقوں سے باڑھ چھوڑی۔ ایک گولی کپتان ڈگلس کے پیر میں لگی جس سے وہ بالکل معذور ہو گئے وہاں سے وہ سرکتے سرکتے قلعہ کی خندق میں پہنچ گئے جہاں چند بدمعاشوں نے ان پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن کشن سنگھ، کرمی جاٹ اور دوسرے آدمیوں کی موجودگی سے وہ اپنے ارادہ سے باز رہے یہ سب لوگ قلعہ کے کمان افسر کے دفتر سے متعلق تھے اور اس لیئے وہ انہیں لکڑیوں کی ڈولی میں بٹھا کر قلعہ کے دروازہ تک بہ حفاظت تمام لے گئے۔ وہاں سے مکھن سنگھ، کشن سنگھ اور دوسرے آدمی جو موجود تھے اوپر لے گئے۔ انہوں نے کچھ پانی مانگا اور اسے پیا۔ اس کے بعد دروازہ پر گارد کے جو سپاہی جمع تھے ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ "اگر تم دروازوں کو بند کر دو اور باغیوں کو نکال دو اور یورپین لوگوں کی امداد کرو تو میں تم میں سے ہر ایک کو صوبیدار بنا دونگا"۔ اس کے بعد چپراسی انہیں اوپر لے گئے جہاں مسٹر جیننگز (پادری) اور دو خواتین (مس جیننگز اور مس کلیفورڈ) پہلے سے موجود تھیں۔ ان دونوں نے انکی مرہم پٹی کی۔ کپتان ڈگلس کو کئی مرتبہ غش آیا۔ ہوش آنے پر انہوں نے کہا کہ "میں کھلے میدان میں اپنی تلوار چھوڑ آیا ہوں"۔ اس کے بعد مکھن سنگھ نے کپتان ڈگلس کے حکم کے بموجب دروازے بند کر دیئے چند بدمعاش جن میں زیادہ تر مٹھائی بیچنے والے اور قلعہ کے مغل آدمی تھے، باغی اور خونی آدمیوں کی معیت میں "دین، دین" کا نعرہ لگاتے ہوئے سیڑھیوں کیطرف آئے اور مکھن سنگھ سے کہا کہ دروازہ کھولدو ورنہ ہم تم کو بھی مار ڈالینگے۔ مسٹر جیننگز نے دروازہ کھولدینے کا حکم دیا جس سے قاتل کمرہ میں گھس آئے اور ایک ایک کو قتل کر ڈالا خواتین نے کپڑوں کی الماری میں پناہ لی تھی لیکن انہیں بھی باہر گھسیٹ لیا گیا۔ مسٹر جیننگز نے حملہ آورین پر حملہ کیا اور سیڑھیوں پر گر گئے۔ صرف جو شخص

بچاوہ منشی رام لال تھے جو زخمی ہو گئے تھے وہ شاہی خاندان کے ایک نوکر تھے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ کسی دکاندار نے دشمنی سے بندوق کے کندے سے انہیں زخمی کر دیا اور پھر بھاگ گیا۔
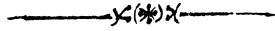
سر تھیوفلس مٹکاف کی رہائی کے حالات

۱۱ مئی کی صبح کو سر تھیوفلس مٹکاف گاڑی میں بیٹھکر عدالت گئے۔ اسوقت ان سے کہا گیا کہ باغی سپاہی شہر میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس کو روکنے کی غرض سے وہ فوراً بگھی میں بیٹھے اور گھوڑے کو سرپٹ دوڑا کر کوتوالی پہنچے اور وہاں سے انہوں نے گارڈ بھیجی تاکہ راجگھاٹ دروازہ کو کھولنے سے روکا جائے اور ساتھ ہی دوسرے دروازوں کو بند کرا دیا جائے۔ بعدازاں وہ کلکتہ دروازہ پہنچے جہاں انہوں نے دیکھا کہ تمام جگہ شور و غوغہ بلند ہے۔ باغی فوجوں کو چھاونی کی فوج سے کافی امداد مل گئی تھی اور شہر کے بدمعاش آدمی بھی ہر لحظہ اس شورش انگیز مجمع کی تعداد میں اضافہ کر رہے تھے۔

کئی آویزشوں کے بعد جن میں سر تھیوفلس بال بال بچے اور جن میں ان کی بگھی بھی جاتی رہی وہ بالآخر کچھ دور پیدل چلکر یا بعد میں گھوڑے پر بیٹھکر جسے انہوں نے ایک سوار سے چھین لیا تھا، پہاڑ گنج کے تھانہ میں پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہاں معین الدین حسن خاں نے ان کا تپاک آمیز استقبال کیا اور بلا کسی پس و پیش کے وفاداری سے ان کی امداد کرنے کا وعدہ کیا اور ابتدائی کارروائی کے طور پر انہوں نے اپنا لباس ان کے حوالے کر دیا جس کے بعد سے انہوں نے دیسی بھیس اختیار کر لیا۔ یہ خیال کر کے کہ شہر کے اسقدر قرب میں رہنے سے خود ان کی جان اور تھانیدار کی جان خطرے میں

پڑ جائیگی (کیونکہ باغیوں نے شہر میں تمام یورپین باشندوں کا قتل عام شروع کر دیا تھا) سر تھیوفلس تھانیدار کی پُر زور درخواست پر چھاونی میں واپس جانے سے روک دیئے گئے اس لیئے کہ اسکا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہ نکلتا کہ ان کی جان جاتی رہتی۔ بجائے اس کے انہوں نے معین الدین کی یہ تجویز منظور کر لی کہ قرولی باغ تک انہیں بہ حفاظت تمام پہنچا دیا جائے جہاں انہیں بھورے خاں نمبردار کے یہاں (جس نے باوجود بھیس بدل لینے کے فی الفور سر تھیوفلس کو پہچان لیا) پناہ مل گئی۔ سر تھیوفلس کو سب سے پہلے جس بات کی پریشانی تھی وہ یہ تھی کہ شہر کے دوسرے یورپینوں کی حالت دریافت کریں اور اس لیئے انہوں نے تھانیدار کو ہدایت کی کہ وہ معلوم کر کے جلد سے جلد انہیں بتائیں اور ساتھ ہی اس امر کی درخواست کی کہ جتنی جانیں وہ بچا سکیں، بچانے کی کوشش کریں۔ لیکن جانیں بچانے کا زمانہ گذر چکا تھا

چونکہ تھانیدار پر سر تھیوفلس کو بچانے اور مدد دینے کا شبہ کیا جا رہا تھا اس لیئے خود ان کی جان بھی خطرہ میں تھی لیکن وہ بہت سی احتیاطوں اور مختلف تدابیر کے ذریعہ پناہ گزیں کے حالات کو خفیہ رکھنے میں کامیاب ہو گئے، اور شہر کے خونیوں کو کسی طرح ان کا پتہ لگنے نہیں دیا۔ اس اثنا میں بھورے خاں نے ان کی حفاظت کرنے یا ان کی ضروریات پورا کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

مزید حفاظت کی غرض سے قرب جوار کے جنگل میں ان کے لیئے جائے پناہ تلاش کر لی گئی جہاں وہ رات کو نکلکر اپنی جان بچا سکتے تھے، بشرطیکہ باغی فوری طور پر نمودار ہو جائیں۔ مزید براں بھورے خاں نے خطرہ کی حالت میں اپنے چند قابلِ اعتماد دوستوں کی امداد کا بھی بندوبست کر لیا تھا۔ ان میں وہ راجپوت تھے جنکے نام پورن سنگھ اور ہمت سنگھ تھے۔ جب سر تھیوفلس نے یہ دیکھا کہ وہ دہلی میں اپنے زمانۂ قیام کو طول دیکر خواہ مخواہ اپنی اور اپنے رفقا کی زندگی کو خطرہ میں ڈال رہے ہیں

تو اسوقت انہوں نے بھورے خاں پر زور دیا کہ میرا جھجر جانے کا انتظام کردو۔ اس ریاست کا نواب سر تھیوفلس کا ذاتی دوست تھا اور ان کے ساتھ سر تھیوفلس اور ان کے والد نے بہت سے احسانات بھی کئے تھے، اسلئے ان کو توقع تھی کہ اگر میرا تپاک آمیز استقبال نہ ہوا تو کم سے کم میری حفاظت تو ہو جائیگی اور جائے پناہ ملجائیگی۔ بھورے خاں شکریہ کے مستحق ہیں کہ ان کے انتظامات کی خوبی اور ان کے راجپوت رفقا کی جاں نثاری کی بدولت وہ بہ حفاظت تمام جھجر پہنچ گئے[۵]۔ جسوقت سر تھیوفلس جھجر پہنچے ہیں تو اسوقت بغاوت کا ابتدائی شرارہ جس سے تمام ملک متاثر ہو چکا تھا، جھجر پہنچا تھا۔ تمام شہر میں جوش پھیلا ہوا تھا۔ بہت سے ہندو جو نواب کی فوج میں تھے، فی الفور ملازمت چھوڑ کر چلے گئے اور مسلمان بھی موقع کے منتظر تھے۔ وقتاً فوقتاً "دین، دین" کی آوازیں سنائی دیتی تھیں جنکی وجہ سے جوش بڑھتا جاتا تھا۔ ۱۶ مئی کا دن تھا کہ نواب کو اطلاع دی گئی کہ ایک یورپین دیسی لباس میں آیا ہوا ہے اور ان کی مہماں نوازی سے مستفید ہونا چاہتا ہے۔

نواب نے اپنے خسر عبدالصمد خاں اور امداد علی (جج) کو بغرض ملاقات بھیجا۔ سر تھیوفلس نے فی الفور ان پر اپنی شخصیت کا اظہار کر دیا۔ اس کے بعد وہ نواب کی خدمت میں گئے جس نے ۱۰۰ روپے بھیجے اور کہلا بھیجا کہ آپ فی الفور شہر چھوڑ کر چلے جائیں۔ آبادی کو سر تھیوفلس کی موجودگی کا فوراً علم ہو گیا اور کثیر مجمع محض دیکھنے کی غرض سے جمع ہو گیا۔ بعد میں نواب نے یہ پیغام کہلا بھیجا کہ سر تھیوفلس ججوک داس کے باغ میں چلے جائیں۔ ابھی وہ وہاں پہنچے ہی تھے کہ ایک سوار یہ کہنے کے لیئے آیا کہ صاحب یہاں سے بھی چلے جائیں۔ بہرحال وہاں سے انہوں نے نہایت جبر کے ساتھ حصار کا رخ کیا اور انہیں کبھی توقع نہ تھی کہ میں حصار یا ہانسی زندہ پہنچ سکونگا تھوڑی دور جانے کے بعد اس خیال سے کہ کوئی تعاقب نہ کر رہا ہو وہ جنگل میں چھپ گئے

[۵] اس مقام پر مصنف نے بیان کیا ہے کہ جن آدمیوں نے مصیبت کے زمانہ میں سر تھیوفلس مٹکاف کی مدد کی تھی بعد میں جبکہ حالات بہتر ہو گئے اور انگریزی سلطنت کا از سر نو قیام ہو گیا تو اسوقت انہیں فراموش نہیں کیا گیا بلکہ انہیں معقول انعامات وغیرہ عطا ہوئے۔

ان کا یہ خیال صحیح تھا اس لیے کہ نواب کے رسالہ کا دستہ ان کے تعاقب میں بسرعت تمام آرہا تھا اور جب تک شام نہ ہوگئی واپس نہ گیا۔ تاریکی سے فائدہ اٹھاکر اور خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھ کے وہ چلتے رہے یہاں تک کہ مسٹر اسکنر کے مکان میں پہنچ گئے۔

جب یہ واقعات دہلی پہنچے اسوقت اور اسکے بعد ہندوستانی سوسائٹی میں نواب کے طرز عمل پر سختی سے نکتہ چینی ہوتی رہی اس لیے کہ دشمن سے مخالفت کرنا اور بات ہے اور دوست سے دغا کرنا دوسری بات ہے۔

نواب کی صفائی میں اسوقت یہ بات بیان کی گئی تھی کہ رسالہ کے کمانڈر سنتو سنگھ نے سر تھیوفلس کے پاس سوار کو بھیجا تھا تاکہ انہیں شہر چھوڑنے کا حکم دے۔ ارادہ یہ تھا کہ انہیں جھجر کی بجائے راستہ میں قتل کیا جائے، اور یہ کہ نواب کو ان کے چلے جانے کی مطلق خبر نہ تھی اور یہ کہ نواب کا ارادہ تھا کہ وہ انہیں بھاول گڈھی پرگنہ میں بغرض حفاظت بھیجدیں اور اس غرض سے اپنے دو ملازمین وزیر علی اور سید الدین کو مامور بھی کردیا تھا کہ اپنی محافظت میں انہیں پہنچادیں تاہم یہ واقعہ ہے کہ نواب نے ان سے ملاقات کرنے کی کوئی سبیل پیدا نہ کی اور نہ ان کو بچانے ہی کی کوشش کی بلکہ ان کو گرفتار کرنے کی غرض سے فوجوں کو مقرر کردیا۔ جب قسمت کا پانسہ پلٹا اور نواب پر مقدمہ چلایا گیا تو اسوقت نبی خاں نے جنہوں نے ان کی صفائی تحریر کی تھی، مذکورہ بالا وجہ پیش کی تھی۔ مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نواب ایک یورپین کو جو ان کا دوست تھا بچاکر خواہ مخواہ اپنے تئیں مجرم بنانا نہیں چاہتے تھے۔ جھجر چھوڑنے کے بعد سر تھیوفلس کا جو تعاقب کیا گیا تھا وہ غالباً سنتو سنگھ کا فعل تھا جس کے متعلق منشی جیون لال نے حسب ذیل عبارت لکھ کردی ہے۔

"اسوقت جھجر کی فوج کی کمان ایک شخص مسمی سنتو سنگھ کے ہاتھ میں تھی۔ یہ سکھ کر

وہ نواب کی فوج میں ہر دلعزیز نہیں ہے اور یہ سمجھکر کہ کہیں شورش میں وہ ان کی منافرت کی نذر نہو جائے، سر تھیوفلس کی زندگی پر حملہ کرنے کے بعد فوراً ہی خاموشی سے جھجر چھوڑ کر اپنے گاؤں کو چلا گیا۔ جونہی فوج کو خبر ہوئی کہ رسالدار بھاگ گیا ہے وہ بھی مجموعی حیثیت سے ملازمت سے علیحدہ ہو گئی اور بہت سے اشخاص جنکی سنو سنگھ سے دشمنی تھی، اسکے گاؤں میں پہنچے تاکہ اس کے مکان کو لوٹ لیں اور اسے قتل کر ڈالیں خطرات کا احساس کر کے سنو سنگھ نے اپنے گھرانے کے تمام افراد کو جمع کیا اور اپنے بھائی سوجی سنگھ کی مدد سے خاندان کی تمام مستورات کو تہ تیغ کر ڈالا۔ اسکے بعد اپنے مکان میں قفل ڈالکر وہ اور اس کے بھائی بھیس بدل کر کہیں روانہ ہو گئے۔ جب جھجر کے سوار اس کے مکان میں پہنچے ہیں تو وہاں انہیں مردوں کے ڈھیر کے علاوہ اور کچھ نہیں ملا۔
عورتوں کو دیدہ و دانستہ قتل کر دینے کی رسم راجپوتوں میں اسوقت عام تھی۔ ان کی نظر میں بے عزتی موت سے زیادہ تکلیف دہ ہے مگر اس فعل سے سنو سنگھ کا جہانتک تعلق ہے یہ بات بیان کیجا سکتی ہے کہ وہ بالکل حق بجانب نہ تھا اس لیئے کہ اسکے لیے ممکن تھا کہ وہ اپنی عورتوں کو باآسانی اپنے رشتہ داروں میں چھپا دیتا لیکن جوش کی حالت میں اس شخص کی وحشیانہ طبیعت اپنے رنگ پر آگئی دشمنوں کے نرغہ میں بہادری کے ساتھ مرنے اور اپنے گھر والوں کو مقام حفاظت میں رکھنے کی بجائے وہ وحشیانہ اور غیر ضروری بہیمت کا مرتکب ہوا اور پھر بزدل شخص کی طرح لڑائی سے بھاگ کر اسنے اپنے جرائم کی فہرست میں اور اضافہ کر لیا۔ شاعر نے ایسے ہی اشخاص کی متعلق کہا ہے[1]

نہ ہمت تھی اتنی کہ جنگ آزما ہو ۔۔۔ فنا ہو تو مردوں کی صورت فنا ہو
اخوت کے رشتہ سے آزاد ہو کر ۔۔۔ گئی زندگی اسکی برباد ہو کر

ناظرین کو معلوم ہے کیونکہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ ایڈمکاف صاحب کو پناہ نہ دینے کے جرم میں نواب جھجر کو پھانسی دی گئی ہے۔

حسن نظامی

[1] ترجمہ محمود اسرائیلی۔ (مترجم)

اس کتاب غدر کی صبح شام کا اشتہار آٹھ مہینے سے ہو رہا ہے کہ تیار ہے. جسکو ضرورت ہو منگا لے، حالانکہ کتاب اب مارچ سنہ ۱۹۲۶ء میں تیار ہوئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے کتاب کا مسودہ اگست سنہ ۱۹۲۵ء کو تمام و کمال کاتب صاحب کے حوالہ کر دیا تھا۔ اور ان کی مشہور زود نویسی کا خیال کر کے اشتہار دیدیا گیا کہ ایک ہی مہینہ میں سب کام ختم ہو جائینگے۔ مگر کاتب صاحب کو ایسے حوادث پیش آتے رہے کہ انہوں نے پورے آٹھ مہینے کے بعد کاپیاں لکھ کر دیں۔

اس اثنا میں سیکڑوں فرمائشیں اس کتاب کی واپس کرنی پڑیں۔ ہر شخص دہلی کے افسانوں کا مکمل سٹ دس حصوں کا طلب کرتا ہے۔ مگر یہاں ۹ حصے تو تیار تھے دسواں تیار نہ تھا۔

بہر حال خدا کا شکر ہے کہ اب یہ دسواں حصہ بھی تیار ہو گیا۔ جو امید ہے کہ اردو زبان میں ایسا ہی دلچسپی سے پڑھا جائیگا، جیسا کہ انگریزی زبان میں مقبول ہے اس کتاب کے ابتدائی نو حصوں کا تفصیلی بیان بھی یہاں لکھنا ضروری ہے اگرچہ شروع میں سرسری تذکرہ انکا ہوا ہے مگر آخر میں انکی تفصیل معلوم کرنے سے ناظرین کو غدر دہلی کے سٹ سے پوری طرح آگاہی ہو جائیگی۔

راقم حسن نظامی

۲ اپریل سنہ ۱۹۲۶ء

غدر دہلی کے افسانے

غدر دہلی کے افسانوں کا پہلا حصہ "بیگمات کے آنسو"

یہ وہ مشہور کتاب ہے جسکو خواجہ صاحب کی تصنیفات میں ماسٹر پیس یا اعلیٰ درجہ کی تصنیف کہا جاتا ہے۔ ایک سو بہتر صفحہ کی کتاب ہے لکھائی صاف ہے۔ کاغذ اور چھپائی اعلیٰ درجہ کی ہے ٹائٹل یعنی سرورق نہایت خوبصورت اور رنگین ہے۔ یعنی کئی رنگ میں چھاپا گیا ہے۔ سات دفعہ چھپ چکی ہے۔ اس میں ۲۴ افسانے ہیں۔ قیمت عہ۔

غدر دہلی کے افسانوں کا دوسرا حصہ "انگریزوں کی بپتا"

جس میں انگریز مردوں۔ عورتوں اور بچوں کی اُن مصیبتوں کا حال ہے جو ان کو غدر ۱۸۵۷ء میں پیش آئیں۔ ضخامت ۲۴ صفحے لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ۔ کاغذ بہت دبیز اور عمدہ۔ تین دفعہ چھپی ہے اسمیں ۱۳ افسانے ہیں یعنی تیرہ انگریز مرد اور عورتوں نے اپنی کیفیت خود لکھی ہے۔ بہت دردناک اور موثر ہے۔ از حضرت خواجہ صاحب۔ قیمت ۸؎

غدر دہلی کے افسانوں کا تیسرا حصہ "محاصرۂ دہلی کے خطوط"

اس میں ان خطوط کا ترجمہ شائع ہوا ہے، جو انگریزی فوج کے افسروں نے دہلی کے محاصرہ کے وقت پنجاب کے انگریز افسروں کو بھیجے تھے۔ ان خطوط میں بعض نہایت دلچسپ اور مخفی اور تاریخی مراسلات بھی ہیں۔ ضخامت ۳۲ صفحے۔ لکھائی، چھپائی اور کاغذ سب اچھا۔ کل تیرہ مراسلے اس کے اندر ہیں۔ از حضرت خواجہ صاحب۔ قیمت ۴؎

غدر دہلی کے افسانوں کا چوتھا حصہ "بہادر شاہ کا مقدمہ"

یہ دو سو اسی صفحہ کی کتاب ہے لکھائی چھپائی بھی اچھی ہے۔ اور کاغذ بھی اچھا ہے۔ یہ غدر دہلی کے حالات میں نہایت دردناک کتاب ہے۔ اس میں اس مشہور مقدمہ کا حال ہے جو مغلوں کے آخری شہنشاہ ابوظفر بہادر شاہ پر بالزام بغاوت چلایا گیا تھا۔ اور جسکی پیشیاں مدت تک ہوتی رہیں۔ ہندو مسلمانوں کی گواہیاں ہوئیں۔ خود بہادر شاہ کا بیان ہوا۔ اور دوران مقدمہ میں ایسے عجیب وغریب خفیہ راز منکشف ہوئے جنکا حال کسی کو معلوم نہیں تھا۔ غرض یہ کتاب شروع سے آخر تک واقعات کا تاریخی حسرتناک مرقع ہے اور اس واسطے ہاتھوں ہاتھ بک رہی ہے۔ از حضرت خواجہ صاحب قیمت عہ

غدر دہلی کے افسانوں کا پانچواں حصہ "گرفتار شدہ خطوط"

اس مجموعے میں وہ خط وکتابت شائع کی گئی ہے جو غدر ۱۸۵۷ء میں بہادر شاہ بادشاہ اور غدر کرنے والوں کے درمیان ہوئی۔ اور جسکو قلعہ دہلی سے انگریزوں نے گرفتار کیا۔ ۲۰۰ صفحہ کی کتاب ہے۔ کاغذ بھی اچھا ہے لکھائی او چھپائی بھی۔ اس کتاب سے غدر کی تمام خفیہ کارروائیاں نظروں کے سامنے آجاتی ہیں۔ اور غدر کے ہر ممبر کا طرز عمل علیحدہ علیحدہ تفصیل کے ساتھ معلوم ہوجاتا ہے۔ نہایت دلچسپ ہے۔ اور نہایت موثر ہے۔ از خواجہ صاحب قیمت ایک روپیہ چار آنہ (لعہ)

غدر دہلی کے افسانوں کا چھٹا حصہ "غدر دہلی کے اخبار"

یعنی غدر ۱۸۵۷ء کے ان اخبارات کے اقتباسات جو زمانہ غدر اور اس سے پہلے شائع ہوئے تھے اور جن پر انگریزی گورنمنٹ نے یہ الزام لگایا تھا کہ بغاوت کرانے میں ان مضامین کا دخل بھی تھا۔ اب ان سب کا مجموعہ ایسا

جگہ شائع کیا گیا ہے ضخامت ۲۸۰ صفحے لکھائی چھپائی نفیس کاغذ نہایت اعلیٰ درجہ کا از خواجہ صاحب قیمت ۸ ؍

غدر دہلی کے افسانوں کا ساتواں حصہ "غالب کا روزنامچہ غدر"

یہ اسی صفحہ کی کتاب ہے لکھائی۔ چھپائی اور کاغذ عمدہ ہے۔ اس میں شاعری کے افتاب نواب اسداللہ خاں غالب کی تحریریں، احوال غدر کے متعلق جمع کی گئی ہیں، اور غالب کی مشہور تاریخ غدر "دستنبو"، کا اردو ترجمہ بھی شامل کیا گیا ہے۔ ایک تو بیان غدر۔ اسپر غالب کا طرز ادا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ مُنہ سے بول رہے ہیں۔ نہایت دلچسپ۔ بہت عبرت انگیز۔ اور حسرت خیز۔ از خواجہ صاحب قیمت ۱۲ ؍

غدر دہلی کے افسانوں کا آٹھواں حصہ "دہلی کی جاں کنی"

اس میں غدر ۱۸۵۷ء کے وہ معتبر تاریخی حالات ہیں جو دہلی والوں کو پیش آئے لکھائی چھپائی اعلیٰ درجہ کی، کاغذ بھی عمدہ، تصاویر۔ نہایت نفیس۔ اور بالکل اصلی اپنے طرز کی کتاب جس میں دہلی کے دردناک مصائب کا تاریخی بیان ہو۔ اور خود انگریزوں کی لکھی ہوئی کتابوں سے حوالہ دیکر جمع کیا گیا ہو، کوئی نہیں چھپی، عام لوٹ، عام قتل اور پھانسیاں، بہادرشاہ کی گرفتاری کا قصہ۔ ان کے لڑکوں کا قتل کیا جانا۔ اور ہڈسن صاحب کا خون پینا۔ عورتوں کا ڈوب ڈوب کر مرجانا، از خواجہ صاحب۔ اس میں بہادرشاہ۔ شہزادہ جواں بخت مرزا فخرو ولیعہد، مرزا مغل کمانڈر انچیف حکیم اسداللہ خاں۔ نواب حامد علی خاں مرزا الہٰی بخش۔ نواب محبوب علی خاں، اور بادشاہ کے دربار عام کی تصاویر ہیں اور بہادرشاہ بادشاہ کی وہ دردناک تصویر بھی ہے جو بحالت قید رنگون میں اسوقت لیگئی تھی، جبکہ وہ جانکنی میں مبتلا تھے۔ اور جسکے چند منٹ بعد وہ مر گئے، قیمت صرف عمر